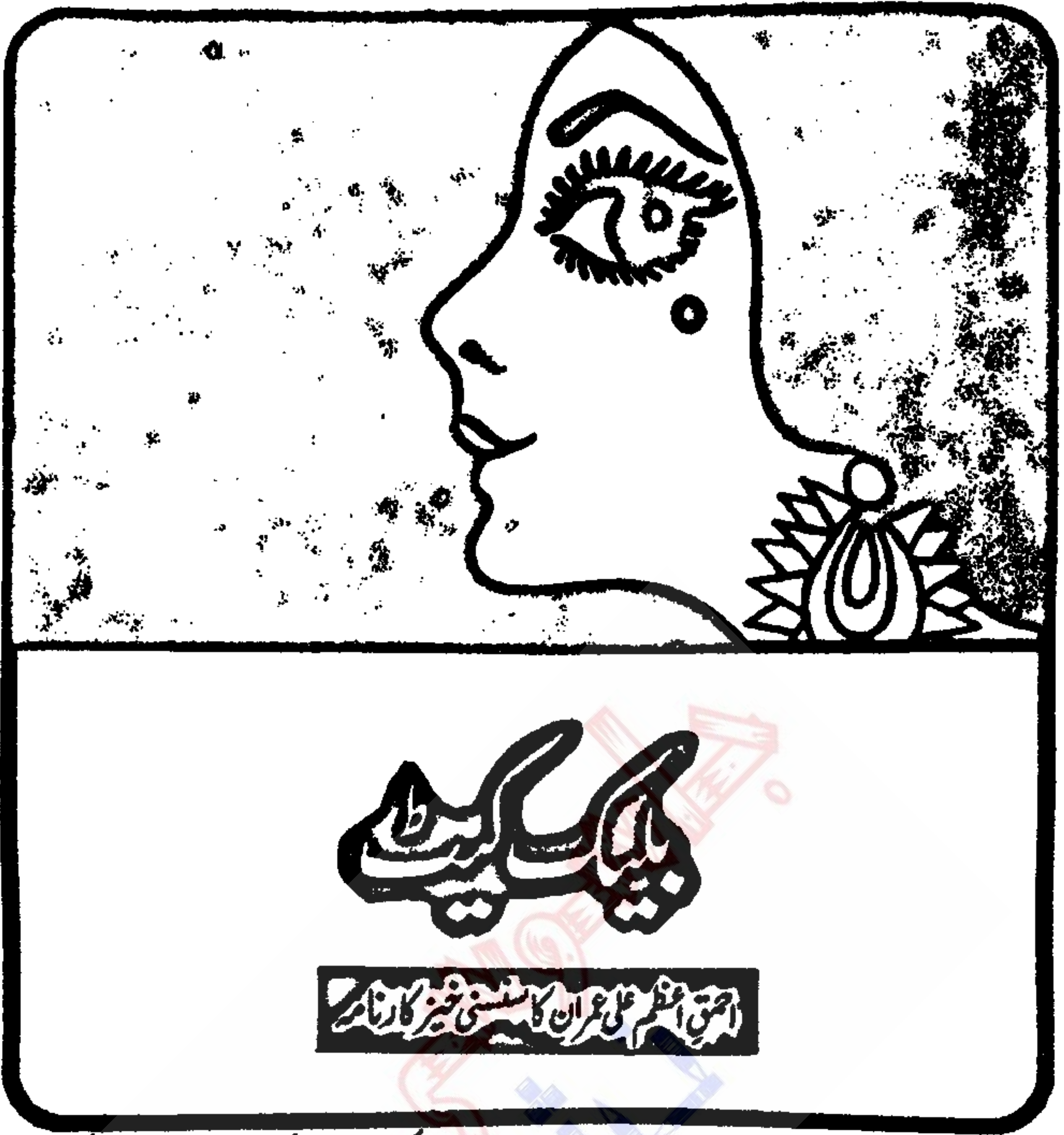
عمران سیریز

اظہر کلیم



بلیک کیٹ





پروفیسر ہارون حکومت کے ایٹمی ریسرچ سنٹر میں ایک اہم پوسٹ پر متعین تھا۔ اگرچہ دنیا میں اس کا کوئی عزیز یا رشتہ دار نہیں تھا لیکن سحر کی آمد نے جیسے اس کی زندگی کی تاریک راتوں میں اجالے کی کرنیں بکھیر دی تھیں۔ ان کی شادی کو ابھی دو ہفتے سے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا لیکن وہ ایک دوسرے سے یوں قریب تھے جیسے ازل سے ایک دوسرے کے ساتھی رہے ہوں۔

سحر مقامی کالج میں لیکچرار تھی، انتہائی حسین و جمیل اور امیر گھرانے کی لڑکی۔ اس کے والد شیخ بشیر ایک متمول تاجر تھے جن کا زمانۂ طالب علمی سے ہی پروفیسر ہارون سے گہرا دوستانہ تھا۔ پروفیسر کی عمر بلاشک و شبہ چالیس سے تجاوز کر چکی تھی اس کے باوجود شیخ بشیر نے اس کی درخواست کو رد نہ کیا اور اپنی بیٹی کی شادی اس سے کر دی۔

یہ ایک عجیب سی بات تھی لیکن سحر نے جس محبت سے اس کا دامن تھام لیا وہ خود ہارون کے لیے بھی حیرت خیز تھا۔

جب شادی کے سلسلے میں بات چلی تو شیخ بشیر نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ اگر سحر کو کوئی اعتراض نہ ہو تو انہیں اس رشتے سے انکار نہیں۔ سحر نے ہارون میں کیا دیکھا، یہ تو وہ خود ہی بہتر جانتی ہو گی لیکن اس سے مفر ممکن نہیں کہ ہارون اس وقت ملک کی چند ممتاز شخصیتوں میں سے ایک تھا۔ ایسے میں بھلا کون سی لڑکی ایسی ہو گی جو اس کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں بندھنے سے پہلو بچا سکتی۔

جہاں تک ہارون کا تعلق ہے اس نے شادی سے قبل سحر سے دو ملاقاتیں کیں، یہ ملاقاتیں بھی تقریبات کی مرہونِ منت تھیں،

اظہر کلیم

ایک پُراسرار اور شیطان صفت عورت جو دارالحکومت کو تہ و بالا کر دینا چاہتی تھی

فیاض کی بوکھلاہٹیں اور عمران کی حماقتیں
اس بار وہ آپ کو بہت مستعد اور چاق و چوبند دکھائی دے گا



جو شیخ بشیر کے ہاں خاص موقعوں پر منعقد کی گئی تھیں۔

پہلی ہی ملاقات میں ہارون نے کچھ ایسی جذباتی باتیں کیں کہ سحر کے دل کے تار جھنجنا اٹھے۔ اس نے محفل میں شریک سینکڑوں حسین و جمیل نوجوانوں کو نظر انداز کر کے اسے اہمیت دی اور اس کی باتوں میں یوں ڈوب گئی جیسے ہارون کوئی بہت بڑا ساحر ہو اور وہ اپنے سحر سے دوسروں کے دل جیت لیتا ہو۔

بات سے بات نکلتی ہے۔ ایک بحث چل نکلی، کہاں پچیس برس کی ایک حسین لڑکی اور کہاں زمانے کا گرم و سرد چشیدہ پروفیسر ہارون جس کی عمر چالیس کے لگ بھگ تھی جب نظریات نے ایک دوسرے سے ہم آہنگی اختیار کی تو بے اختیار دوسری محفل کے اہتمام کا ارادہ ہوا۔ لیکن ہارون کی مصروفیات کے باعث یہ خواہش اس وقت پوری ہوئی جب چھ ماہ بعد ایک اور محفل منعقد ہوئی۔

اس محفل میں ہارون نے کس طرح شرکت کی، اس نے کن کن مصروفیات اور اہم فرائض کو بالائے طاق رکھا، اس کا تذکرہ ہی بیکار ہے کیونکہ وہ مسلسل چھ ماہ دن رات اس یگانگت کے موقعے کے لیے تڑپ رہا تھا لیکن دل و دماغ کے ہاتھوں اس قدر بے بس نہیں ہوا کہ وہ فرائض سے غفلت برت کر سحر کے ہاں جا پہنچتا۔

وقت گزر گیا۔ لیکن اس قدر طویل مدت بعد کی ملاقات نے دونوں کو ایک دوسرے سے قریب کر دیا۔ ممکن ہے انھوں نے دل ہی دل میں ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کی قسمیں بھی کھائی ہوں لیکن وہ وقت ہارون پر سب سے زیادہ بھاری تھا جب اس نے اپنے دوست شیخ بشیر کے سامنے شادی کی خواہش کا اظہار کیا۔

شیخ بشیر ایک زندہ دل اور یار باش آدمی تھا، وہ عرصے سے ہارون کو جانتا تھا اگرچہ بیٹی کے مستقبل کے بارے میں ضمانت موجود تھی تاہم اس نے خود سحر کی آرزوؤں کا فیصلہ اسی پر ڈال دیا جسے اس نے بحسن و خوبی سرانجام دیا۔

شادی ہو گئی اور لوگ انگشت بدنداں رہ گئے اور ہارون یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ اس کی ویران راتوں کا سویرا سحر کی

شکل میں نمودار ہوگیا ہے اور اس سویرے کے لیے وہ جس قدر بھی جشن مناتا کم تھا۔

شادی کے دو ہفتے بعد اس نے دو ماہ کی طویل رخصت لی اور راج گڑھ جانے کا پروگرام بنایا۔ یہ دارالحکومت سے دو سو میل دور ایک صحت افزا مقام تھا جہاں شہری زندگی سے اکتائے ہوئے اور خلوت پسند حضرات کے لیے گوشۂ نشاط و سکون موجود تھا۔

سحر نے راج گڑھ جانے کے پروگرام میں جس سرگرمی کا مظاہرہ کیا اس سے ہارون نے فیصلہ کرلیا کہ وہ اس تفریح کی مدت کو انتہائی ایڈونچرس انداز میں گزارے گا۔

بات ایڈونچر کی آئی تو انھوں نے دو سو میل کا پُرتکان سفر بذریعہ کار طے کرنے کا منصوبہ بنایا اور پھر ایک شام وہ راج گڑھ کیلئے روانہ ہوگئے۔

نئی شیورلیٹ کار جو سرکاری طور پر پروفیسر ہارون کے لیے مخصوص تھی ضرورت کے ہر سامان سے لیس، انھیں سمیٹے تیزی سے راج گڑھ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ مطمئن اور مسرور باتوں میں یوں آگے بڑھتے جارہے تھے جیسے یہ سفر اسی مقصد کے لیے اختیار کیا گیا ہو اور اس میں شبہ بھی کیا تھا۔ یہ سفر اسی مقصد کے لیے ہو رہا تھا کہ وہ آزادانہ گفتگو کرتے ہوئے منزلِ مقصود تک پہنچ جائیں۔

اس وقت ان کی کار دارالحکومت سے پچھتر میل دور تھی کہ شام کے سائے ڈھلنے لگے، یکایک تیز ہوائیں چلنے لگیں کیونکہ وہ پہاڑ سے قریب ہوتے جارہے تھے۔ اس وقت وہ پتھریلے اور چٹانی علاقے سے گزر رہے تھے جس میں ہوا کے تیز جھکڑ سُرسُراتے ہوئے انھیں انجانے دلیسوں کی کہانیاں سنا رہے تھے۔ باتوں کا سلسلہ دارالحکومت سے نکلتے ہی شروع ہوگیا تھا۔ دونوں بے تکلف بول رہے تھے جیسے اس مقصد کے علاوہ انھیں اور کوئی کام ہی نہ ہو۔ ظاہر ہے دورانِ سفر باتوں کے علاوہ ہوتا ہی کیا ہے؛ پھر ایک ایسا جوڑا جو ابھی چند روز پیشتر ایک دوسرے سے وابستہ ہوا ہو، عمر بھر کی باتوں کے سوا کیا کرسکتا ہے؟

"کل کے اخبار میں ایک عجیب و غریب خبر تھی۔" سحر نے کہا۔

"وہ کیا؟"

"کیا آپ نے کل کا اخبار نہیں دیکھا؟"

"کہاں فرصت ملتی ہے، میرے فرائض سے تم آگاہ ہو آج دو ہفتوں بعد تو سرکاری حکام کو محسوس ہوا کہ ان کے نمک خوار کو ماہِ زفاف بھی منانا ہے لہٰذا دو ماہ کی رخصت دے دی۔"

"شریر کہیں کے۔" سحر نے شرما کر منہ پھیر لیا۔

"تم کوئی خبر سنانے جا رہی تھیں؟"

"سنا ہے یہ سڑک کچھ مخدوش ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"کل کے اخبار میں ایک حادثے کی تفصیلات پڑھ کر تو یہی معلوم ہوتا ہے۔"

"حادثات تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔"

"لیکن ایسا عجیب و غریب حادثہ۔"

"اب کچھ بتاؤ گی تو معلوم ہوگا کہ تم کس حادثے کو عجیب و غریب قرار دے رہی ہو۔" پروفیسر نے مسکرا کر کہا اور سحر کی طرف دیکھنے لگا پھر بُری طرح چونک پڑا۔۔۔ کیونکہ سحر کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔

"آخر بات کیا ہے سحر، تم کچھ خوفزدہ دکھائی دے رہی ہو۔ اگر اس حادثے کی خبر نے بے چین کر رکھا ہے تو یقین مانو کہ اس کی تفصیلات اخبار نویسوں کی حاشیہ آرائی کے سوا کچھ نہ ہوگی تم تو جانتی ہی ہو کہ یہ لوگ مسالے دار خبریں بنانے کے عادی ہوتے ہیں۔"

"نہیں۔ اس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہیں ہے۔"

"بھئی اب بتا ڈالو سسپنس پیدا نہ کرو، تم جانتی ہو میں جلد باز قسم کا آدمی ہوں، پھر ایٹمی مرکز سے تعلق رکھنے والا آدمی یوں بھی توانائی سے بھرپور ہوتا ہے تجسس مجھے پریشانی میں مبتلا کر ڈالتا ہے۔"

"لکھا تھا کہ گزشتہ تین روز سے بلاناغہ اس سڑک پر حادثات ہوئے۔ پہلے تو یکایک کار کے تمام ٹائر برسٹ ہوگئے اور پھر ان لوگوں کی لاشوں کے چیتھڑے اُڑ گئے، جیسے کار کو ڈائنامیٹ سے اڑا دیا گیا۔"

"اوہ۔۔۔ کیا واقعی کوئی ایسی خبر موجود تھی؟"

"کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں؟"

"نہیں۔ میرا مطلب تھا کیا ایسا ہونا ممکن ہے؟"

"ہوسکتا ہے کوئی تخریبی ہاتھ کارفرما ہو۔"

"لیکن عام شہریوں کو تکلیف پہنچا کر کیا حاصل ہوسکتا ہے۔ عوام تو بے ضرر جانوروں کی طرح ہوتے ہیں انھیں تختۂ مشق بنانے سے تخریب کاروں کو کیا حاصل ہوسکتا ہے، ممکن ہے محض اتفاق رہا ہو۔"

"تین روز سے مسلسل ایک ہی قسم کے حادثے کو اتفاق کا نام نہیں دیا جاسکتا۔"

"چھوڑو کن باتوں میں الجھ گئیں۔" ہارون بولا۔

"اسی لیے تو کہتی ہوں کہ ہر معاملے میں اعتدال اور توازن بہتر ہوتا ہے اگر اس قدر طویل سفر کار کی بجائے کسی دوسرے ذریعے سے اختیار کیا جائے تو کیا حرج ہے ایڈونچر اپنی جگہ لیکن مخدوش حالات کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔"

"اگر ایسا ہی تھا تو گھر سے نہ نکلتیں۔"

"اب لوٹ چلیں۔"

"نہیں۔ سو میل واپس جانے سے بہتر ہے کہ مزید سو میل کا فاصلہ طے کر کے منزلِ مقصود پر پہنچا جائے۔"

"آپ کی مرضی۔"

"گھبراؤ نہیں، کچھ ہُوا تو دونوں ساتھ ہی ہوں گے۔" پروفیسر ہارون نے کہا پھر اس کا سانس اُوپر کا اُوپر اور نیچے کا نیچے ہی رہ گیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کار کا عقبی ٹائر یکایک برسٹ ہو گیا ہو۔

کار کی رفتار ساٹھ سے تجاوز کر چکی تھی۔ اس نے پوری قوت سے اسٹیرنگ کو سنبھالا اور بریک پر پورا بوجھ ڈال دیا۔

گاڑی گھسٹتی چلی گئی۔

اچانک دوسرا وہیل بھی سڑک سے رگڑ کھانے لگا جیسے اس کا ٹائر اور ٹیوب دونوں ہی پگھل کر ساتھ چھوڑ چکے ہوں۔

پروفیسر ہارون کا چہرہ کسی لاش کی مانند سفید ہو گیا، آنکھیں اُبل پڑیں۔ اس نے اپنی نئی نویلی دُلہن کی طرف دیکھا جو پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کی جانب ہی دیکھ رہی تھی۔

ہارون دونوں ہاتھوں سے اسٹیرنگ کو دبوچے ہانپ رہا تھا۔ اس کے پہلو میں بیٹھی ہوئی سحر چند لمحے تو ان عجیب و غریب حادثات کا جواز تلاش کرتی رہی پھر ہسٹریائی انداز میں چیخنے لگی۔

ہارون نے جلدی سے دروازہ کھولا۔

کار اس وقت انتہائی سست رفتاری سے کچھوے کی طرح رینگ رہی تھی۔

"نیچے کُود جاؤ۔" وہ چیخا۔

دروازہ کھول کر اس نے کُودنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا کیونکہ سحر نے خوف کے عالم میں اُسے بری طرح دبوچ لیا تھا۔ نہ جانے کیوں ہارون کو یقین تھا کہ کار سے نکل کر ہی ان کی زندگی محفوظ رہ سکتی ہے اس نے کار سے نکلنے کی بھرپور جدوجہد کی۔

سحر اب بھی چیخ رہی تھی۔ وہ حواس باختہ ہو چکی تھی۔

"ہمت کرو، نیچے کُود جاؤ۔" ایک بار پھر ہارون نے سحر کو ہوش میں لانے کی کوشش کی۔ سحر کے ذہن پر خوف پوری طرح غالب آ چکا تھا اس لیے ان کی حالت اُن تیراک کی سی ہو گئی جو ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے کے مصداق ایک ساتھ غرق ہو جاتے ہیں۔

جب کار ایک دھماکے سے پھٹ گئی تو وہ اسی طرح ایک دوسرے سے گتھم گتھا تھے اور پھر ان کے جسم جب چیتھڑوں میں تبدیل ہوئے تو انھیں شناخت کرنا تک مشکل ہو گیا۔

دھماکا اس قدر خوفناک تھا کہ بلاشک و شبہ میلوں دور تک گونجا ہو گا لیکن جب تک کوئی اُن کا حشر دیکھنے پہنچا سب کچھ غارت ہو چکا تھا۔

☆★

بلیک زیرو نے انگڑائی لی اور مسکرا کر اسکرین کی طرف دیکھنے لگا۔ اسکرین پر ایک کار دکھائی دے رہی تھی اور ونڈ اسکرین کے عقب میں عمران کا حماقت مآب چہرہ بھی نظر آ رہا تھا۔ اس نے اسکرین کو فیڈ آؤٹ کیا اور ایک بٹن دبا دیا۔

دانش منزل کا خود کار آہنی گیٹ دھیرے دھیرے کھلنے لگا۔ اور آٹومیٹک مشین گن کا میگزین نہ ہوتا ہُوا الگ ہٹ گیا۔ ان دنوں اس گیٹ میں اس جدید ترین ہتھیار کا اضافہ کر دیا گیا تھا اگر کوئی ناجائز طور پر اندر گھسنے کی کوشش کرتا تو خود کار اور خفیہ میکنزم حرکت میں آ کر اندر گھسنے والے کا خاتمہ کر ڈالتا۔ ایک سیکنڈ میں سینکڑوں گولیوں کی بوچھاڑ اس نو وارد کو چاٹ سکتی تھی جو اس گیٹ کی حدود میں ناجائز طور پر داخل ہوتا۔

ایکسٹو نے غیر ملکی تنظیموں کی سرگرمیوں کے پیشِ نظر یہ تبدیلی خاص طور سے کی تھی اس لیے دانش منزل میں داخل ہونے والے سیکرٹ سروس کے ممبر باہر ہی اس مقام پر رک جاتے تھے، جہاں سے ویژن اسکرین ایکسٹو کو آپریشن روم میں اطلاع دیتی تھی کہ باہر کون ہے۔

سختی سے یہ ہدایت کی گئی تھی کہ جب تک آہنی گیٹ کھلنا نہ شروع ہو جائے کوئی شخص اندر داخل ہونے کی غرض سے گیٹ کے قریب نہ آئے۔ ایک خفیہ بٹن اس مشین گن کو کنٹرول کرنے کیلئے خاص طور سے لگایا گیا تھا جسے آف رکھا جاتا تھا لیکن دانش منزل سے روانگی کے فوراً بعد کام کرنے کے لیے آن کر دیا جاتا تھا۔

بلیک زیرو آپریشن روم سے نکل آیا۔

اس وقت عمران گاڑی کو دانش منزل کی پارکنگ میں چھوڑ کر مطمئن انداز میں سیٹی بجاتا پورچ میں داخل ہو رہا تھا۔ "سس۔ سلاما علیکم" اُس نے دور ہی سے ہانک لگائی۔

"کیسے ہیں عمران صاحب؟" بلیک زیرو مسکرایا۔

"کیسا ہوں!" عمران نے حیرت سے کہا۔ اور پھر جھک کر اپنا جائزہ لے ڈالا۔ "کیا میں تمھیں اچھا خاصا دکھائی نہیں دے رہا۔"

"وہ تو دے رہے ہیں لیکن میں نے آپ کی طبیعت کے بارے میں دریافت کیا تھا۔" بلیک زیرو مسکرایا۔

"آخر حیرت کی کیا وجہ ہے! تم تو یوں گھور رہے ہو جیسے میں کسی دوسرے سیارے سے زمین پر آیا ہوں۔" عمران نے بلیک زیرو کو کڑے تیوروں سے گھورتے ہوئے کہا پھر اُسے

دیدے نچا نچا کر دیکھنے لگا۔
" آئیے اندر چل کر بیٹھیں، بہت دنوں بعد آپ کی صورت نظر آئی ہے۔"
" گویا پہلے میں مُنہ چھپائے گھوم رہا تھا۔ کیوں؟"
" آپ اندر تو چلیں۔" بلیک زیرو مسکراتا ہوا کہتا رہا لیکن عمران کبھی اس کی طرف اور کبھی کار کی طرف متوجہ ہو جاتا جیسے اس خدشے میں مبتلا ہو کہ کہیں وہ اس کی کار ہتھیانے کے لیے کوئی چال تو تیار نہیں کر رہا۔
" پپ پیارے بھائی، میری کار اُدھر تنہا کھڑی ہے، اگر تم بُرا نہ مانو تو اُسے بھی اندر لیتا آؤں۔"
" کیوں کیا باہر وہ تنہا کھڑی شرم محسوس کرتی ہے؟"
" مفت اشیاء کی بھی شرم و حیا تو ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے تم تو جانتے ہی ہو... قسمت کا چکر ہی بُرا ہوتا ہے یہ بے زبان بکری کی مانند خاموش رہتی ہے زیادہ بُرا مانا تو میاؤں کر اظہارِ خفگی کر دیا لیکن اس وقت تک یار لوگ اپنا کام کر گزرتے ہیں۔"
" فلسفہ ہے، میری تو عقل کام نہیں کرتی۔"
" ظاہر ہے، یہ شکایت تمھیں پیدائشی ہے۔"
" اب اندر بھی چلیں گے یا یہیں سب باتیں ہو جائیں گی۔"
" یہیں، ابھی اور اسی وقت۔"
" کیا مطلب؟" بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔
" میاں وہ پچھلے پچاس برس کا قرض کون ادا کرے گا؟"
" کیسا قرض؟"
" بھول گئے۔" عمران کی بھویں کمان ہو گئیں۔
" یاد دلائیں تو ممکن ہے کچھ پلے بھی پڑے۔ آج تو سُود خور لگ رہے ہیں اگر مجھ پہ کچھ قرض ہے تو کیا ہوا، آخر میں آپ کے فرزندوں میں شامل ہوں اور اس بات کا آپ اظہار کر چکے ہیں۔"
" تمھاری یہ بات اپنی جگہ، حساب پائی پائی کا، رشتہ ہمسائی کا۔" عمران نے گڑ بڑا کر کہا۔
بلیک زیرو نے اُسے اندر آنے کا اشارہ کیا اور اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ عمران باہر ہی کھڑا ہے دانش منزل کے اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں اس نے ان دنوں رہائش اختیار کر رکھی تھی۔
عمران دیدے نچاتا ہوا آگے بڑھا اور دروازہ کھول کر پیچھے چلّانے لگا۔ "میں ایک ایک پائی وصول کر کے جاؤں گا۔"
" گھبرایئے نہیں، میں پائی پائی کر کے ادا کروں گا۔"
" قسط وار؟"
" جو بھی سمجھ لیں۔ چائے پئیں گے یا کافی۔"
" چائے ہی کافی رہے گی۔" عمران نے فلسفیانہ انداز میں کہا اور صوفے پہ نیم دراز ہو کر جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالنے لگا۔
بلیک زیرو کافی تیار کرنے میں مصروف ہو گیا۔ چند ہی لمحوں کے بعد اس نے کافی کا کپ عمران کے سامنے رکھ دیا اور اپنے کپ میں شکر ملاتا ہوا عمران کے سامنے والے صوفے پر براجمان ہو کر اس کی صورت دیکھنے لگا۔
وہ گہری سوچ میں مستغرق، دھیرے دھیرے چیونگم دانتوں سے کچل رہا تھا۔ بلیک زیرو نے اُسے متفکر دیکھا تو بے قراری سے پہلو بدل کر رہ گیا۔ اچانک کمرے میں رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجنے لگی، عمران اور بلیک زیرو ایک ساتھ ہی چونک کر فون کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ بلیک زیرو فون اٹینڈ کرنے کے لیے اُٹھا ہی تھا کہ عمران کا اشارہ پا کر رک گیا۔ عمران نے رسیور اُٹھایا اور سنجیدگی سے کہا۔ "ایکسٹو۔"
" کون طاہر یا عمران؟" دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔
" ایکسٹو۔" عمران نے سخت لہجے میں کہا آواز اس قدر تیز تھی کہ دوسری طرف سر سلطان بھی بوکھلا گئے۔ پھر انھوں نے عمران کی اس حرکت کو محسوس کر لیا۔
" ایکسٹو کی دُم۔ سیدھے ہو جاؤ ورنہ وہاں آ کر کان کھینچ کر ہاتھ میں تھما دوں گا۔" سر سلطان نے غصیلے لہجے میں کہا لیکن عمران اس لہجے کی گہرائی میں محبت و شفقت کا وہ جذبہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا جو سر سلطان کے دل میں اس کے لیے موجزن تھا۔
" جی فرمائیے میں ہی ہوں۔ گناہگار علی عمران وغیرہ۔"
" یہ وغیرہ کا کیا مطلب ہے؟"
" ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، گورداسپور وغیرہ۔"
" وغیرہ تو پھر بھی برقرار رہا۔" سر سلطان نے شگفتہ لہجے میں کہا۔
" اس کا مطلب ہے کنوارہ۔ اور..."
" بس بس تمھیں تو موقع ملنا چاہیے۔ گدھے کہیں کے۔"
" جی ریاست آصف پور کے۔"
" کیا مطلب؟" سر سلطان کے لہجے میں تحیّر کی جھلک نمایاں تھی۔
" ابھی آپ نے دریافت کیا تھا کہ گدھے کس جگہ کے بہتر ہوتے ہیں۔" عمران نے بڑی صفائی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "میں نے گوش گزار کر دیا ویسے اگر آپ جلدی سے مقصدِ فون بیان کر دیں تو میں آپ کا مشکور رہوں گا بلکہ آپ کے سب سے چھوٹے فرزندِ ارجمند عبدالغفور..."
" خاموش رہو۔" سر سلطان نے ڈانٹا۔

عمران کی طرف سے خاموشی چھا گئی۔

"کیا تم لائن پر ہو؟" سر سلطان نے حیرت سے کہا۔

جواب ندارد۔

"عمران۔ کہاں چلے گئے؟" سر سلطان نے غرا کر کہا۔

"یہیں ہوں جناب۔" عمران نے مُردہ سے لہجے میں کہا۔ "آپ نے منع فرمایا میں خاموش ہو گیا۔ پھر آپ نے خود ہی بولنے پر مجبور کر دیا یہی وجہ ہے کہ منطقی طور پر دورِ جدید کا نوجوان بزرگوں کی عزت نہیں کرتا ظاہر ہے جب اس حد تک تضاد نظر آئے گا تو کون کانوں کا اندھا ان کی بات مانے گا۔"

"میں اس وقت بہت پریشان ہوں۔" سر سلطان نے جھنجلا کر کہا۔

"اس عمر میں کوئی پریشانی لاحق نہیں ہونی چاہیے۔" عمران نے بلیک زیرو کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ "اگر پھر بھی ایسا ہے تو مجھے آپ کی توانائی پر افسوس... سوری رشک آتا ہے۔"

"کیا بک رہے ہو؟" سر سلطان کی دہاڑ میں اس بار خفگی بالکل واضح تھی... لہٰذا عمران کو سنجیدہ ہوتے ہی بنی۔

"میں سُن رہا ہوں جناب۔ فرمائیے۔" عمران نے اس بار انتہائی متانت سے کہا۔

"کیا تم نے ریڈیو نیوز سُنی؟"

"جی نہیں۔ موقع نہیں مل سکا۔"

"پروفیسر ہارون کی کار بھی اسی پُراسرار حادثے کا شکار ہو گئی ہے جو اس سے قبل کئی دوسری کاروں کو پیش آچکا ہے اور جن کے بارے میں، میں نے پرسوں تم سے گفتگو بھی کی تھی۔" سر سلطان نے کہا۔

"پروفیسر ہارون؟" عمران نے مستفسرانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں، اٹامک سنٹر کے پروفیسر ہارون۔"

عمران چونک پڑا۔ "اس سے قبل ہونے والے حادثات میں کون لوگ شامل تھے؟"

"ان میں کوئی سرکاری آدمی نہیں تھا۔" سر سلطان نے جواب دیا۔

"ہوں۔ پولیس کا ان حادثات کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"ڈائنامیٹ۔"

"ممکن ہے، ایسا رہا ہو لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ کوئی دوسرا ہی معاملہ ہے۔ ہارون کی موت کا مجھے بے پناہ افسوس ہوا۔ وہ واقعی ایک ایماندار اور ملک و ملت کے لیے کام کرنے والی ایک اہم شخصیت تھی۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ اس کے لہجے سے رنج و غم کا گہرا احساس ہونے لگا۔

"جو ہونا تھا، وہ ہو گیا لیکن عمران، آخر یہ سب کیا ہے؟"

دو کتے کسی جگہ سے ٹوئسٹ ڈانس کی ایک پارٹی کا نظارا کر رہے تھے۔ انھوں نے ٹوئسٹ کرتے ہوئے جوڑے کو دیکھا اور پھر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ تب ان میں سے ایک نے کہا۔ "میں جب بھی ایسی حالت میں مبتلا ہوتا ہوں تو میرا مالک مجھے خارش کی گولیاں کھلا دیتا ہے۔"

سر سلطان نے تفکر آمیز لہجے میں کہا۔ "ان حادثات کی وجہ کیا ہے۔ اگر ان کے پیچھے کوئی چوری چکاری کا معاملہ ہے تو ایسا خطرناک طریقہ اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"یہ چوری چکاری کی بات نہیں معلوم ہوتی جناب۔" عمران نے کہا۔ "معلوم یہ ہوا ہے کہ کاریں دھماکے سے ٹکڑوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں، ایسی صورت میں چوری یا سرقے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔" سر سلطان نے کہا۔ "کیا تم موقع واردات کا جائزہ لے چکے ہو؟"

"نہیں۔ ابھی تک جانا نہیں ہوا۔"

"میرا خیال ہے تم ایک نظر دیکھ آؤ۔"

"کیا یہ سب کسی مخصوص حصے میں ہوتا آیا ہے؟"

"معلوم نہیں لیکن میرا خیال ہے کہ جائے حادثہ بدلتی رہتی ہے۔" سر سلطان نے جواب دیا۔ "تم فوراً اس سلسلے میں کچھ کرو، ورنہ یہ بات بڑھ گئی تو ملک بھر میں کہرام برپا ہو جائے گا۔"

"آپ بے فکر رہیں۔ میں آج ہی دیکھتا ہوں کیا معاملہ ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہاری طرف سے کسی نئی بات کا منتظر رہوں گا۔"

"اور اگر بُرا مان گئے تو؟"

"وہاٹ؟"

"گ۔ کچھ نہیں۔ نہ جانے کیا بات ہے... جب کسی عمر میں بڑے صاحب سے گفتگو کی نوبت آتی ہے تو مجھے فوراً اپنی بے کراں تنہائیوں کا احساس ہونے لگتا ہے، پھر مجھے اپنے بزرگوں پر افسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ میری طرف توجہ نہیں دیتے آخر جب بزرگ ہی عدم توجہی کا مظاہرہ کریں گے تو علی عمران کو مع اس کی ڈگریوں کے کس کس قیامت سے دوچار نہ ہونا پڑے گا۔ میں وفات پا جاؤں گا جناب، خدا کے لیے میری گزارش کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اُڑا دیں تاکہ وہ کسی اور کے کان میں جا گرے اور وہاں

سے نکل کر تیسرے فرد کے اس طرح عین ممکن ہے، یہ بات کسی کے ہاں اٹک جائے اور بالکل وہی کام کرے جو کانٹا مچھلی کے حلق میں اٹک کر انجام دیتا ہے۔"

دوسری طرف سے اس طویل بکواس پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا جناب کہ علی عمران ولد رحمان مع سلیمان اس دنیا میں تن تنہا اپنے ایک کنوارے ملازم کے ساتھ بود و باش اختیار کیے ہوئے ہے، نوکر میں کنوارپن کے جراثیم کی بہتات ہونے کے باعث ہنڈیا، روٹی، چائے اور دودھ تک ان سے متاثر ہو جاتا ہے اور میں ان ہی اشیاء کو استعمال کرتا ہوں۔ میں محسوس کرنے لگا ہوں کہ میرے اندر ایک اچھے شوہر کی جس قدر بھی خصوصیات ہیں، وہ رفتہ رفتہ رخصت ہو رہی ہیں اور میں کنوارپن کے جراثیم آمیز ماحول میں رہتے رہتے بانجھ ہوتا جا رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے مسلسل خاموشی چھائی رہی۔

"کیا آپ میری بات سن رہے ہیں جناب؟" عمران نے رقت آمیز لہجے میں کہا اور پھر چونک کر بلیک زیرو کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جس نے اس کے ہاتھ سے ریسیور لے کر کریڈل پر رکھ دیا تھا۔

"بب... بات تو کر لینے دو بڑے بھائی۔"

"وہ تو پندرہ منٹ ہوئے فون بند کر چکے ہیں، کون بول رہا تھا؟" بلیک زیرو نے پوچھا۔

"سر سلطان۔" عمران نے جواب دیا۔ "تم یکایک کیوں اداس دکھائی دینے لگے کیا تم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہو کہ ہم دونوں ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔"

"وہ حادثات جن کا ابھی تک تذکرہ ہو رہا تھا۔" بلیک زیرو بڑبڑایا۔

"ہاں۔ سر سلطان کی گفتگو کا موضوع یہی تھا۔"

"کیا آپ نے کچھ اندازہ لگایا؟"

"ابھی تو نہیں، تم جانتے ہو اندازوں اور فال وغیرہ نکالنے کا کام میں صرف جمعرات کے دن ٹھیک بارہ بجے رات شروع کرتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے اس مسئلے کو یوں مذاق میں نہیں ٹالا جا سکتا۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔ جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

"کہیں جائیں گے کیا؟"

"ہاں، اور یہ مت دریافت کرنا کہ کہاں جاؤں گا۔" عمران نے مسکرا کر کہا۔ "کیونکہ سعادت مند فرزندان معاملات میں خاموش ہی رہتے ہیں۔"

"پھر بھی کچھ تو اشارتاً بتائیں۔" بلیک زیرو نے اصرار کیا۔

"اشارے بازی شریف آدمیوں کا شیوہ نہیں۔"

"مجھے بازوں کا شیوہ تو ہے۔"

"ہو گا۔ تم جلدی سے تیار ہو جاؤ ورنہ اسی طرح پاجامہ نما پتلون میں ہی گھسیٹ کر لے جاؤں گا۔" عمران غرایا اور پھر بلیک زیرو کے لیے اس کی بات ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا۔ وہ جلدی سے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

عمران چیونگم کا پیکٹ ٹٹول کر ایک پیس کو منتخب کرنے لگا۔ چیونگم کا ایک پیس منہ میں ڈال کر وہ صوفے پر دراز ہو گیا اور سوچنے لگا کہ ان وارداتوں کے پس منظر میں کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے اور وہ تخریبی ہاتھ ملک و ملت کو کس قسم کا نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔

سر سلطان نے پروفیسر ہارون کے مرنے کی جو خبر سنائی تھی اس سے معاملہ اور بھی سنگین ہو گیا تھا کیونکہ ایٹمی مرکز پر بیشتر دوسرے ملکوں کی نگاہیں جمی ہوئی تھیں ممکن ہے کوئی اس پلانٹ کو تباہ کرنا چاہتا ہو۔ اس نے فوراً ہی فون پر ایٹمی سنٹر کا نمبر ڈائل کیا۔ سلسلہ ملتے ہی اس نے مخصوص آواز میں کہا۔ "ایکسٹو۔"

"ڈائریکٹر آف اٹامک ریسرچ سنٹر۔ مارننگ سر۔ اینی سروس؟"

"میں چاہتا ہوں تم اپنے اسٹاف پر گہری نظر رکھو، اگر کوئی غیر معمولی بات محسوس کرو تو مجھے فوراً اطلاع دو۔ اس سلسلے میں بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے۔"

"یس سر۔ کیا کوئی خطرہ ہے؟"

"ممکن ہے... ہمیں ہوشیار رہنا چاہیے کیونکہ میں کسی سازش کی بو سونگھ رہا ہوں۔"

"یس سر۔ میں اپنی آنکھیں کھلی رکھوں گا۔ اینی مور سروس سر؟"

"نو تھینک یو۔" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

بلیک زیرو تیار ہو کر واپس آ گیا تھا۔ عمران کو ریسیور رکھتے دیکھ کر وہ چونکا کیونکہ اس کے چہرے پر سنجیدگی کے آثار تھے۔

"کس سے بات ہو رہی تھی؟" اس نے پوچھا۔

"تمہاری ہونے والی سسرال سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔" عمران نے متانت سے جواب دیا۔

"کیا رہا؟"

"جوزف کے لیے رشتہ مانگ رہے ہیں۔" عمران نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔ "سنا ہے ان لوگوں کا ارادہ ہے کہ ایک سیاہ روشنائی کا پلانٹ لگا لیں۔ جوزف غسل کرے گا اور استعمال شدہ پانی کو سربمہر شیشوں میں سیاہ روشنائی کے طور پر فروخت کیا جائے گا۔"

"خیال تو اچھا ہے۔ کیوں نہ اس بزنس کو خود ہی شروع کر لیں۔"

"بعد میں غور کروں گا، آؤ چلیں۔" عمران نے کہا اور باہر نکل آیا وہ اپنی کار کو نظر انداز کر کے گیراج کے اس حصے کی طرف بڑھ گیا جس میں ایک اسپیشل کار ہر وقت موجود رہتی تھی چند ہی لمحے بعد کار دانش منزل سے نکل کر سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

اس کی کار دارالحکومت سے نکل کر راج گڑھ جانے والی سڑک پر ہو لی، جیسے ہی گاڑی اس سڑک پر پہنچی بلیک زیرو چونک کر عمران کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "کہاں کا ارادہ ہے عمران صاحب؟" اس نے پوچھا۔

"صرف گھومنے کا ارادہ ہے۔ سُنا ہے پہاڑی آب و ہوا ہلکی ہوتی ہے کنوارپن کے جراثیم کیونکہ بھاری ہوتے ہیں اس لیے ان کی بلندی سطح سمندر سے زیادہ سے زیادہ دس فٹ بلند رہتی ہے جبکہ شادی کے جراثیم ہلکے ہونے کی وجہ سے پہاڑوں پر ہی ملتے ہیں۔"

"آج کل کچھ زیادہ ہی رُومانی ہو رہے ہیں؟"

"رُومالی۔" عمران چونکا۔ "کیوں مذاق کر رہے ہو۔ رومالی تو شلواروں اور پاجامے میں ڈالی جاتی ہے میں پتلون پہنتا ہوں اور وہ بھی لنڈے بازار کی۔"

"آپ سے کون دماغ لڑائے۔" بلیک زیرو نے مُنہ بنا لیا۔

"تم ناراض ہونے کی اداکاری کرتے ہو تو اس تیلی کی طرح لگتے ہو جس کی گائے کوئی موچی لے گیا ہو اور گائے کی کھال کھینچ کر جوتے بنانے لگا ہو۔"

"میں پوچھتا ہوں اس طرف جانے کا کیا مقصد ہے؟ اور پھر اس مخصوص کار کی ضرورت کیوں پیش آ رہی ہے؟"

"یوں ہی۔ اب کیا وضاحت کروں تم خود سمجھدار ہو۔"

"کیا ان حادثات نے آپ کی توجہ کھینچ رکھی ہے جو اس سڑک پر گزشتہ چار پانچ روز سے مسلسل ہو رہے ہیں؟"

"یہی سمجھ لو، تمہارا اُن کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"ڈائنامیٹ۔" بلیک زیرو بڑبڑایا۔

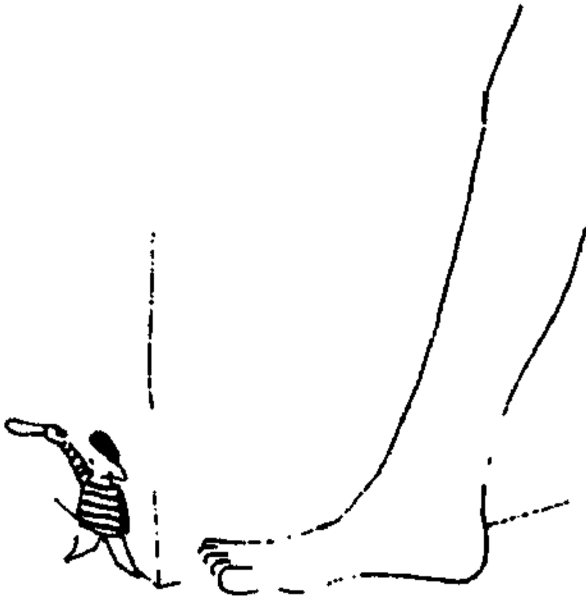
"وہ کیا تمہاری کھوپڑی میں فٹ ہے؟" عمران نے بوکھلا کر کہا اور کار عدم توجہی کے باعث لہرا گئی۔ عمران چونک کر دوبارہ اسٹیئرنگ کی طرف متوجہ ہو گیا ورنہ شاید گاڑی سڑک سے نیچے اُتر جاتی۔

"آپ کبھی کبھی کچھ زیادہ ہی بور کرنے لگتے ہیں۔"

"ہر حال میں صبر کرنا انسانی فرض ہے۔"

"لیکن صبر کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے۔"

"ہوتی ہے۔" عمران نے اطمینان سے سر ہلا کر فلسفیانہ لہجے



میں کہا۔ "جب ہو جائے گی سب کچھ خود ہی تم پر واضح ہو جائے گا۔"

"آپ اتنے دنوں سے کہاں غائب تھے؟"

"تلاشِ رشتہ۔" عمران نے ایک طویل سانس لے کر جواب دیا۔

"میرا خیال ہے اب شادی کر ہی ڈالیے۔ ایک یہی صورت ہے کہ آپ کا ذہن لغویات سے پاک ہو کر کسی صحیح نکتہ نگاہ کا حامل ہو سکے۔"

"حامل رقعہ ہذا۔" عمران کراہا۔ "اس لفظ سے میں بچپن ہی میں الرجک ہو گیا تھا، یوں لگتا ہے جیسے اچھا خاصا آدمی بلاوجہ ڈاکیے کے کام میں مصروف ہو گیا ہو، کیا ڈکشنری میں اس کا کوئی متبادل لفظ نہیں ہے؟"

"ہو سکتا ہے فی الحال تو یاد نہیں آ رہا۔"

"کامل کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"شاعری میں چل سکتا ہے اگر ضرورت محسوس ہو تو مصرع درست کرنے میں کام آ جائے گا۔ ذہن میں محفوظ رکھیں۔" بلیک زیرو نے اس کی باتوں کا ترکی بہ ترکی جواب دینا شروع کر دیا۔

"ارادہ ہو تو کوئی غزل چھیڑوں؟"

"بشرطیکہ میری کھوپڑی کا ساز نہ بجایا جائے۔"

"وہ تو ہو گا۔" عمران نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور یکایک خاموش ہو گیا جیسے کسی اچانک خیال نے اُسے پریشان کر دیا ہو۔

عمران کو سنجیدہ دیکھ کر بلیک زیرو بھی خاموش ہو گیا کیونکہ ایسے اوقات میں عمران کو چھیڑنا بن بُلائی موت کی آمد کے مترادف ہوتا وہ اس بات سے اچھی طرح آگاہ تھا اس لیے الجھن آمیز نگاہوں سے بار بار عمران کی طرف دیکھتا اور خاموش ہو جاتا۔

اس کا ذہن اچانک ہی ان حادثات کی طرف بھٹک گیا تھا جنھوں نے دارالحکومت میں کہرام برپا کر رکھا تھا۔

اخبارات نے ان خبروں کو اچھالنے کے لیے کچھ اس انداز میں

حاشیہ آرائی کی تھی کہ پبلک میں پولیس اور حکومت کے خلاف جذبات کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ بار بار حکام کو یادداشتیں بھیجی گئیں لیکن حکام بھی کیا کرتے؟

خود بلیک زیرو بھی ان حادثات سے پریشان تھا۔ اس نے عمران سے رابطہ قائم کرنے کی بہت کوشش کی تھی لیکن گزشتہ ایک ہفتے سے اس کی کوئی خبر نہ مل سکی، یہ بات بھی حیرت انگیز تھی کہ عمران اس طرف سے بے توجہی کا اظہار کر رہا تھا۔ اس نے اس روز ملاقات ہونے پر بھی ان حادثات پر کسی قسم کا تبصرہ نہیں کیا تھا یہی بات خاص طور سے بلیک زیرو کو الجھن میں مبتلا کر رہی تھی۔ اُدھر عمران نے سر سلطان سے گفتگو کی تھی، موضوع بلاشبہ یہی حادثات ہی تھے لیکن ان سے رسمی سی بحث کے علاوہ کوئی اور بات نہیں کی گئی۔

بلیک زیرو خاموش بیٹھا بور ہو رہا تھا۔

"جب ان حادثات کا علم ہوا تو اس سڑک کو بند کیوں نہیں کر دیا گیا؟" اس نے بیزار ہوتے ہوئے سکوت توڑا۔ "ان حادثات کے لیے آپ کس کو ذمے دار ٹھہرائیں گے؟"

"کسی کو نہیں، اس قسم کے لوگوں ہی کی تلاش ہے جو مرحوم لوگوں کے بال بچوں کی ذمے داری قبول کر لیں۔ اگر یہ مسئلہ حل ہو جائے تو کسی نہ کسی کو زبردستی ان حادثات کا ذمے دار ٹھہرا کر میں تو اگلے مہینے حج کے لیے روانہ ہو جاؤں گا۔"

"میرا خیال ہے آپ اس سلسلے میں کچھ زیادہ ہی بے پروائی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔" بلیک زیرو نے چڑ کر کہا۔ "شاید آپ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اس سلسلے میں خود آپ کو بھی کچھ نہیں معلوم۔"

"جیتے رہو، اب کی نا ایک کام کی بات۔" عمران خوشی سے اُچھلتا ہوا بولا۔ "اگر مجھے معلوم ہوتا تو اب تک میں نے کسی سرکس کی ملازمت قبول کر لی ہوتی۔"

"سرکس کی ملازمت؟" بلیک زیرو نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔ بازی گری ایک ایسا پیشہ ہے جس سے قبض کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔ اس مرض کے دور ہوتے ہی ذہن معدے سے نکل کر اپنے مقام پر پہنچ جاتا ہے اور اچھی طرح کام بھی کرنے لگتا ہے یہی وجہ ہے کہ میں تین ماہ سے فاقہ کشی کرنے کی سوچ رہا ہوں۔"

"سوچ رہے ہیں کر گزرتے تو کوئی بہتر نتیجہ ہی برآمد ہو جاتا۔"

عمران نے خلافِ توقع بات بڑھانے کی بجائے خاموشی اختیار کر لی۔ کار کی رفتار اس وقت ساٹھ سے زیادہ تھی، عمران کی نگاہیں بار بار اس میٹر پر مرکوز ہو جاتی تھیں جو اسپیڈو میٹر کے برابر میں لگا ہوا تھا۔۔۔ ایک پارہ رنگ کی سوئی غیر متحرک دکھائی دیتی تھی۔

بلیک زیرو سمجھ گیا کہ وہ ڈائنامیٹ کی دیکھ بھال کر رہا ہے، مخصوص کار اس لحاظ سے نہایت اہم تھی کہ اس پر ڈائنامیٹ اثر انداز نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر کسی جگہ خطرناک، آتش گیر یا دھماکا خیز چیز پوشیدہ ہوتی تو کار کا مخصوص میٹر ایک فرلانگ کے فاصلے پر اشارہ دے سکتا تھا۔

اس نے بھی بار بار اُسی میٹر کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

دفعتاً عمران نے کار روک دی۔

سوئی غیر متحرک تھی ایک اور سوئی متحرک ہو گئی تھی۔ یہ خطرے کی علامت ہی تھی۔ بلیک زیرو چونک کر عمران کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کے چہرے پر دبے دبے جوش کے تاثرات تھے۔

"کوئی خاص بات؟" اس نے پوچھا۔

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ "آؤ، نیچے آ جاؤ۔"

وہ گاڑی سے اترے اور پیدل ہی آگے بڑھ گئے۔ عمران نے ایک خاص آلہ بھی ساتھ لے لیا تھا۔ اس سے دھماکے سے پھٹنے والی آتش گیر اشیاء کا بہ آسانی سراغ لگایا جا سکتا تھا۔

بلیک زیرو نے محسوس کیا کہ عمران خلافِ توقع کچھ زیادہ ہی خاموش اور چپ چاپ سا ہے۔ ممکن ہے اس کی وجہ کام کی نوعیت رہی ہو لیکن بلیک زیرو کو شبہ تھا کہ وجہ کچھ اور ہی ہے۔ وہ وجہ کیا تھی اس کا تعین کم از کم بلیک زیرو کے لیے تو ممکن نہ تھا کیونکہ عمران کی رنگا رنگ فطرت کے تمام پہلو ابھی کھل کر سامنے نہیں آئے تھے۔

وہ دیر تک اِدھر اُدھر گھومتے رہے لیکن ڈائنامیٹ نام کی کسی چیز کا سراغ ملنا تھا نہ ملا۔ مایوس ہو کر وہ دوبارہ کار کے قریب آ گئے۔ عمران کے چہرے پر دبے دبے جوش کے تاثرات اُبھرے تفکر کی سلوٹوں میں ڈھل گئے اور آنکھیں بجھ سی گئیں۔

کار کے قریب رک کر اس نے بلیک زیرو کی طرف دیکھا "کیا خیال ہے طاہر؟"

"کس سلسلے میں جناب؟" بلیک زیرو نے دریافت کیا۔

"میرا خیال ہے ڈائنامیٹ کا امکان تو نہیں ہے پھر کیا چیز ہو سکتی ہے۔ کچھ نہ کچھ آس پاس ضرور ہے۔ ہم اگر کار پر سوار ہو کر نصف میل آگے بڑھ جائیں تو ہماری گاڑی مع علی عمران اور اس کی ڈگریوں کے ٹکڑوں میں تبدیل ہو جائے گی۔"

"تو پھر بسم اللہ کیجیے۔"

"فی الحال تو خیالی داڑھی پر ہاتھ پھیر کر الحمدللہ ہی کہنا چاہیے آؤ میں آگے ضرور بڑھنا چاہتا ہوں۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"

"لیکن مجھے تو واپسی کی اجازت ہی دیجیے۔"

"ساٹھ مینے مرنے کا وعدہ بھول گئے" عمران نے پلکیں جھپکا کر کہا۔

"اس کے لیے جبڑا ان پیدا ہونا شروع ہوتا ہے عمران صاحب جب تک جبڑا ان نہ ہوں، ساٹھ مرنا ایک عجیب سی بات ہو گی" بلیک زیرو نے خالص فلسفیانہ انداز میں بالکل عمران کی نقل اتاری۔ عمران کچھ نہ بولا۔

کار ایک بار پھر آگے بڑھ گئی۔ عمران نے ڈیش بورڈ کے قریب ایک بٹن کو دبا دیا پھر عقبی نشست سے نکال کر جوتوں کے نیچے ایک خاص تہ چڑھا لی، بلیک زیرو نے بھی اس کے اشارے پر ایسا ہی کیا۔ عمران کے چہرے پر اب کسی حد تک اطمینان جھلک رہا تھا۔

"ارے یہ کیا؟" بلیک زیرو اچھل پڑا۔

"کیا بات ہے؟" عمران بھی بوکھلا گیا۔

"مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے بدن پر چیونٹیاں سی سرسرا رہی ہوں"

"بچپن میں شکر زیادہ کھالی ہوگی" عمران نے بے پروائی سے کہا۔ بلیک زیرو کو اس بے توجہی پر بہت تاؤ آیا لیکن وہ عمران کی آنکھوں میں تشویش کی جھلک واضح طور پر دیکھ چکا تھا اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ خود بھی اسی کیفیت کا شکار ہے۔

عمران نے چند لمحوں کے بعد ڈیش بورڈ کے ایک اور بٹن کو دبا دیا۔ کار کے نچلے حصے پر ایک چادر سی پھیلتی چلی گئی۔ اگلے ہی لمحے میٹر کی سوئی بُری طرح تھرتھرانے لگی۔ وہ چونک کر رہ گیا۔ گاڑی چند لمحے پھسلتی رہی پھر ساکت ہو گئی۔ پہیوں کی رگڑ سے انھیں اندازہ ہو گیا کہ ٹائر ساتھ چھوڑ گئے ہیں۔

عمران نے پلٹ کر دیکھا اور ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

"لو بھیا، ٹائر تو پگھل گئے۔ اب اپنی باری ہے" اس نے کراہ کر کہا۔ بلیک زیرو نے پلٹ کر دیکھا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ عقب میں سڑک پر دو گہرے سیاہ رنگ کی لکیریں دکھائی دے رہی تھیں یہ وہیل کے گھسنے اور ٹائروں کے پگھلنے سے پیدا ہوئی تھیں۔

"ارے یہ تو واقعی پگھل گئے" بلیک زیرو نے حیرت سے کہا "یہ سب کیسے ہوا عمران صاحب۔ میری تو عقل حیران ہے"

"کیا تمھارا بدن اب بھی ٹوٹ رہا ہے؟"

"نہیں۔ لیکن۔۔۔"

"پروا نہ کرو۔ چلو نیچے اتر چلو"

"لیکن عمران صاحب۔۔" بلیک زیرو ہچکچایا۔

"کیا بات ہے؟" عمران غرایا۔

"پلاؤ جبہ موت کے منہ میں کودنا حماقت ہے۔"

"کیا تم نے مجھ سے کوئی عقلمندی سرزد ہوتے دیکھی ہے؟" عمران نے زہرخند سے کہا۔ بلیک زیرو کو فوراً ہی احساس ہوگیا کہ وہ وقتی طور پر حواس کھو جانے کی وجہ سے یہ بھی بھول گیا کہ اس وقت وہ عمران کے ساتھ ہے، اسی عمران کے ساتھ جو بذاتِ خود ایک ناقابلِ فہم اور پُراسرار ہستی ہے۔

اس نے خاموشی سے دروازہ کھولا اور کار سے اتر گیا۔

پلاٹینم آمیز دھات کی تہ جوتوں کے نیچے ہونے کی وجہ سے وہ محفوظ رہے، ورنہ ان کے جوتوں کا بھی وہی حشر ہوتا جو اس سے قبل ٹائروں کا ہو چکا تھا۔

عمران نے سڑک پر پہنچتے ہی ربر کا ایک تھیلا جیب سے برآمد کیا پھر اس تھیلے سے ربر کے دستانے نکالے اور ربر کی ایک گڑیا تھیلے سے نکال کر سڑک پر پھینک دی گڑیا ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں سیال بن گئی۔ پھر کچھ دیر بعد وہ سیال بھی بھاپ بن کر غائب ہوگیا۔

"یا مظہر العجائب۔۔" عمران بڑبڑایا "یہ سڑک آسیبی محسوس ہوتی ہے۔"

"اسے آسیبی شاہراہ کہیں عمران صاحب، میں نے تو اپنی زندگی میں اس قدر تحیر خیز مناظر نہیں دیکھے۔ نہ جانے کیا معاملہ ہے۔"

جیب سے گھڑی نکال کر عمران نے گھڑی کی چابی کو باہر کھینچ لیا۔ سیکنڈ کی سوئی نے فوراً ہی قطب نما کا کام شروع کر دیا بارہ کے ہندسے پر این کا انگریزی حرف روشن دکھائی دینے لگا۔ گویا ابھی گھڑی سمت نما کا کام کر رہی تھی۔

عمران نے تھیلے سے ایک اور گڑیا نکال کر سڑک پر پھینک دی۔ اس کا بھی بالکل وہی حشر ہوا جو اس سے پہلے والی گڑیا کا ہو چکا تھا "آؤ پیارے اس سڑک پر کبڈی کا ایک راؤنڈ ہو جائے" عمران نے چہک کر کہا۔

"میں اس وقت شدید الجھن میں ہوں" بلیک زیرو بڑبڑایا۔

"لیکن میں تو تمہاری جنس میں کسی قسم کی تبدیلی محسوس نہیں کر رہا" عمران نے حیرت سے کہا "میرا خیال ہے نخرے بازی چھوڑو۔ آؤ ایک راؤنڈ ہو ہی جائے۔ دراصل اس طرح ایک بات کا اچھی طرح سے اندازہ ہو جائے گا کہ میں ایک ہی ہنٹی میں تمہارے چھکے اڑا سکتا ہوں یا نہیں۔"

"کیا آپ یہ اندازہ لگانے کے لیے ہی مجھے یہاں لائے ہیں؟"

"در یں چہ شک"

"تو پھر، مجھے تو معاف رکھیے میں اس تجربے کی بھینٹ چڑھنے کے لیے تیار نہیں" بلیک زیرو نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا "اگر ارادہ ہو تو خود ہی قلابازی کھا کر اپنا حشر ملاحظہ فرمائیں۔"

"تم بھی کس قدر احمق ہو" عمران بڑبڑایا "خیر تم نہ سہی، دیکھا جائے گا" اس نے بے پروائی سے کندھے جھٹکے اور شمال کی سمت دیکھنے لگا۔ وہ سڑک کا نشیب تھا۔ کھنڈرات، اونچی اونچی چٹانوں اور کھڈوں کا ایک طویل سلسلہ تھا جو حدِ نظر تک دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے بعد بلند و بالا پہاڑوں کی چوٹیاں تھیں۔

عمران کی نگاہیں نشیب کے ایک خاص حصے پر مرکوز تھیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ چونکا۔ اس نے ایک طرف سے سورج کرنیں منعکس ہوتے دیکھی تھیں۔ اس نے بلیک زیرو پر ایک اچٹتی سی نگاہ ڈالی اور بڑبڑایا "ٹیلی اسکوپ"

"آپ ٹیلی اسکوپ کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ کیا ہماری نگرانی ہو رہی ہے؟" بلیک زیرو نے تشویش سے پوچھا۔

"ہاں پیارے اسی لیے تو کہہ رہا ہوں کہ ہو گئے وارے نیارے یار تم شکر نہیں کرتے اس ویرانے میں کوئی شریف آدمی ہماری نگرانی کر رہا ہے اور کوئی ہوتا تو اپنے کام سے کام رکھتا لیکن بھلا ہو صاحب کچھ لوگ تو حاتم طائی کو بھی مات کر گئے۔"

"آپ غالباً کچھ زیادہ ہی غیر سنجیدہ ہیں" بلیک زیرو نے منہ بنا کر کہا اور دل ہی دل میں اس گھڑی کو کوسنے لگا جب وہ عمران کے ساتھ اس طرف روانہ ہوا تھا لیکن اب تو اوکھلی میں سر دے ہی دیا تھا، موصلوں سے کیا ڈرنا۔

"ممکن ہے اس کی دوسری وجہ ہو" عمران کچھ سوچ کر بڑبڑایا۔

"وہ کیا؟" بلیک زیرو نے بے ساختہ پوچھا پھر سختی سے منہ بند کر لیا۔

"ممکن ہے دیکھنے والے کی نگاہ کمزور ہو، کچھ اندھے بھی دوربین سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ رات ہو رہی ہے دلچسپی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیوں نہ اس اندھے کے ہاں ہی مہمان بن کر رہیں۔"

"جو جی میں آئے کریں۔ میں بھلا کیوں ٹوکنے لگا۔"

"یار تم بھی عجیب آدمی ہو، ایڈونچر ایک عرصے بعد ہاتھ لگا ہے اور تم بار بار یوں منہ بنا رہے ہو جیسے ابکائیاں آ رہی ہیں، آخر کیا وجہ ہے؟" عمران نے اسے زچ ہوتے دیکھ کر دریافت کیا۔

"کیا عرض کروں، جب تک حالات واضح نہیں، کیا

کہہ سکتا ہوں۔"

"گویا مشورے محفوظ رکھنا چاہتے ہو۔ خیر بھائی! آؤ، اب کار کی طرف چلیں۔"

"کیا ارادے ہیں؟"

"کم از کم رفو چکر ہونے کا کوئی ارادہ نہیں۔" عمران بڑبڑایا۔ "دیکھنا پڑے گا کہ یہاں یار لوگوں نے کیا کھڑاگ پھیلا رکھا ہے۔"

دونوں خاموشی سے کار کی طرف بڑھنے لگے۔ عمران کی چال کی کیفیت اس بات کا اشارہ کر رہی تھی کہ کوئی خطرہ آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس نے بے پروائی سے کندھے جھٹکے اور کار کی طرف بڑھتا رہا۔

کار کے قریب پہنچ کر اس نے وہیل کا جائزہ لیا۔ چاروں وہیل سڑک سے لگے کھڑے تھے۔ اگر کار کے نچلے حصے میں وہ چادر نہ رہی ہوتی تو یقیناً اس کار کا حشر بھی دوسری کاروں سے مختلف نہ ہوتا۔

عمران دروازہ کھول کر کار میں بیٹھ گیا۔

بلیک زیرو نے بھی اس کی تقلید کی۔ اب اس کے چہرے پر الجھن کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ اس نے عمران کی طرف دیکھا۔ "میرا خیال ہے نگرانی کرنے والا اسی طرف آئے گا۔"

"ہاں۔ اور ہمیں اس سے پہلے ہی کچھ کام دکھانا چاہیے۔ یہی کہنا چاہتے ہو نا؟" عمران نے کہا اور پھر کار کے ایک مخصوص خانے کو کھول کر مشین گن کے پارٹس نکال لیے۔ "سو میں نیچے اترتے ہی اس بٹن کو آف کر دوں گا۔" وہ بولا۔

"ضرور کر دیں۔ لیکن گاڑی تباہ ہو جائے گی۔" بلیک زیرو نے مسکرا کر کہا۔

"میرا بھی یہی ارادہ ہے۔ ادھر سے آؤ۔" عمران نے اُسے اشارہ کیا اور نیچے اتر گیا اس نے نیچے اترتے ہی کھینچ کر بلیک زیرو کو بھی اتار دیا اور پھر جیب سے ربڑ کی ایک گیند نکال کر سڑک پر پھینک دی جو فوراً ہی پگھل گئی۔

عمران نے اثبات میں سر ہلایا اور بلیک زیرو کو سڑک کے مخالف رُخ اترنے کا اشارہ کیا اور پش بٹن پر انگلی رکھ دی۔

بلیک زیرو جیسے ہی سڑک سے اُترا، عمران نے بٹن دبا دیا۔ ہلکی سی سرسراہٹ ہونے لگی۔ نیچے لگی ہوئی دھاتی چادر سرک رہی تھی۔ عمران نے پھرتی سے نشیب میں چھلانگ لگا دی۔

ابھی وہ بلیک زیرو سے چند ہی قدم دور تھا کہ ایک ہولناک دھماکا ہوا۔ پھر کار کے چیتھڑے اڑتے دکھائی دیے۔ دھماکا اس قدر خوفناک تھا کہ کئی سیکنڈ تک تو ان کے کانوں میں سیٹیاں سی بجتی رہیں۔

"بہت خوبصورت شیر ہے۔ بالکل اصلی لگتا ہے۔ تم نے اسے کہاں سے حاصل کیا؟"

"ہندوستان سے... جہاں میں اور میرے چچا جان شکار کی ایک مہم پر گئے ہوئے تھے۔"

"خوب... اور شیر کی کھال میں کیا بھرا ہوا ہے؟"

"چچا جان۔"

اب کار کا سڑک پر نام و نشان تک نہیں تھا۔

بلیک زیرو نے حیرت سے اس حصے کی طرف دیکھا جہاں ان کی قیمتی کار چند لمحے پہلے موجود تھی۔ پھر ایک طویل سانس لے کر عمران کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"بدنصیب کار سواروں کا بھی یہی حشر ہوتا ہوگا۔" وہ بڑبڑایا۔

"ہاں۔ اور اب تم یہ کوہان چھپا لو ورنہ کسی کی نگاہ پڑ گئی تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔" عمران نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر اس کی کھوپڑی کو نیچے دبا دیا۔ بلیک زیرو نیچے بیٹھتا چلا گیا۔

عمران نے سڑک سے حتی الامکان دور ہونے کی کوشش کی تھی بالآخر وہ ایک محفوظ جگہ پہنچ گئے۔ اس دوران بلیک زیرو اور وہ جھکے جھکے چلتے رہے۔ کار سے وہ ایک بیگ اور کافی ایمونیشن لیتے آئے تھے۔ بیگ میں ایک طاقتور شیشوں والی دُوربین بھی تھی۔ عمران نے دُوربین نکالی اور سڑک کا جائزہ لینے لگا۔

سڑک کی دوسری جانب کیا ہو رہا تھا۔ اس کی تو انھیں خبر نہ ہو سکی۔ عمران سڑک کے اس حصے کا جائزہ لے رہا تھا جہاں کچھ دیر قبل اُن کی کار کھڑی تھی۔ دُوربین سے سڑک کا وہ حصہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ سورج غروب ہو رہا تھا لیکن ابھی اس قدر روشنی تھی کہ سڑک کا ایک ایک حصہ ان کی نظر میں تھا۔

عمران نے سڑک سے نیچے اترنے سے قبل ہی اس مقام کا جائزہ لے لیا تھا جہاں کوئی شخص چھپا سڑک کے اس مخصوص حصے کی نگرانی کر رہا تھا۔

"اچھی خاصی کار تباہ ہو گئی۔" بلیک زیرو بڑبڑایا۔

"اور اگر ہم دونوں بھی ٹکڑوں میں تبدیل ہو گئے ہوتے تو؟"

"لیکن کار کو بچایا جا سکتا تھا۔"

"ہاں، پھر اپنی گردنوں کو کٹوایا بھی جا سکتا تھا۔" عمران نے

غرّا کر کہا۔
"میری سمجھ میں تو ابھی تک کچھ نہیں آیا"۔
"یہاں کوئی مالش کرنے والا دستیاب نہیں اگر تم چاہو تو میں چند ہاتھ رسید کر کے کھوپڑی کو ورکنگ آرڈر میں کر دوں"۔ عمران نے پُرخلوص لہجے میں کہا اور دُوربین سے دوبارہ سڑک کا جائزہ لینے لگا۔
"نگرانی کرنے والا سڑک سے کتنے فاصلے پر ہے؟" بلیک زیرو نے پوچھا۔
"دو فرلانگ کے لگ بھگ"۔
"ابھی تک تو کوئی ظاہر نہیں ہوا؟"
"ہو جائے گا۔ چراغ رگڑ دیا ہے، آگے آگے دیکھو، یار سیاہ صفر ایک بات تو بتاؤ، کیا واقعی چراغ رگڑنے سے جن حاضر ہو جاتا ہے؟"
"معلوم نہیں"۔ بلیک زیرو مسکرا کر بولا... کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ عمران اس وقت تک بیکار باتوں میں مصروف رہے گا جب تک سڑک پر کوئی دکھائی نہیں دیتا۔
رفتہ رفتہ روشنی کی جگہ تاریکی پھیل رہی تھی۔ عمران نے ایک طویل سانس لے کر منہ چلایا۔
"کیا پروگرام ہے؟" بلیک زیرو نے پوچھا۔
"اٹھو"۔
عمران تیزی سے سڑک کے متوازی آگے بڑھنے لگا اس کی رفتار انتہائی تیز تھی۔ اگرچہ بلیک زیرو بھی کم پھرتیلا نہ تھا تاہم عمران بالکل بندر کی طرح اچکتا ہوا ان اونچی نیچی راہوں پر آگے بڑھ رہا تھا۔ "میرا خیال تھا، سڑک کی طرف آنے والے کو ٹھکانے لگا دیا جاتا"۔ اس نے خیال آرائی کی۔
"نہیں۔ یہ حماقت ہوگی"۔ عمران بولا۔
"پھر آپ کیا کریں گے؟"
"میرا ارادہ ہے، پہلے ان کی کمین گاہ کا جائزہ لیا جائے"۔ عمران نے کہا۔
"آپ کو یقین ہے کہ نگرانی کرنے والا تنہا ہی ہوگا؟"
"یہ تم نے کس طرح اندازہ لگایا؟" عمران نے رک کر اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر بلیک زیرو کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جو اس سوال کے سنتے ہی الجھن میں پڑ گیا تھا۔ عمران کی نگاہیں مسلسل سڑک کے اس حصّے کی طرف لگی رہیں، جہاں ان کی کار کو حادثہ پیش آیا تھا۔
"دراصل میں ان لوگوں کی کمین گاہ کی طرف سے الجھن میں پڑ گیا ہوں۔ یہ ضروری تو نہیں کہ وہاں ایک ہی آدمی ہو"۔ بلیک زیرو نے خدشہ ظاہر کیا۔
"پروا نہ کرو، ہم بھی گیارہ ہیں"۔
"اس میں کیا شک ہے بلکہ آپ تنہا ہی ایک درجن ہیں"۔
بلیک زیرو مسکرایا مگر اس کی مسکراہٹ معاً دم توڑ گئی، کیونکہ عمران نے اس کی کھوپڑی پر ہاتھ مار کر اسے نیچے کر دیا تھا، خود عمران بھی پیٹ کے بل زمین پر لیٹ گیا۔ دوربین کے شیشوں میں سڑک کا واضح منظر تھا۔ مگر اب اُسے ایک سایہ سا متحرک دکھائی دے رہا تھا۔
"لو بھائی ایک تو آیا"۔ عمران بڑبڑایا۔ "اور اس کے پیچھے دوسرا بھی ہے"۔
"اسے اڑا دوں؟" بلیک زیرو نے کہا۔ وہ اس مسلسل خاموشی سے بیزار ہو گیا تھا اس لیے چاہتا تھا کہ کچھ دھائیں دھوئیں شروع ہو جائے۔
"جان رامبو بننے کی کوشش نہ کرو، ہم ان لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے"۔
"ابھی تک پولیس نے اس علاقے کا محاصرہ کیوں نہیں کیا؟"
"علی عمران کی مرضی"۔ عمران نے مسکرا کر جواب دیا۔
"اوہ، تو گویا آپ پہلے ہی حادثے کے بعد اس طرف متوجہ ہو گئے تھے"۔
"میں عموماً ایسا ہی کرتا ہوں"۔ عمران نے دوربین سے اُن آدمیوں کو سڑک پر گھومتے دیکھا اور بڑبڑایا۔ "دونوں مقامی دکھائی دیتے ہیں"۔ بلیک زیرو خاموش رہا۔ اس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔
سڑک پر موجود دونوں آدمی اچھے جسم اور قد و قامت کے مالک تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ٹامی گنیں تھیں۔ وہ اِدھر اُدھر گھومتے ہوئے غالباً یہ جائزہ لے رہے تھے کہ کہیں اس حادثے کے پیچھے کوئی چال تو مخفی نہیں ہے؟
"آؤ"۔ عمران نے کہا اور تیزی سے سڑک کی طرف رینگنے لگا۔
اس وقت تک خاصا اندھیرا ہو گیا تھا اس لیے انھیں سڑک پار کر کے دوسری جانب نشیب میں اترتے ہوئے دیکھنا آسان نہیں تھا۔ سڑک پر پہنچ کر ایک بار پھر عمران نے ربر کی کوئی چیز پھینکی تو اس بار کوئی ردِ عمل ظاہر نہ ہوا۔
گویا سڑک سے وہ پُراسرار قوت ختم کر دی گئی تھی جو ربر کو فی الفور تحلیل کر دیتی تھی۔ وہ آواز پیدا کیے بغیر دوسری جانب اترتے چلے گئے۔
شمالی حصّہ انتہائی مخدوش اور سڑک کے مخالف نشیب کی نسبت زیادہ دشوار گزار اور کھنڈر نما تھا۔ عمران اور بلیک زیرو نے سڑک سے اترتے ہی جوتوں سے وہ مخصوص تہ ختم کر دی تھی۔ جس کے باعث وہ خود کو محفوظ رکھنے میں کامیاب ہوئے تھے۔

"ذرا تیزی سے چلو" عمران نے سرگوشی کی تو بلیک زیرو نے رفتار بڑھا دی۔

عمران اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ الجھے ہوئے ذہن کی وجہ سے وہ بار بار چند قدم پیچھے رہ جاتا۔ کبھی کبھی اسے ٹھوکر بھی لگتی لیکن بروقت سنبھل جانے کی وجہ سے چوٹوں سے محفوظ رہا ورنہ کوئی عجب نہ تھا کہ گر کر ہاتھ پاؤں ہی تڑوا بیٹھتا۔

ایک جگہ ٹھہر کر عمران نے پھر سڑک کا جائزہ لیا۔ دونوں سائے، اس وقت بھی سڑک پر ٹہل رہے تھے۔

"میرا خیال ہے، وہاں اور لوگ بھی ہوں گے" بلیک زیرو نے کہا۔

"یہ کسی منظم گروہ کی سرگرمیوں کا اکھاڑہ ہے پیارے آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا" عمران کے لہجے کی شگفتگی لوٹ آئی۔ لیکن اس کے باوجود اس نے زبان کو بے لگام نہیں ہونے دیا۔

عمران اس وقت اندازے سے اس طرف بڑھ رہا تھا جہاں اس نے دوربین کا چمکتا ہوا شیشہ دیکھا تھا۔

دفعتاً وہ ٹھٹکا۔

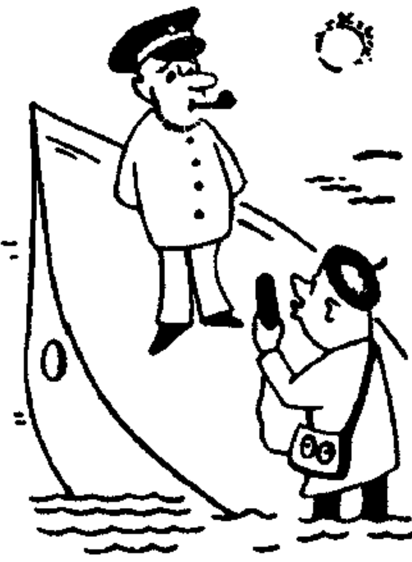
بلیک زیرو بھی کھڑا ہو گیا۔ اس کی سماعت سے کسی کے باتیں کرنے کی آواز ٹکرا رہی تھی۔ اس نے عمران کی طرف دیکھا جو کسی شکاری کتے کی مانند چاق و چوبند دکھائی دے رہا تھا۔ "کون ہو سکتا ہے؟" بلیک زیرو نے سرگوشی کی۔

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے، ذرا چونچ سنبھال کر رکھو" عمران کی سرگوشی انتہائی سرد تھی۔ بلیک زیرو خاموش ہو گیا۔

اس سے قبل وہ عمران کے شانہ بشانہ کئی خطرناک مہموں میں حصہ لے چکا تھا اور اس نے ہمیشہ ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ اس کے قدم ایک بار بھی نہیں لڑکھڑائے لیکن اس عجیب و غریب کیس نے اسے شدید الجھن میں ڈال دیا تھا۔

بات تھی بھی الجھن والی، یکایک ایک ایسی سڑک آسیبی ہو گئی تھی جہاں سے راج گڑھ جانے والوں کے قافلے ہمیشہ گزرتے رہتے تھے اور اچانک ہی کاریں اور ان کے سوار دھماکے کے ساتھ ٹکڑے ہونے لگے۔ وہ سوچتا رہا مگر جب کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو اس نے ذہن کو جھٹک دیا۔

وہ الل ٹپ فکر اس کے ذہن کو الجھا کر دیگر صلاحیتیں زائل کیے دے رہی تھی۔ عمران جہاں کا تہاں دبک گیا تھا۔ بلیک زیرو بھی اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ اس وقت وہ ایک چھوٹی سی چٹان کے ایک طرف تھے۔



"آئندہ تمہارے منصوبے کیا ہیں کپتان؟"

کسی کے گفتگو کرنے کی آوازیں دوسری جانب سے آرہی تھیں۔ دوسری طرف دو آدمی تھے۔ زبان سے فوراً ہی محسوس ہو گیا کہ وہ مقامی ہیں۔ لہجے اور اندازِ گفتگو سے فی الفور اندازہ ہو گیا کہ ان کا تعلق شرفاء سے کسی طور بھی نہیں ہے۔

اس وقت وہ سڑک سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھے جبکہ عمران کا خیال تھا کہ دوربین سے منعکس ہونے والی کرنیں دو فرلانگ سے زائد فاصلے سے اسے دکھائی دی تھیں۔

ممکن ہے یہ کوئی حفاظتی چوکی ہو، عمران نے سوچا اور اُن لوگوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"نہ جانے وہ ابھی تک کیوں واپس نہیں آئے؟" ایک کی آواز سنائی دی۔

"ممکن ہے کار میں کوئی لڑکی رہی ہو" دوسرے نے ہنس کر کہا۔

"لڑکیاں تو اس سڑک پر بہت دکھائی دیتی ہیں مگر کیا کریں مجبوری ہے" پہلے نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"مگر کچھ نہ کچھ تو ہونا چاہیے" دوسرا بولا۔

"چھوڑو ان باتوں کو مجھے ان دونوں کی فکر لاحق ہو رہی ہے"

"اس میں فکر مند ہونے کی کیا بات ہے؟"

"وہ کار فوراً ہی دھماکے سے پھٹ کیوں نہیں گئی تو؟" ایک نے پُرتشویش لہجے میں کہا "مجھے تو کوئی چکر محسوس ہوتا ہے"

"بلا وجہ ذہن کو اندیشوں کا گھر نہ بناؤ۔ نمبر دو اور پانچ کو اشارہ دے دینا چاہیے تھا" دوسرے نے جواب دیا "چند منٹ اور انتظار کر لو۔ پھر ایک راؤنڈ لگا کر دیکھ لینا۔ ممکن ہے کوئی اور ہی چکر ہو"

"نمبر دو عورتوں کے معاملے میں ٹھیک نہیں ہے" بھاری لہجے والے شخص نے قہقہہ لگا کر کہا "میں اسے ایک عرصے سے جانتا ہوں"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن بیچارے وہ کس قدر بے جگر آدمی ہے"۔

"ہاں، اس میں شک نہیں کہ وہ اس معاملے میں اَن اپوز ہے"۔

عمران نے بلیک زیرو کو اشارہ کیا کہ وہ چٹان کے دوسرے رُخ سے ان لوگوں کی طرف آئے اور خود وہ بے آواز چلتا ہوا دوسری جانب بڑھ گیا۔ چٹان کے کنارے پہنچ کر عمران نے مشین گن سنبھالی اور دبک کر آہٹ لینے لگا۔۔۔ وہ حسب سابق گفتگو میں یوں مصروف تھے جیسے انھیں اس سارے علاقے میں کسی اور کی موجودگی کا احساس تک نہ ہو۔ کچھ دیر بعد اس نے دوبارہ جھانک کر دیکھا اور جلدی سے گردن کھینچ لی۔

دو آدمی، جن میں سے ایک ریچھ جیسے قد و قامت والا تھا جبکہ دوسرا قدرے دُبلا پتلا تھا۔ وہ اس کے پہلو میں کھڑا تھا اور دونوں چٹان سے ٹیک لگائے باتوں میں مصروف تھے عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اگر وہ اس طرح باتوں میں مصروف نہ ہوتے تو یقیناً عمران اور بلیک زیرو کے قدموں کی آہٹ سن کر چونک پڑتے۔ ان کی گفتگو سے عمران کو معلوم ہو گیا کہ ان کے دو آدمی کار کی طرف گئے ہیں جن کی وجہ سے یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ سب ایک منظم گروہ کے افراد ہیں اور ان کی تعداد بھی خاصی ہے۔

"کیا برانڈی ہے؟" ایک نے کہا۔ "لاؤ ایک گھونٹ تو دو"۔

"شیشی تو خالی ہو گئی۔ میرا خیال ہے میں بوتل یہیں لے آتا ہوں"۔ دوسرے نے کہا اور ٹامی گن سنبھالتا ہوا ایک طرف چلا گیا۔ عمران نے ایک طویل سانس لی کیونکہ وہ بلیک زیرو کی سمت جانے کی بجائے اس کے مخالف رُخ گیا تھا۔

عمران اس تنہا شخص کی طرف رینگنے لگا، جو اپنے ساتھی کے جاتے ہی ایک مقبول فلمی نغمہ گنگنانے لگا تھا۔

بلیک زیرو خاموش کھڑا چٹان کی اوٹ سے اس شخص کو جاتے دیکھ رہا تھا جس نے کچھ دیر قبل شراب کی بوتل لانے کے لیے کہا تھا۔ اس کے ہٹتے ہی وہ چونک پڑا۔ اس نے عمران کو تیزی سے اس سائے کی طرف بڑھتے دیکھ لیا تھا جو چٹان سے ٹیک لگائے بآوازِ بلند نغمہ سرائی کر رہا تھا۔

اچانک اس کی آواز دب کر رہ گئی۔ گیت کا آخری بول کراہ میں تبدیل ہو گیا اور وہ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح نیچے آ رہا۔

بلیک زیرو لپک کر باہر نکلا اور عمران کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا خیال ہے فرزند؟" عمران نے سرگوشی کی۔

"ٹھیک ہے ہاتھ اچھا ثابت ہوا"۔ بلیک زیرو مسکرایا۔

"تم اس کی چوٹ کا معائنہ کرو، میں ذرا دوسرے کو شراب کی ایک بوتل دے کر آتا ہوں"۔ عمران نے کہا اور بلیک زیرو کو وہیں چھوڑ کر تیزی سے اس طرف روانہ ہو گیا جدھر وہ شخص گیا تھا۔

وہ شخص بے پروائی سے ایک طرف جا رہا تھا۔

عمران بالکل سائے کی طرح اس کے تعاقب میں چل رہا تھا۔ ہلکی سی آواز بھی پیدا نہیں ہو رہی تھی حالانکہ اندھیرا چھا گیا تھا تاہم وہ شخص یوں چلا جا رہا تھا جیسے اس علاقے کے چپے چپے سے واقف ہو۔

اس وقت وہ ایک ایسے راستے پر چل رہے تھے جس کے دونوں طرف چٹانوں کا سلسلہ تھا۔ وہ کوئی پگڈنڈی تھی یا پھر کسی ندی کا خشک پاٹ۔ عمران اس کا اندازہ تو نہیں لگا سکا۔ البتہ اُسے یقین ہو گیا کہ اس راستے سے کار کے ذریعے سفر ممکن نہیں۔ راستہ پُرپیچ تھا اور جابجا کنکر بکھرے ہوئے تھے۔ عمران اسی کوشش میں تھا کہ کسی پتھر سے ٹھوکر نہ لگنے پائے، ورنہ کچھ عجب نہ تھا کہ وہ شخص متوجہ ہو جاتا اور اس کا منصوبہ دھرا کا دھرا رہ جاتا۔

عمران کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی منزلِ مقصود قریب ہی ہے ورنہ وہ یوں نہ کہتا کہ میں ابھی بوتل لے کر آتا ہوں لیکن جب ان کو چلتے چلتے دس منٹ سے زیادہ ہو گئے تو عمران کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ منزلِ مقصود کا تعین اس پہاڑی علاقے میں کوئی آسان کام نہ تھا۔ خود اس شخص کے وزنی بوٹوں سے جو آواز پیدا ہو رہی تھی اس کے سہارے عمران بہ آسانی اس کا تعاقب کر رہا تھا ورنہ اندھیرے میں تو وہ اُسے کھو بیٹھتا۔ اس کے قدموں کی چاپ سے عمران کو سمت کا اندازہ بھی ہو رہا تھا اور بے احتیاطی سے پیدا ہونے والی کسی بھی آہٹ سے بچاؤ کی گنجائش بھی تھی۔

ایک بار تو عمران کو اس کے اطمینان پر غصہ بھی آیا۔ اس کا جی چاہا کہ بیٹا جی کی گدّی سے گن کی نال لگا کر کہے کہ جلدی سے اس طرف بڑھو جہاں بوتل رکھی ہوئی ہے لیکن پھر اسے صبر کے گھونٹ پی کر رہ جانا پڑا۔ ابھی تک اس بات کا اندازہ تو ہوا تھا کہ وہ لوگ تعداد میں کتنے ہیں اور کہاں پھیلے ہوئے ہیں۔ یقیناً وہ منظم گروہ تھا اور جو کچھ کر رہا تھا وہ دو چار آدمیوں کے بس کا روگ نہ تھا۔ عین ممکن تھا کہ ان لوگوں کی نگرانی کوئی اور کر رہا ہو۔۔۔ اسی خدشے کے پیشِ نظر عمران نے اُسے چھیڑنے کی کوشش نہیں کی، ورنہ اس کی کھوپڑی ہی توڑ دیتا۔ وہ حیران تھا کہ یہ علاقہ ریجنز کے حلقۂ اثر میں ہونے کے باوجود غیر قانونی سرگرمیوں کا مرکز کیوں بنا ہوا ہے۔ کیا ابھی تک ان لوگوں کی نگاہ یہاں نہیں پڑی۔



ایک فلم ایکٹریس پاسپورٹ کے لیے درخواست دے رہی تھی۔ انسپکٹر نے پوچھا "غیر شادی شدہ؟" ایکٹریس نے سوچ کر جواب دیا "ہاں کبھی کبھی!"

مرسلہ - ایم۔ وائی۔ رضا، پی۔ ڈی خان



اس وقت وہ دارالحکومت سے سو میل سے کچھ زائد فاصلے پر تھے۔ شمالی پہاڑیوں کے عقب میں تقریباً پونے دو سو میل دور سرحدی چوکی تھی۔ چونکہ یہ علاقہ اسمگلروں کا گڑھ تھا اس لیے حکومت نے شروع ہی سے یہاں رینجرز کے کئی دستے متعین کر دیے تھے تاکہ ہر قسم کی غیر قانونی نقل و حمل کا جائزہ لیا جا سکے۔

ریچھ نما شخص بدستور آگے بڑھ رہا تھا۔ عمران کا ذہن خیالات کی آماجگاہ بنا رہا۔ اچانک وہ شخص کہیں غائب ہو گیا۔ اور اس کے قدموں کی آہٹ بھی ختم ہو گئی۔ عمران رک گیا اور بندروں کی طرح دیدے نچاتا ہوا اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اسے زمین نگل گئی ہو یا پھر آسمان نے کھا لیا ہو۔ قدموں کی آہٹ معدوم ہونا عمران کے نزدیک خطرے کی علامت تھا۔ کہیں وہ تعاقب سے باخبر تو نہیں ہو گیا۔ عمران کے ذہن میں ایک ہلکے سے شبے نے سر اٹھایا پھر وہ کندھے جھٹک کر انتہائی غیر محسوس انداز میں آگے بڑھا۔

وہ ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کا عزم کر چکا تھا۔ اس کے ہاتھ کی گرفت اسٹین گن پر مضبوط تھی۔ ذرا سی آہٹ پر گن کا دہانہ کھول دینا اس کے لیے مشکل نہیں تھا لیکن وہ حتی الوسع فائرنگ سے بچنا چاہتا تھا۔ رات کے سناٹے اور چٹانی علاقے میں فائرنگ کا واضح مطلب تھا کہ دور و نزدیک کے لوگوں کو اپنی موجودگی اور کسی گڑبڑ کا یقین دلایا جائے۔

عمران کے لیے یہ بات قابلِ اطمینان تھی کہ کار کے تباہ ہونے سے ان مجرموں کو ان کے ختم ہونے کا مکمل یقین ہو گیا ہے۔ مگر یہ بات الجھن میں مبتلا کر رہی تھی کہ وہ سڑک کا جائزہ کیوں لے رہے ہیں۔ ممکن ہے انھیں کار کا کچھ توقف کے بعد تباہ ہونا مشکوک محسوس ہوا ہو۔

وہ پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہا تھا۔ راستہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ نہ ہی اس راستے کی کوئی شاخ دائیں یا بائیں سمت گئی تھی۔ اس کا واضح مطلب یہی تھا کہ وہ شخص یا تو تیزی سے آگے چلا گیا ہے یا پھر اس نے اطراف کی چٹانوں پر چڑھنے کی کوشش کی ہے۔ عمران ایک بار رک کر جائزہ لینے لگا۔ مگر اندھیرے میں کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ایسے میں ٹارچ روشن کرنا کسی طور بھی خطرے سے خالی نہ تھا۔۔۔ وہ دائیں طرف کی چٹانی دیوار کو چھوتا ہوا آگے بڑھا تو چند ہی قدم بعد راستہ مسدود ہو گیا۔ عمران بوکھلا کر اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ اب ٹارچ کے بغیر کچھ کرنا ممکن نہ تھا اس نے اپنی دائیں جیب سے پنسل ٹارچ نکالی اور اس کی محدود روشنی میں چٹانوں کا جائزہ لیا۔ وہاں ایک کٹاؤ تھا جسے کسی طور بھی قدرتی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ عمران کے ذہن میں خیال پیدا ہوا کہ یہ جگہ کسی خفیہ میکنزم سے حرکت میں آتی ہو گی۔ اُسے یہ بھی یاد آیا کہ اس نے ایک ہلکی سی سرسراہٹ سنی تھی جسے نہ جانے کیوں نظر انداز کر دیا تھا۔ یقیناً وہ کسی میکنزم کی حرکت سے ہی پیدا ہوئی تھی۔ وہ اس کٹاؤ کا جائزہ لے رہا تھا کہ اس کی نگاہ ایک ابھار پر پڑی۔ وہ ابھار قطعاً غیر فطری اور غیر معمولی دکھائی دیتا تھا اس لیے عمران کی توجہ اس پر مرکوز ہو گئی۔

اس نے اس ابھار پر چاروں طرف سے زور لگایا تو سامنے والا حصہ ایک طرف سرکتا محسوس ہونے لگا۔ اس نے جلدی سے ٹارچ بجھا دی اور اس خلا میں داخل ہو گیا جو ابھی ابھی نمودار ہوا تھا۔ آگے ایک غیر قدرتی قسم کا غار تھا، اندھیرا غار۔ وہ آگے بڑھنے لگا۔

اگرچہ اُسے اندر داخل ہونے میں تاخیر ہو گئی تھی تاہم اس نے غار میں داخل ہوتے ہی قدموں کی آہٹ سن لی تھی۔ عمران نے رفتار تیز کر دی۔ اس کے پیروں میں ربر سول کے جوتے تھے اس لیے چلتے وقت کسی قسم کی آہٹ پیدا ہونے کا خدشہ نہیں تھا۔

انتہائی تیز رفتاری سے فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ اس کے سر پر پہنچ گیا، لیکن ابھی وہ اس سے چند قدموں کے فاصلے پر تھا کہ ٹھٹک کر رہ گیا۔ کیونکہ وہ ریچھ نما شخص دائیں طرف ایک روشن دروازے میں داخل ہو رہا تھا۔ جیسے ہی وہ اندر گیا عمران لپک کر اسی خلا میں داخل ہو گیا۔

اندر جاتے ہی عمران نے گن کا رُخ اس کی جانب کر دیا وہ شخص دروازے کی طرف پشت کیے آگے بڑھ رہا تھا۔ عمران کی آمد کی اُسے خبر نہ ہو سکی وہ مطمئن انداز میں پتھر کے بنے ہوئے اس کمرے کی ایک دیوار کے طاقچے میں رکھی بوتل اٹھانے لگا۔ بوتل کھول کر اس نے کھڑے کھڑے ایک گھونٹ لیا اور ایک طویل

سانس لے کر پلٹا تو ششدر رہ گیا۔ عمران پر نگاہ پڑتے ہی اس کے کرخت چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھرے تھے ''کون ہو تم اور یہاں کس طرح گھس آئے ہو؟'' اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''اسلام علیکم'' عمران نے جواباً کہا اور بے ڈھنگے پن سے مسکرانے لگا۔

''بہت خوب، لیکن تمہاری زندہ دلی زیادہ عرصے برقرار نہیں رہ سکے گی'' وہ خوش دلی سے بولا۔

''میں بھی زیادہ عرصہ قیام کی غرض سے نہیں آیا'' عمران نے کہا ''ہاتھ اٹھا کر ایک طرف ہو جاؤ ورنہ چھلنی کر دوں گا'' عمران نے سفاکی سے کہا جسے ریچھ نما شخص نے واضح طور پر محسوس کیا تھا۔ غالباً یہ عمران کے لہجے اور چہرے پر یکا یک پھیلنے والی درندگی کا اثر تھا کہ ریچھ نما شخص کا خوفناک دہانہ سکڑ گیا۔

''تم ہاتھ نہیں اٹھاؤ گے؟'' عمران دھاڑا۔

''ضرور۔ لیکن بڑی دیر سے پیاس لگ رہی ہے، اگر اجازت دو تو دو تین گھونٹ لے لوں'' ریچھ نما شخص نے کہا اور عمران کے بولنے سے پہلے ہی اس نے بوتل کو منہ سے لگا لیا۔ وہ غٹاغٹ شراب پی رہا تھا۔ عمران الجھن آمیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔

پوری بوتل ایک ہی سانس میں پینے کے بعد اس نے بوتل والا ہاتھ لہرایا اور خالی بوتل عمران کی طرف پھینکی۔ اگر عمران اچھل کر ایک طرف نہ ہو گیا ہوتا تو بوتل اس کی کھوپڑی پر ہی بیٹھتی نشانہ خطا گیا، عمران اچھل کر کئی قدم دور ہٹ گیا تھا لیکن اتنی سی مہلت اس شخص کے لیے کافی تھی، وہ کسی چٹان کی طرح عمران پر آ رہا۔

عمران نے گن گھمائی، ہلکی سی آواز سنائی دی لیکن وار اس کی کھوپڑی پر بیٹھنے کی بجائے پیٹھ پر لگا، جس سے کوئی خاص اثر نہ ہوا البتہ اُسے عمران سے لپٹنے کا موقع مل گیا۔ فائرنگ سے بچاؤ بہت ضروری تھا کیونکہ غیر معمولی آوازوں سے کوئی بھی ان کی طرف متوجہ ہو سکتا تھا۔

حملہ آور جنگلی بھینسے کی طرح طاقت ور تھا۔

بازو کے ایک شدید جھٹکے سے اس نے عمران کے ہاتھ سے گن نکال کر فرش پر پھینک دی۔ قوت صرف کر کے اپنے بازوؤں کا حصار مضبوط کرنے لگا جیسے جیسے اس کے بازوؤں کا حلقہ تنگ ہو رہا تھا عمران کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی آہنی شکنجے میں کسا جا رہا ہو۔ یکبارگی اسے موقع مل گیا۔ اس نے ریچھ نما کے چہرے پر ٹکر ماری۔

ریچھ نما شخص کی ناک پر بھرپور چوٹ لگی وہ کراہا اور بازوؤں کی گرفت قدرے ڈھیلی پڑ گئی لیکن جیسے ہی اس کی پنڈلی پر عمران نے ٹھوکر ماری، وہ چیخ پڑا۔ اس کے کھلے ہوئے دہانے پر ایک چٹانی گھونسہ مارنے کے بعد عمران کسی طاقتور اسپرنگ کی طرح اچھلا اور اس سے دور ہٹ گیا۔

وہ چند لمحے دور کھڑا عمران کو گھورتا رہا۔ اس کی بڑی بڑی خوفناک آنکھیں شعلہ فشاں ہو گئی تھیں، سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ عمران نے اس کی باچھوں سے خون جاری ہوتے دیکھا۔ ''میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا'' وہ غرایا اور عمران کی طرف بڑھنے لگا۔

''دراصل میں اب خود بھی زندگی سے بیزار ہو گیا ہوں'' عمران نے لاپروائی سے کہا۔

''تم نے بڑی اچھی جگہ کا انتخاب کیا، یہاں سے آج تک کوئی زندہ واپس نہیں گیا۔''

''اس غار کا تذکرہ ہے یا آسیبی شاہراہ کا؟'' عمران نے پوچھا۔

''کیا مطلب ہے؟'' وہ چونک کر رک گیا۔

''میرا مطلب ہے اگر تم اس آسیبی شاہراہ کا تذکرہ کر رہے ہو تو بیکار ہے کیونکہ میں وہیں سے آ رہا ہوں اور اگر اس غار کا ذکر خیر ہو رہا ہے تو ابھی آزمائے لیتے ہیں'' عمران نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔

ریچھ نما شخص کے چہرے پر حیرت کا تاثر گہرا ہو گیا، اس کی خوفناک اور سرخی مائل آنکھوں سے الجھن جھلکنے لگی لیکن جلد ہی وہ سنبھل کر عمران کی طرف متوجہ ہو گیا۔ عمران غیر محسوس انداز میں اپنی جگہ سے ہلا تھا لیکن حملہ آور تاڑ گیا۔

اس نے پوری قوت سے دائیں ہاتھ کا گھونسہ مارا، عمران اپنی جگہ سے ہٹ کر اچھلا اور اس قدر فضا میں بلند ہو گیا کہ اس کی تربوز نما کھوپڑی عمران کی ٹھوکر کی زد میں آ گئی۔ عمران نے بلاتکلف ٹھوکر آزمائی۔

وہ سر پکڑ کر یوں نیچے بیٹھ گیا جیسے نڈھال ہو گیا ہو۔ عمران کی دوسری ٹھوکر اس کی پشت پر پڑی۔ جس نے اُسے اوندھے منہ فرش پر پھینک دیا، اس طرح جیسے ریچھ کسی ندی کے کنارے منہ جھکائے پانی پینے کی کوشش کرتا ہے۔ سجدہ ریزی کی یہ حالت بھی زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی کیونکہ عمران نے اس کے پہلو میں آ کر ایک فیصلہ کن ٹھوکر اس کی پسلی میں ماری تھی۔ ریچھ نما شخص پتھریلے فرش پر چاروں خانے چت ڈھیر ہو گیا۔

عمران نے جھک کر اس کا جائزہ لیا۔ سب سے پہلا خدشہ

جو اس کے ذہن میں نمودار ہوا تھا، وہ یہ تھا کہ کہیں اس نے دم نہ توڑ دیا ہو، جبکہ اس کا زندہ رہنا ضروری تھا۔

عمران نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر طاقچے کی طرف بڑھ گیا۔ شراب کی نئی بوتل کھول کر وہ اس کے قریب آ گیا، وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا جیسے اس کا دم اکھڑنے ہی والا ہو۔ "ہوش میں آؤ" عمران نے غرا کر کہا۔

جواب ندارد۔

"میں کہتا ہوں اُٹھ جاؤ، اب یہ مکر و فریب نہیں چل سکتا۔ میں تمہاری کھوپڑی کے پرخچے اڑا دوں گا۔ اٹھو" عمران نے ہلکی سی ٹھوکر اس کے پہلو میں مارتے ہوئے کہا، لیکن ہلکی سی کراہ کے علاوہ کچھ سنائی نہ دیا۔ عمران کو یقین ہو گیا کہ وہ فریب سے کام نہیں لے رہا بلکہ چوٹ ہی اتنی شدید تھی کہ اس جیسے شخص کا بھی ڈھیر ہو جانا لازمی تھا۔

عمران گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ بوتل کھول کر اس نے ریچھ نما شخص کے منہ سے لگا دی۔ شراب دھیرے دھیرے اس کے کھلے ہوئے دہانے میں داخل ہو کر حلق میں اترنے لگی۔

رفتہ رفتہ اس کی حالت بہتر ہوتی چلی گئی۔ جب اس کی آنکھیں کھل گئیں تو عمران نے اسے سہارا دے کر بٹھا دیا اور بوتل اس کے ہاتھ ہی میں تھما دی "لو پیو اور جلدی سے ہوش میں آ جاؤ۔"

اس نے کپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے بوتل لے کر منہ سے لگا لی اور غٹا غٹ پینے لگا اس دوران عمران نے انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ بوتل کا نصف حصہ ایک ہی سانس میں ختم ہو گیا، باقی شراب اس نے دوسرا سانس لے کر حلق میں انڈیل لی... پھر خوفزدہ نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھا۔ جو اسے گھور رہا تھا۔

"میں تم سے چند سوالات کرنا چاہتا ہوں" عمران نے بھرپور درندگی کا مظاہرہ کیا "اگر تم نے کسی قسم کی ہوشیاری کا مظاہرہ کیا تو یاد رکھو اس بار میں حاتم طائی بن کر تمہیں مزے سے شراب نوشی کی اجازت نہیں دوں گا۔ بلکہ ایک ہی بوچھاڑ میں تمہارے اس ٹھوس جسم میں درجنوں روشندان بنا دوں گا جن سے خون کی بارش ہو سکتی ہے۔"

اس کے لہجے میں نہ جانے کیا بات تھی کہ اس شخص کے چہرے پر موت کی زردی پھیل گئی۔ عمران نے چند لمحے اسے گھورنے کے بعد کہا "تمہارے علاوہ یہاں اور کتنے آدمی ہیں؟"

"مجھے کچھ معلوم نہیں" اس نے بھرائی آواز میں جواب دیا۔

"کوئی بات نہیں۔ میں بھی سوال دہرانے کا عادی نہیں ہوں" عمران نے بے پروائی سے کندھے اچکا کر کہا اور گن کا رُخ اس کی طرف کر دیا لیکن اگلے ہی لمحے وہ ساکت ہو گیا۔ کیونکہ خود اس کی گردن سے کوئی ٹھنڈی سی چیز آ لگی تھی۔

"گن پھینک دو" ایک سرد آواز سنائی دی۔

عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ بلاشبہ وہ ریوالور ہی کی نال تھی۔ کوئی خاموشی سے اس کمرے میں داخل ہو گیا تھا۔ اور اسے احساس تک نہ ہو سکا تھا۔ عمران نے گن پر گرفت ڈھیلی کر دی۔

اس کمرے میں ایک عجیب و غریب فانوس لٹک رہا تھا جس سے روشنی اس پتھر سے بنی ہوئی دیواروں والے کمرے میں منتشر ہو رہی تھی جیسے سورج طلوع ہو گیا ہو۔

عمران پلکیں جھپکائے بغیر سامنے ریچھ نما آدمی کو گھورتا رہا۔ اس کے ہاتھ کی گرفت گن پر ایک بار پھر سخت ہو گئی اور وہ جن نگاہوں سے اُسے گھور رہا تھا، وہ اس شخص کے اوسان خطا کرنے کے لیے کافی تھیں۔ ریچھ نما شخص نے صاف محسوس کر لیا تھا کہ اس کی موت عمران کے ہاتھ میں دبی ہوئی گن کی نال میں موجود ہے جو کسی بھی وقت اس پر جھپٹ پڑے گی۔

"گن پھینک دو" اسی سرد آواز نے پھر کہا۔

عمران نے کوئی ردِعمل ظاہر نہیں کیا۔

جب ریچھ نما آدمی نے عمران کے رویے میں کوئی خاص فرق محسوس نہ کیا تو اس کا جسم پسینے میں شرابور ہونے لگا۔ اگرچہ نووارد کی آمد سے اس کے چہرے پر ہلکا سا رنگ آ گیا تھا۔ لیکن عمران کی نگاہوں کی سخت گیری نے اُسے الجھن میں ڈال دیا تھا۔

"ہاتھ اُٹھا لو دوست۔ میں کسی رعایت کا عادی نہیں ہوں" عقب سے ایک بار پھر تحکمانہ آواز آئی۔ عمران نے اس کی آواز میں درندگی کی جھلک واضح طور پر محسوس کر لی تھی۔ لیکن اس کی ریڈی میڈ کھوپڑی نہ جانے کیا منصوبہ تراش رہی تھی۔

اس نے عقب میں کھڑے ہوئے ریوالور بردار کی آواز سے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کوئی غیر ملکی ہے۔ اگرچہ عمران سمجھ چکا تھا کہ سامنے کھڑا ہوا شخص نووارد کے لیے محض ایک مہرے کی مانند ہے تاہم عمران نے اُسی مہرے کو استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

"ٹھیک ہے دوست، تم گولی چلاؤ، میں بھی گولی چلاتا ہوں اس طرح میں کم از کم تمہارے ایک آدمی کو ساتھ لے ہی مروں گا" عمران نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"میں کہتا ہوں اسٹین گن پھینک دو" اس بار بھی لہجہ

سرد تھا۔

"لو بھائی اگر تم کہتے ہو تو یہی سہی۔" عمران نے گن کو گرانے کے لیے ہاتھ نیچے کیا اور پھر کمرے میں حیرت زدہ سی چیخیں گونج اٹھیں۔ اس کے ساتھ ہی فائرنگ کی آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔

عمران نے گن کو گراتے گراتے اچانک فائر کر کے ریچھ نما شخص کو جہنم رسید کر دیا تھا، پھر کسی بازیگر کی مانند جست لگائی تھی، نتیجتاً ریوالور سے نکلی ہوئی گولی سامنے کھڑے ہوئے شخص کی کھوپڑی کو توڑتی ہوئی نکل گئی۔

وہ پھرتی سے پلٹا لیکن اس بار اس کی ہوشیاری کارآمد ثابت نہ ہو سکی۔ ریوالور کی نال اس کی طرف اٹھی ہوئی تھی... گن اس کے ہاتھ سے نکل کر فرش پر آ رہی گولی نے گن کو اس کے ہاتھ سے نکال پھینکا تھا۔

"ہاتھ اٹھا کر ایک طرف کھڑے ہو جاؤ۔" غیر ملکی نے کرخت لہجے میں کہا اس بار لہجے سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ عمران کی ذرا سی حرکت پر فائرنگ شروع کر دے گا۔ لہجے کی درندگی اور سفاکی اس بات کی گواہ تھی کہ اس نے جو کچھ کہا ہے وہ کر گزرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔

عمران نے ہاتھ اٹھا دیے اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اب تک اس نے کمرے کا جائزہ نہیں لیا تھا۔ کمرے میں سامان نام کی تو بس ایک آدھ ہی چیز رہی ہو گی۔ البتہ اس عجیب و غریب مشین کو دیکھ کر بری طرح چونک پڑا تھا... جو ایک کونے میں رکھی ہوئی تھی۔

وہ الیکٹرونک مشین تھی جس سے وہ لوگ خاص قسم کا کام لیتے تھے۔

اس نے غیر ملکی پر نگاہ ڈالی وہ ریوالور ہاتھ میں لیے چاق و چوبند حالت میں کھڑا اسے گھور رہا تھا۔ عمران نے ذہن پر زور دے کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہیں وہ کوئی جانا پہچانا مجرم تو نہیں۔

ذہن نے اس کی تردید کر دی۔

گویا عمران نے اس سے پیشتر اس شخص کو کہیں نہیں دیکھا تھا۔ جائزہ لینے پر معلوم ہوا کہ غیر ملکی کی عمر کسی طرح بھی چالیس سے کم نہیں۔ صحت عام آدمیوں کی نسبت اچھی، چہرے پر سخت گیری کی تمام علامات اور آنکھیں جلتی ہوئی تھیں۔ انھیں دیکھ کر کسی دیوانے کا خیال آتا تھا۔ اس کے بائیں رخسار پر ایک سیاہ رنگ کا مہاسہ تھا۔ غیر ملکی نے سیاہ سوٹ پہن رکھا تھا، ہاتھ میں آٹومیٹک ریوالور تھا اور ریوالور پکڑنے کے انداز سے عمران نے محسوس کیا کہ وہ اس کے استعمال سے بھی بخوبی آگاہ ہے اگرچہ وہ فوری طور پر سنگ آرٹ کا مظاہرہ کر کے اس پر قابو پا سکتا تھا لیکن نہ جانے کیوں عمران نے اس پروگرام کو ملتوی کر دیا۔

عمران کا ذہن الجھ رہا تھا کہ وہ شخص اچانک کدھر سے آ گیا۔

کیا وہ غار ہی کے کسی حصے میں موجود تھا یا پھر اسی راستے سے وہاں پہنچا ہے جہاں سے کچھ دیر قبل وہ دونوں اس غار تک آئے تھے۔ اگر وہ اس راستے سے آیا تھا تو بلیک زیرو نے اسے کیوں کر نظر انداز کر دیا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ خود بلیک زیرو ہی پر کوئی افتاد ٹوٹ گئی ہو۔ وہ یہ سوچ کر کسمسایا کیونکہ غیر ملکی کی آنکھیں پہلے سے کچھ زیادہ ہی سرخ ہو رہی تھیں وہ بار بار اپنے مردہ ساتھی کی طرف دیکھتا اور پھر بیقراری سے پہلو بدل کر عمران کی جانب متوجہ ہو جاتا۔ "اب تم یہ بتاؤ گے کہ تم کون ہو۔" غیر ملکی پھنکارا۔

"میں ایک گناہگار آدمی ہوں۔ ارادہ تھا کہ کسی محفوظ غار میں بیٹھ کر راہبوں کی طرح کچھ عرصے نفس کو پاک کروں گا لیکن یہاں پانی کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے واپس جا رہا ہوں۔"

"شٹ اپ۔ سیدھی طرح بتا دو کہ تم کون ہو اور یہاں کیسے آ گئے؟" غیر ملکی گرجا اور ٹریگر پر اس کی سخت ہوتی ہوئی انگلی نے یہ ظاہر کر دیا کہ اس کے ارادے نیک نہیں ہیں۔

"یہ تو بڑا اچھا سوال ہے۔" عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں کون ہوں، وہ تم دیکھ ہی رہے ہو۔ دو پایا ہوں جسے آدمی کہا جاتا ہے اور آدمی کہنے کی وجہ تسمیہ تو تمہیں معلوم ہی ہو گی۔ رہا یہاں تک پہنچنے کا سوال تو عرض ہے کہ بندہ ایک عدد کار میں سوار ہو کر دارالحکومت سے راج گڑھ کے لیے روانہ ہوا اور راستے میں کسی صاحبِ کرامات کی بددعا کے نتیجے میں ٹائر ختم ہو گئے۔ میں نے چھلانگ لگا دی۔ ورنہ میرے بھی ذرات اس اس وقت ہوا میں تحلیل ہو کر سانس کے ذریعے تمہارے جسم میں حلول کر رہے ہوتے۔"

غیر ملکی کے چہرے پر الجھن کے آثار پیدا ہو گئے۔ غالباً وہ عمران کی بے پروائی کے مظاہرے پر متحیر تھا۔ عمران کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس غیر ملکی کو کوئی خاص اہمیت نہیں دے رہا۔

"ہوں تو... تم وہی آدمی ہو جس کی کار ابھی کچھ دیر قبل تباہ ہوئی تھی۔" اس نے چونک کر کہا۔ "تم وہاں سے کس طرح بچ نکلے؟"

"ہم... میں نے کار سے چھلانگ لگا دی تھی۔" عمران ہکلایا۔

اور اس کے چہرے پر یک لخت زلزلے کے آثار نمایاں ہو گئے۔

"وہ گرے کہاں تھے؟"

"نشیب میں۔"

"جھوٹ بول رہے ہو۔" غیر ملکی غرّایا۔

"بھگتوں گا میں، تمہیں کیا تکلیف ہو رہی ہے۔" عمران نے منہ بنایا۔

"کیا بکتے ہو؟"

"یہی کہ جھوٹ بولنے کا گناہ مجھے ہو گا، عذاب مجھ پر پڑے گا۔ میں خود ہی جھیل لوں گا تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"سلاگر!" غیر ملکی چلایا۔ جواباً ایک اور خونخوار شخص کمرے میں داخل ہوا۔

عمران نے اس شخص کا جائزہ لیا۔ وہ جلاد قسم کا آدمی تھا عمران کی کنپٹیاں سلگ اٹھیں۔ ان لوگوں نے جو مظالم ڈھانے شروع کیے تھے ان کی داستان کس قدر بھیانک تھی اس کا احساس تو عمران کو دارالحکومت ہی میں ہو گیا تھا لیکن انہیں دیکھ کر وہ خود بھی دیوانہ سا ہو گیا۔ پلک جھپکتے میں اس کے پردۂ تصور پر بے بسی سے مرنے والوں کی حالت گھوم گئی۔

"چلو، تم باہر چلو۔" عمران سے کہا گیا۔

"پہلے تم یہ ریوالور پھینک کر الگ ہو جاؤ۔" عمران نے بے پروائی سے ہاتھ ہلایا۔

"کیا مطلب؟" تحیر سے پوچھا گیا۔

"مطلب۔" عمران نے حیرت سے کہا۔ "مطلب خود ہی سمجھ میں آ جائے گا۔ میں تمہیں صرف ایک منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ ریوالور پھینک کر الگ ہو جاؤ۔"

"بہت خوب۔ غیر مسلح آدمیوں کو دھمکیاں دیتے تو دیکھا تھا لیکن اس قدر خوش فہم سے پہلے کبھی پالا نہیں پڑا۔" غیر ملکی نے مسکرا کر کہا مگر اس کی مسکراہٹ دم توڑ گئی کیونکہ عمران جارحانہ انداز میں اس کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

غیر ملکی نے بلا تکلف فائر کر دیا۔ گولی سرسراتی ہوئی آئی اور عمران کو گزند پہنچائے بغیر دیوار سے ٹکرا گئی۔ عمران نے سنگ آرٹ کا مظاہرہ کر کے خود کو بچا لیا۔

غیر ملکی نے حیرت سے عمران کی طرف، پھر ریوالور کی طرف اور بالآخر اس شخص کی طرف دیکھا۔ جسے اس نے سلاگر کے نام سے پکارا تھا۔ سلاگر کے چہرے پر بھی حیرت اور بے یقینی کے تاثرات تھے۔

غیر ملکی نے یکے بعد دیگرے دو تین فائر کر کے عمران کو ٹھکانے

لگانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ اس دوران عمران بھی شاید فیصلہ کن موڈ میں آگیا تھا، اس نے جست لگائی اور غیر ملکی کے کے ہاتھ سے ریوالور جھپٹ لیا، سلاگر تیزی سے فرش پر بڑھتے ہوئے ریوالور کی طرف بڑھا لیکن اس کی کھوپڑی عمران کی ٹھوکر سے محفوظ نہ رہ سکی۔ عمران نے فرش سے پاؤں مس ہوتے ہی دوبارہ جست لگائی، نتیجتہً سلاگر کی کھوپڑی پر قیامت ٹوٹ پڑی۔

اس دوران عمران ریوالور تک پہنچ چکا تھا۔ لیکن غیر ملکی ریوالور اٹھا چکا تھا۔ عمران اس وقت خطرناک سچویشن کا شکار ہوگیا کیونکہ ریوالور کی نال اس کی طرف اٹھ چکی تھی۔ تاہم اس نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر چھلانگ لگا دی۔

غیر ملکی کو شاید عمران سے اس قدر دیدہ دلیری کی توقع نہ تھی اس لیے وہ لڑکھڑا گیا۔ عمران اسے رگیدتا ہوا دور تک لے گیا اس نے اٹھنے میں دیر نہیں لگائی لیکن عمران نے بلا تاخیر ریوالور پر قبضہ کرلیا۔

اس وقت وہ سلاگر سے کچھ فاصلے پر تھا۔ سلاگر نے اسٹین گن اٹھالی تھی، ہتھیاروں کے حصول کی اس کوشش میں فائرنگ شروع ہوگئی۔ اچانک کمرے میں غیر ملکی کی چیخ سنائی دی وہ گولیوں کی زد میں آگیا تھا لہٰذا چھلنی ہوگیا۔ سلاگر سکتے کے عالم میں اس کا حشر دیکھ رہا تھا۔

"تم ہاتھ اٹھالو۔ ورنہ تمہیں بھی جہنم رسید کردوں گا۔" سلاگر، عمران کی طرف مڑتے ہوئے غرایا۔

"بلاوجہ گولیاں ضائع نہ کرو۔ میں جنت کا باسی ہوں، جہنم جانے کے لیے گولیوں کا شکار نہیں ہوسکتا۔" یہ کہہ کر عمران نے کسی ماہر بازی گر کی طرح جست لگائی۔

گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی اور گولیاں دیوار پر پڑیں۔ عمران دور کھڑا مسکرا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر سلاگر پر جھلاہٹ کا دورہ پڑ گیا۔ اس نے اسٹین گن کا دہانہ کھول دیا۔

نال کے دہانے سے بار بار شعلے سانپ کی لہراتی ہوئی دو شاخہ زبان کی طرح لپکتے لیکن عمران کے پاؤں تو جیسے زمین پر ٹک ہی نہیں رہے تھے وہ اس کمرے میں یوں اڑتا پھر رہا تھا جیسے اس کے پر لگ گئے ہوں۔ بالآخر جھلا کر سلاگر نے عمران پر گن ہی پھینک ماری اور پھر خود بھی اس پر چھلانگ لگا دی۔ لیکن شاید اس کے ستارے گردش میں آگئے تھے۔ عمران پھرتی سے ایک طرف ہوگیا اور سلاگر جھونک میں دیوار سے جا ٹکرایا۔

عمران نے ہٹ کر اس کی پشت پر ایک ٹھوکر جمادی۔ اس چوٹ نے سلاگر کو بالکل ہی دیوانہ کردیا لیکن جب وہ دیوار سے ٹکرایا تو اس کے حوصلے بالکل ہی پست ہوگئے۔ اس نے ہاتھ پاؤں ڈال دیے۔

عمران نے اسے ٹھوکروں پر رکھ لیا تھا۔ دفعتاً سلاگر نے اس کی ٹانگ پکڑ لی اور پھرتی سے مروڑ ڈالی۔ یکلخت عمران کا توازن بگڑ گیا۔ وہ زمین پر آرہا۔ عمران نے پلٹ کر فوراً ہی ایک گھونسہ رسید کیا اور اس کی گردن دبوچ لی۔ وہ پوری قوت صرف کررہا تھا لیکن سلاگر بھی بھینسے کی طرح طاقتور تھا۔

عمران جلد ہی ہانپ گیا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کسی چٹان سے نبرد آزما ہوگیا ہے۔ اسی لمحے سلاگر نے اپنا گھٹنا عمران کی ناف پر رکھا تو عمران کو اپنے جسم میں تکلیف کی ایک لہر دوڑتی محسوس ہوئی اس کی گرفت ڈھیلی پڑنے لگی۔ سلاگر اس کی گرفت سے چکنی مچھلی کی طرح پھسل کر نکل گیا۔

عمران نے اسے دبوچنے کی کوشش کی لیکن سلاگر اس وقت تک دروازے سے نکل چکا تھا۔ عمران نے بھی اس دروازے سے نکلنے کی جلد جلدی کی جو لمحہ بہ لمحہ بند ہورہا تھا۔

غار میں اس کے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز گونج رہی تھی۔ عمران نے اسٹین گن اٹھائی اور اندازے سے ہی آوازوں کی سمت بھاگ اٹھا۔ اچانک وہ جھونک میں دیوار سے ٹکرا گیا اس کے حلق سے کراہ نکل گئی۔ اس کی رفتار دھیمی تھی ورنہ کھوپڑی کے ٹکڑے تو یقیناً ہوجاتے۔

عمران نے جلدی سے ٹارچ نکالی اور اسے روشن کرکے دیوار کا جائزہ لینے لگا۔ وہ غیر معمولی ساخت کی دیوار تھی جسے دیکھتے ہی عمران نے میکنزم کی تلاش شروع کردی۔ بالکل اسی طرح کا ایک ابھار وہ غار میں گھستے وقت دیکھ چکا تھا۔

دیوار انتہائی آہستگی سے سرک گئی۔ دروازہ نمودار ہوتے ہی عمران آگے بڑھا ایک بار پھر کسی کے دوڑتے قدموں کی آوازیں اس کی سماعت سے ٹکرانے لگیں۔ کچھ دیر بعد عمران نے اسے جالیا۔

سلاگر نے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن اس بار وہ عمران کے ہاتھوں سے محفوظ نہ رہ سکا۔ عمران نے بلاتکلف اس کی کھوپڑی کے عقبی حصے کو اسٹین گن سے سہلایا اور اسے اٹھائے ہوئے دوبارہ اسی کمرے میں آگیا جہاں دو لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

عمران نے الیکٹرونک مشین کو الجھن آمیز نگاہوں سے دیکھا اور پھر اسٹین گن کا رخ مشین کی طرف کرکے اس کا لیور کھینچ دیا۔ گن کی نال سے گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی اور الیکٹرونک مشین سے شعلے اٹھنے لگے۔

کمرے کی تلاشی لینے کے بعد اس کے ہاتھ ایک ٹرانسمیٹر بھی لگا۔ اس کے علاوہ وہاں جدید ترین اسلحہ بھی موجود تھا الیکٹرونک

مشین تو اس نے تباہ کر دی تھی لاشوں کو ٹٹولنا بے کار تھا کیونکہ ان میں زندگی کی ہلکی سی رمق بھی باقی نہ تھی۔ ریچھ نما شخص جھلس ہو چکا تھا۔ غیر ملکی کی لاش کے بھی چیتھڑے اُڑ چکے تھے، کھوپڑی اُڑ جانے کی وجہ سے اس کا حلیہ ہی بدل گیا تھا۔ عمران نے سلاگر کی طرف دیکھا وہ اب بھی بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ عمران نے اسے کمرے میں پہنچتے ہی فرش پر ڈال دیا تھا۔

اچانک باہر سے فائرنگ کی آواز آئی۔ عمران چونکا۔ پھر اُسے سمجھنے دیر نہ لگی کہ بلیک زیرو اس کا انتظار کرتے کرتے اس کی تلاش میں غار میں داخل ہوا ہو گا اور وہاں کسی سے اس کا ٹکراؤ ہو گیا ہے۔

عمران نے سلاگر اور ٹرانسمیٹر کو اٹھایا اور کمرے سے نکل آیا انہی راستوں پر چلتا ہوا وہ جب دہانے کے قریب پہنچا تو آخری فائر سنائی دیا اور اس کے بعد ایک لہراتی ہوئی چیخ۔ وہ آخری چیخ تھی۔ اس کے بعد سناٹا طاری ہو گیا۔ وہ مطمئن تھا کہ بلیک زیرو نے میدان مار لیا ہے۔

وہاں پہنچتے ہی اس نے الو کی کریہہ آواز نکالی۔ جواباً ویسی ہی آواز سن کر عمران کو بلیک زیرو کی سمت کا اندازہ ہو گیا۔ پھر کسی کے دوڑتے قدموں کی آواز سن کر وہ تیزی سے سلاگر کے بے ہوش جسم کو اٹھائے ادھر ہی بڑھ گیا۔ بلیک زیرو کو متوجہ کرنے کے لیے اس نے تین بار حلق سے مخصوص آواز نکالی۔ تقریباً پانچ منٹ بعد وہ ایک دوسرے کے قریب آ گئے۔

"بھیا کالے صفر" عمران چیخا۔

"میں ادھر ہوں عمران صاحب" بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"کیا رہا؟" عمران نے بلیک زیرو پر نظر پڑتے ہی پوچھا۔

"میں وہاں اس بے ہوش آدمی کی نگرانی کر رہا تھا کہ اچانک وہ دونوں واپس آ گئے انہوں نے مجھے دیکھ لیا۔ فائرنگ ہوئی اور مجبوراً ان کو ٹھکانے لگانا پڑا۔"

"چلو چھٹی ہوئی" عمران بڑبڑایا۔

"اور یہ کون ہے؟" بلیک زیرو نے اس کے کندھوں پر پڑے سلاگر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"میرا ہونے والا سالا ریجنگ" عمران نے مطمئن انداز میں جواب دیا "اس بے ہوش آدمی کا کیا رہا؟"

"وہ فائرنگ کا شکار ہو گیا" بلیک زیرو نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اگر میں اسے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا تو خود اس کی جگہ لیٹا ہوا ہوتا۔"

جب سقراط کو زہر کا پیالہ دیا جانے لگا تو اس کے شاگرد زار و قطار رونے لگے۔ سقراط نے پوچھا "تم لوگ کیوں روتے ہو؟"
شاگردوں نے کہا "اس لیے کہ آپ بے گناہ مارے جا رہے ہیں"
سقراط نے کہا "ارے کم بختو! تم لوگ کیا یہ چاہتے تھے کہ میں کسی گناہ پر مارا جاتا؟"
مرسلہ۔ ایم یونس رضا۔ پنڈدادنخان

عمران نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

ٹرانسمیٹر بلیک زیرو کے حوالے کرنے کے بعد اس نے سلاگر کے بے ہوش جسم کو سنبھالا اور اس راستے پر بڑھنے لگا جس سے وہ غار تک پہنچا تھا، بلیک زیرو اس سے چند قدم پیچھے بڑی ہوشیاری سے گن سنبھالے چلا آ رہا تھا۔

"اب کیا ارادے ہیں؟" بلیک زیرو نے پوچھا۔

"واپسی... اور کیا"

"لیکن کار تو ضائع ہو گئی ہے"

"ٹانگیں ابھی سلامت ہیں" عمران نے بے پروائی سے کہا۔

"میں نے جوزف کو کال کر دی تھی وہ آتا ہی ہو گا"

"کہیں اس کی کار بھی... میرا مطلب ہے..."

"نہیں اب ایسا نہیں ہو گا، میں نے الیکٹرونک مشین تباہ کر دی ہے۔ یہ لوگ کسی کار کو آتے دیکھ کر ہی سڑک کے اس مخصوص حصے کو آسیبی بنا دیتے تھے"

"لیکن یہ چکر کیا تھا؟"

"معلوم ہو جائے گا" عمران نے مسکرا کر جواب دیا۔

"اندر کیا رہا؟"

"معمولی سی محنت اور بس کچھ مٹھائیں مٹھوئیں اور دو عدد لاشیں کاشت کرنے کے بعد ایک یہ آدمی ہاتھ لگا ہے مال غنیمت کے طور پر اس ٹرانسمیٹر پر ہی اکتفا کرنا پڑے گا" عمران نے تفصیلات بلیک زیرو کے گوش گزار کیں اور رفتار قدرے تیز کر دی وہ اس راستے سے نکل کر وہاں پہنچ چکے تھے جہاں پہلی بار دشمنوں کو چٹان کی اوٹ میں سرگوشیاں کرتے سنا تھا۔

وہ اس سڑک کی طرف بڑھتے رہے۔ کچھ ہی دیر بعد انہیں سڑک پر ایک سیاہ رنگ کی وین دکھائی دی جس کی ہیڈ لائٹس بجھی ہوئی تھیں عمران نے مخصوص اشارہ دیا تو جوزف نے کار کی بتیاں روشن کر دیں۔ عمران اور بلیک زیرو کار کے قریب پہنچ

گئے۔ عمران نے سلاگر کو عقبی نشست پر ڈالا اور ٹائی سے اس کے ہاتھ پاؤں باندھنے لگا۔

کچھ ہی دیر بعد کار تیزی سے واپس دارالحکومت کی طرف جارہی تھی اور بلیک زیرو مسکرا رہا تھا۔ "مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم یہاں پہاڑ جھونکنے آئے تھے۔" وہ بولا۔

"ہاں۔ آخر آبائی پیشے کی تکمیل بھی فرزندوں کے فرائض میں شامل ہوتی ہے۔" عمران نے کہا اور چیونگم کا پیکٹ ٹٹولنے لگا۔

پیلے رنگ کی وہ کار تیزی سے دارالحکومت کی معروف ترین سڑکوں پر دوڑتی ہوئی اب اس طرف جارہی تھی جو امیر ترین افراد کی کالونی کے لیے واحد راستہ تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک غیر ملکی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے سے پریشانی جھلک رہی تھی اس نے اسٹیئرنگ کو جس انداز میں پکڑ رکھا تھا اس سے عصبی تناؤ اور اندرونی اضطراب کا پتہ چلتا تھا، کار کی تیز رفتاری سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ بہت عجلت میں ہے۔

جب سڑک ذرا سنسان ہوئی تو اسپیڈ میٹر پر تھرکنے والی سوئی ستر کے ہندسے پر تھرتھرانے لگی کار کے تمام شیشے چڑھے ہوئے تھے اس لیے ہوا ونڈ اسکرین سے ٹکرا کر اطراف میں منتشر ہوتی ہوئی سیٹیاں بجا رہی تھی۔

کار کی رفتار ستر سے نہ بڑھ سکی کیونکہ اس علاقے میں جگہ جگہ چوراہے تھے۔ جب بھی گاڑی کسی چوراہے سے گھومتی وہ غیر ملکی رفتار کم کیے بغیر ہی گاڑی گھما دیتا نتیجتاً بریک سے یا پھر پہیوں کے یک لخت گھومنے سے آوازیں ابھرتیں ان سے رات کا سناٹا مجروح ہو جاتا۔

وہ شخص ابھی ابھی راج گڑھ سے دارالحکومت آنے والی سڑک سے ہوتا ہوا آیا تھا۔ راج گڑھ سے وہ اسی پہاڑی علاقے سے آیا تھا۔ جہاں سے کچھ دیر قبل عمران اور بلیک زیرو واپس آئے تھے۔

کار فردوس کالونی کی سڑکوں پر دوڑتی ہوئی شاپنگ سنٹر سے ہوتی ہوئی کالونی کے مغربی حصے میں داخل ہوئی۔ اب بھی اس کی رفتار میں کسی قسم کا فرق واقع نہیں ہوا تھا۔

مغربی حصے کی ایک عالی شان عمارت کے سامنے غیر ملکی نے کار روک دی۔ چونکہ رکنے سے پیشتر بھی رفتار چالیس سے کم نہیں تھی اس لیے یکدم بریک لگانے سے ٹائر چرچرائے۔

رات کے گیارہ بجے تھے۔ کچھ عمارتیں روشن، باقی تاریک تھیں۔ کار روک کر وہ چند لمحے مخصوص انداز میں ہارن بجاتا رہا۔

ہارن کی آواز نے رات کے سناٹے میں ارتعاش سا پیدا کر دیا لیکن اس وقت غالباً کسی کو ہوش نہ تھا کہ وہ جائزہ لینے کے لیے جھانک ہی لیتا۔

عالی شان عمارت کا گیٹ آہستہ آہستہ کھلنے لگا۔ غیر ملکی نے گاڑی کو ٹرن دیا اور جیسے جیسے گیٹ کھلتا رہا وہ کار کو آگے بڑھاتا ہوا گیٹ کے قریب پہنچتا رہا حتیٰ کہ وہ عمارت میں داخل ہو گیا۔ پورچ میں گاڑی روک کر اس نے کار کا دروازہ تک بند کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کی بلکہ تقریباً دوڑتا ہوا راہداری کی طرف لپکا۔ اس کے وزنی جوتوں کی دھمک سے راہداری گونج اٹھی۔ وہ اسی رفتار سے چلتا ہوا ایک کمرے کے سامنے پہنچ گیا۔ غالباً وہ دروازہ اس وقت کھلا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ کے معمولی دباؤ سے پٹ از خود کھلتے چلے گئے۔ وہ اندر گھسا اور پھر دروازہ ایک دھماکے سے اس کے عقب میں بند ہو گیا۔ اس کمرے میں ایک اور غیر ملکی بیٹھا ہوا تھا جس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے، وہ اس نووارد غیر ملکی کو دیکھ کر چونک پڑا اور پھر بے تابی سے کھڑا ہو گیا۔ "کیا بات ہے سام، تم کچھ گھبرائے ہوئے ہو؟" اس نے آنے والے سے پوچھا۔

"ہاں بات ہی ایسی ہے۔" نووارد نے کہا۔

"خیریت تو ہے؟"

"بات یہ ہے ایڈگر کہ حالات یکایک مخدوش ہو گئے ہیں۔"

"تم بلاوجہ سسپنس پیدا کر رہے ہو۔" ایڈگر نے منہ بنا کر کہا۔

"دراصل ذہن اس قدر الجھ چکا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہاں سے شروع کروں۔" سام نے تفکر آمیز لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے تم بیٹھو، میں وہسکی لے کر آتا ہوں، میرا خیال ہے پھر تم کچھ ذہنی یکسوئی حاصل کر لو گے۔" ایڈگر نے مسکرا کر کہا اور اٹھ کر دوسرے دروازے سے نکل گیا۔ ٹھیک تین منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی تو اس کے ہاتھ میں ایک پلاسٹک کی خوبصورت ٹرے تھی جس پر ایک آدھی بھری ہوئی بوتل، دو نازک پیمانے اور ایک آئس کنٹینر رکھا ہوا تھا۔ اس نے ٹرے میز پر رکھ دی۔

سام نے جلدی جلدی ایک پیگ بنا کر حلق میں انڈیل لیا۔ پھر اس نے سگریٹ سلگا کر دوسرا پیگ تیار کیا، برف کی ایک ڈلی ڈال کر جب سائفن سے سوڈے کی دھار ماری تو گلاس میں جھاگ سا نمودار ہونے لگا۔ اس کی نگاہیں وہسکی کی سطح پر بننے والے جھاگ پر مرکوز ہو گئیں۔ چند لمحے وہ بلبلوں کو پھوٹتے دیکھتا رہا پھر ایڈگر کی طرف متوجہ ہو گیا جو بڑے غور سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا۔ "آج شام میں آپریشن روم میں بیٹھا ہوا تھا۔" سام نے دھیمے لہجے میں آغاز کیا۔ "اسکرین پر ایک کار نمودار

ہوئی جس کی فرنٹ سیٹ پر دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ ایک خوبصورت شیورلیٹ تھی۔ کار کے مطلوبہ حصے میں پہنچتے ہی میں نے ریخ لے کر الیکٹرانک مشین کے اس مخصوص حصے کو آن کر دیا جس سے اومیگا شعاعیں پیدا ہوتی تھیں لیکن جانتے ہو کیا ہوا؟"

"وہی ہوا ہوگا جو ہمیشہ ہوتا ہے... اور کیا؟" ایڈگر نے منہ بنا کر کہا۔

"ہاں گاڑی کے چاروں پہیئے سڑک سے آلگے، ٹائر گل گئے تھے، لیکن اومیگا شعاعوں نے گاڑی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔"

ایڈگر ہنسنے لگا۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟" سام نے جھنجلا کر کہا۔

"میرا خیال ہے دوسرا پیگ تمھاری ضرورت سے زیادہ ہو جاتا ہے، شریف آدمی اومیگا ریز نے گاڑی کو تباہ نہیں کیا، کم از کم میرا ذہن تو تسلیم نہیں کرتا۔"

"خود میری عقل بھی حیران ہے۔ خیر یہ تو کچھ نہیں، میں نے انھیں نیچے اترتے دیکھا وہ آسانی سے سڑک کے اس حصے پر چہل قدمی کرنے لگے۔"

"ٹھہرو!" ایڈگر نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں بوتل دوسرے کمرے میں رکھ آؤں۔"

سام کڑے تیوروں سے اُسے گھورنے لگا پھر اس کے چہرے پر بے بسی کے تاثرات نمایاں ہو گئے اس نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں جانتا تھا کہ میری بات پر یقین نہیں کرو گے لیکن پیارے تم تو کیا دنیا کا کوئی بھی فرد جو اومیگا ریز کی حقیقت سے واقف ہو ان باتوں کو دیوانے کی بڑ خیال کر کے نظر انداز کر دے گا، لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے، وہ حقیقت ہے۔"

"تم میرے ساتھی ہی نہیں دوست بھی ہو سام!" ایڈگر نے کرخت لہجے میں کہا۔ "میں تم سے ایسے کسی مذاق کی توقع نہیں کر سکتا۔ جس کے ذریعے مجھے کسی مضحکہ خیزی کا نشانہ بننا پڑے۔ سمجھے!"

"سنو ایڈگر، میں تمھیں ایک قابلِ احترام دوست خیال کرتا ہوں لہٰذا مجھ سے کسی مذاق کی توقع درحقیقت میرے خلوص کا مضحکہ اڑانے کے مترادف ہوگا، جو ظاہر ہے میں بھی برداشت نہیں کر سکتا۔"

"ٹھیک ہے اگر تم سنجیدہ ہو تو میں توجہ سے سننے پر آمادہ ہوں، بتاؤ پھر کیا ہوا؟" ایڈگر نے ایک طویل سانس لے کر گلاس اٹھا لیا۔

"میں کہہ رہا تھا ٹائر ختم ہونے کے بعد آئرن وہیل سڑک سے لگ گئے وہ شیورلیٹ رک گئی۔ پھر دونوں سوار نیچے اتر آئے میں نے انھیں سڑک پر ٹہلتے دیکھا تھا۔"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ شام کو انھوں نے سڑک پر قدم رکھ کر



اپنی موت کو دعوت نہ دی ہوگی۔ یقیناً ان کے پرخچے اڑ گئے ہوں گے؟" ایڈگر نے قیاس آرائی کی۔

"ایسا نہیں ہوا۔ وہ اطمینان سے گھومتے رہے ان میں سے ایک کے پاس تھیلا تھا جس سے وہ کچھ چیزیں نکال کر سڑک پر پھینکتا رہا۔ نتیجتاً وہ اشیاء ختم ہوتی چلی گئیں۔"

"کیا اس دوران کار ثابت و سالم کھڑی رہی؟"

"ہاں۔ تم کار کا کہہ رہے ہو تمھیں ان دونوں کے بارے میں حیرت نہیں جو سڑک پر مطمئن انداز میں گھوم رہے تھے۔"

"حیرت انگیز۔ کیا وہ کسی اور دنیا کی مخلوق تھے؟"

"نہیں عام آدمی، بالکل میری اور تمھاری طرح۔"

"پھر کیا ہوا؟" ایڈگر نے گلاس کو حلق میں انڈیلتے ہوئے کہا۔

اس کے لہجے سے سام نے صاف محسوس کیا کہ وہ اس کی بات پر یقین نہیں کر رہا۔ ممکن ہے خود اُسے بھی خیال آگیا ہو کہ کہانی اس قدر تحیّر خیز ہے کہ ایڈگر تو کیا خود وہ بھی نہیں مان سکتا، حالانکہ وہ سب کچھ جاگتی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔

"پھر وہ کار میں بیٹھ گئے۔" سام نے جواب دیا۔ "کار اسی حالت میں کھڑی رہی اور پھر نہ جانے کیا ہوا کہ ایک دھماکے سے پھٹ گئی میں نے اُسے ٹکڑوں میں تبدیل ہوتے دیکھا۔"

"اوہ!" ایڈگر نے پسینہ صاف کرتے ہوئے کہا۔ "کیا وہ دونوں ختم ہو گئے؟"

"پہلی نگاہ میں تو یہی محسوس ہوا تھا۔ اس وقت چونکہ اندھیرا چھا رہا تھا اس لیے میں اسکرین پر واضح طور پر نہ دیکھ سکا کہ وہ بھی ساتھ ہی ختم ہو گئے یا نہیں، البتہ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔"

"کیا مطلب؟" ایڈگر حیرت سے اچھل پڑا۔ "کیا وہ زندہ ہیں؟"

"ہاں، کیونکہ میں نے فوراً ہی دو آدمیوں کو سڑک کی طرف روانہ کر دیا تھا ان کی واپسی تک دو پراسرار آدمیوں نے چہل قدمی

اور شبہ وہی کار سوار تھے، ہمارے دو نگران ساتھیوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ اس کے علاوہ ایک الیکٹرونک آپریٹر بھی ختم ہو گیا۔"
"کیا وہ غار تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے؟"
"ہاں۔ نہ جانے کیسے میں اندھیرے کی وجہ سے اسکرین پر انہیں نہیں دیکھ سکا وہ سلاگر کو ساتھ لے گئے ہیں۔" سام نے جواب دیا۔
"وہ کیسے؟ جبکہ ان کی کار ہی تباہ ہو گئی تھی؟"
"انھوں نے کسی ذریعے سے ایک دوسری کار وہاں منگالی تھی۔ شاید ان لوگوں کے پاس ٹرانسمیٹر موجود تھا۔"
"تم نے الیکٹرونک مشین کو استعمال کر کے انھیں تباہ کیوں نہیں کر دیا؟" ایڈگر نے بے قراری سے پہلو بدل کر کہا۔
"اس لیے کہ میں اس وقت مشین سے دور تھا لیکن جب میں مشین کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا کہ اس مشین کو بھی تباہ کر دیا گیا ہے۔"
"لیکن آپریشن روم میں دوسری مشین بھی موجود تھی۔"
"ہاں۔ جب تک میں وہاں پہنچا وہ ہماری زد سے باہر جا چکے تھے۔" سام نے جواب دیا اور سگریٹ ایش ٹرے میں پھینک کر گلاس میں وہسکی انڈیلنے لگا۔
"گویا اب سلاگر ان کے قبضے میں ہے؟"
"ہاں۔ اور اسی لیے میں فوراً یہاں پہنچا ہوں کہ تم سے مشورہ کروں کہ آخر کیا کرنا چاہیے۔" سام نے کہا اور اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔
ایڈگر بھی سوچ کی گہرائیوں میں ڈوب گیا۔ کمرے میں گہرا سکوت طاری ہو گیا۔ صرف سام کے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ یکایک ایڈگر اٹھا اور سام کو بیٹھنے کا اشارہ کر کے کمرے سے نکل گیا۔

⊛

عمران کے کمرے سے خراٹوں کی مسلسل آواز یہ ظاہر کر رہی تھی کہ اسے خراٹوں کا دورہ پڑ گیا ہے سلیمان نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور پھر طعام گاہ میں میز درست کرنے لگا۔ ناشتہ میز پر لگائے پندرہ منٹ ہو گئے تھے۔ عمران کو بیدار کرنے کی کوشش میں وہ خود بھی صبح سے بھوکا تھا۔ چائے کا کپ تک نہیں پیا تھا چائے کی بھی ایک ہی رہی اس نے تو اس بالائی تک کو نہیں چکھا تھا جو وہ اپنے لیے بطور خاص اتار کر صبح سویرے ہی رکھ لیتا تھا۔
ایک بار پھر اس نے عمران کو اٹھانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا "ٹھیک ہے صاحب سوتے رہیں۔ اب کون اٹھانے آئے گا" سلیمان بڑبڑایا۔ "میں تو آج اپنی بالائی بھی بھول گیا ہوں لاحول ولا یہ بھی کوئی نیند ہے، گدھوں، گھوڑوں اور

مخبروں کو بیچنے والے بھی اس طرح نہ سوتے ہوں گے۔"
وہ ڈائننگ روم کی طرف بڑھ گیا۔
کچھ دیر ڈائننگ روم کی صفائی ستھرائی میں مصروف رہا پھر کچن کی طرف گیا۔ اطمینان سے اس نے ڈھکے ہوئے پیالے کو اٹھایا اور پھر چونک کر اس پر رکھے ڈھکنے کو گرا دیا۔
پیالہ خالی تھا:
"ہائیں۔ یہ بالائی کون کھا گیا؟" وہ حیرت سے بڑبڑایا۔ "صاحب تو سو رہے ہیں۔" وہ تیزی سے عمران کے کمرے کی طرف بڑھا اور جب اس نے عمران کو حسب سابق خراٹے لینے میں مصروف دیکھا تو اس کی تشویش میں اضافہ ہو گیا۔
دوبارہ کچن میں پہنچ کر اس نے ماہر سراغرساں کی طرح کچن کا جائزہ لیا کسی بلی کی موجودگی کے امکانات پر غور کیا لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ غیر العقول بات کیوں کر ظہور پذیر ہوئی۔ وہ صرف دس منٹ پہلے اس پیالے کو وہاں لبالب بھر کر رکھ گیا تھا لیکن واپس آیا تو وہ یوں صاف تھا جیسے بلی نے اسے کھایا اور بعد میں پیالے کو دھو بھی دیا ہو۔
"چلو کیا ہوا؟" اس نے کندھے جھٹکے "کل سہی۔ ابھی تو چل کر ناشتہ کرتا ہوں، بالائی کی کسر ادھر سے نکل جائے گی آج یوں بھی ڈبل ناشتہ ہو گا کیونکہ صاحب تو مزے سے سو رہا ہے۔" وہ بڑبڑاتا ہوا ڈائننگ روم کی طرف بڑھ گیا۔
ابھی وہ ڈائننگ روم کے دروازے پر ہی پہنچا تھا کہ اسے حیرت کا دوسرا جھٹکا لگا۔ عمران نے آخری انڈے کو منہ میں ڈال کر اس ٹوسٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا جو اب تنہا پلیٹ میں رہ گیا تھا۔
سلیمان کا جی چاہا کہ وہ بری طرح اپنا سر پیٹنا شروع کر دے۔ عمران نے اسے دھوکا دیا تھا۔ یقیناً بالائی بھی اسی نے کھائی تھی۔ سلیمان کو یقین ہو گیا۔ وہ خاموشی سے آگے بڑھا اور برتن سمیٹنے لگا "کچھ اور بھی چاہیے صاحب؟" اس نے زہریلے لہجے میں دریافت کیا۔
"نہیں پیارے۔ تم کس قدر عظیم باورچی ہو سلیمان میرا کس قدر خیال رکھتے ہو۔ آخر یہ تم نے اس قدر انڈوں اور دیگر اشیاء کی بھرمار کیوں کر رکھی تھی وہ میں تو کھاتے کھاتے بیزار ہو گیا کھانے سے ہاتھ یوں نہیں کھینچا کہ کہیں تمہارا دل نہ ٹوٹ جائے۔ نہ جانے تم نے کس قدر لاڈ پیار سے یہ میز سجائی ہو گی۔"
"وہ بالائی کس نے کھائی ہے؟" سلیمان نے بھویں سکیڑ کر پوچھا۔

"میرے سوا یہ گستاخی کون کر سکتا ہے؟" عمران نے اطمینان سے جواب دیا۔

"ہوں، اور آج دن بھر کام کون کرے گا۔ اس کے علاوہ آپ جو دماغ چاٹیں گے، اس سے جو کمزوری لاحق ہو گی اس کا کون ذمے دار ہے؟"

"کیا کہہ رہے ہو بڑے بھائی؟"

"سب ٹھیک ہے نکالیے پچاس روپے۔" سلیمان نے غرا کر کہا۔

"کیا مطلب۔ ابے کیا یہ اس ناشتے کا بل ہے؟" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"نہیں، بلکہ میں آپ کو ایک خاص بات بتانا چاہتا ہوں۔"

"گویا تم کوئی راز فروخت کرنا چاہتے ہو؟"

"کچھ بھی سہی، وقت گزرتا جا رہا ہے، پھر میں پچاس پر ہرگز رضامند نہیں ہوں گا۔" سلیمان نے دھمکی دی۔ "یاد رکھیے میں صرف آدھ منٹ دے سکتا ہوں۔"

"آخر بات کیا ہے؟"

"مت نکالیے۔ وقت گزرتا جا رہا ہے۔"

"اے وقت کے دیوتا عرف باورچی اعظم کچھ بول بھی تو، اس قدر بھاری بھر کم ناشتہ کرنے سے میری تو سوجھ بوجھ بھی معدے سے بڑی آنت کے سفر پر روانہ ہو گئی ہے، بتاؤ میں کیا کروں؟" عمران نے بے بسی سے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"وقت گزرنے ہی والا ہے۔" سلیمان نے تنبیہ کی۔

عمران نے بے بسی سے پرس نکالا اور پچاس کا نوٹ سلیمان کے ہاتھ میں تھما کر کرسی پر بیٹھ کر ہانپنے لگا۔ "اب بتا دے جلدی سے ورنہ سو روپے وصول کر لوں گا۔"

"ابھی آ کر بتاتا ہوں۔" سلیمان نے بے پروائی سے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

عمران نے لپک کر اس کی گردن تھام لی۔

"کہاں چل دیے صاحبزادے، وہ راز کی بات تو بتاتے جاؤ۔"

"کہا تو ہے واپسی پر بتاؤں گا۔"

"لیکن تم جا کہاں رہے ہو؟"

"گردن چھوڑیں تو کچھ بتاؤں بھی۔" سلیمان نے عمران کے ہاتھ کی سخت گرفت سے گھبرا کر کراہتے ہوئے کہا۔ عمران نے اس کی گردن چھوڑ دی۔

"بتا جلدی سے۔"

"ناشتہ کرنے جا رہا ہوں۔" سلیمان نے جواب دیا اور جھپاک

ایک لیڈر صاحب جن کا ایک کان کسی حادثے میں کٹ گیا تھا، ایک جلسے میں تقریر کر رہے تھے۔ تقریر کے دوران وہ سینے پر ہاتھ مار کر بڑے جوش سے بولے۔ "میں قوم کے لیے اپنی جان بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

مجمعے میں سے آواز آئی "یہ صاحب... کن کٹے کی قربانی جائز نہیں۔"

مرسلہ۔ فرحت آفاق۔ ناظم آباد کراچی۔

سے باہر نکل گیا۔

عمران نے بونقوں کی طرح دروازے کی طرف دیکھا پھر کھوپڑی کا عقبی حصہ ٹٹول کر واپس کرسی تک آیا اور ڈھیر ہو گیا۔

"دیوالیہ کر کے دم لے گا کم بخت۔" وہ زیر لب بولا اور میز بجانے لگا۔ پھر وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے اونگھ گیا۔ نصف گھنٹے بعد اسے کچھ آہٹ سنائی دی تو وہ سمجھ گیا کہ سلیمان واپس آ گیا ہے۔

وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔ "سلیمان، ابے او سلیمان۔" سلیمان کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہوا۔

"ابے او سلیمان کے بچے۔" عمران ایک بار پھر دہاڑا۔

"کیا ہے صاحب۔" دوسری آواز کے ساتھ ہی سلیمان کی صورت دروازے میں نظر آئی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ پہلی آواز سن کر دروازے تک پہنچ گیا تھا لیکن خاموش کھڑا عمران کے دوسری بار چلانے کا انتظار کر رہا تھا۔

"ابے او باورچی کی اولاد، تم میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے؟" عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"جب میں خود ہی یہاں آ گیا ہوں تو بلا وجہ زبان تھکانے سے فائدہ کیا۔ میں بھی آپ کی طرح چیخنا شروع کر دیتا۔"

"اور کیا۔ کیا چیخنے سے تجھے اختلاج ہوتا ہے؟"

"وہ تو نہیں ہوتا البتہ، آپ غذا کو ہضم کرنے کے لیے چلاتے ہیں اس لیے آپ کا چلانا بجا ہے مجھے تو یہ زیب نہیں دیتا پھر آپ مالک ہیں، آپ چلاتے رہیں۔"

"اور تو کان لپیٹ کر ادھر ادھر گھومتا رہے۔ کیوں؟"

"وہ تو سردیوں میں ہوتا ہے صاحب۔"

"اور آج کل گرمیاں ہیں۔ کیوں بیوقوف بناتا ہے؟"

"میں کیا اور میری بساط کیا صاحب، پھر بنے بنائے کو کیا بنانا...؟" سلیمان تڑ سے بولا۔

"کیا مطلب؟" عمران اسے مارنے کے لیے جھپٹا۔

"یہی کہ آپ ماشاءاللہ جوان ہیں۔ خوبصورت ہیں۔" سلیمان نے جلدی سے اس کی تعریف شروع کر دی اور عمران رک کر اُسے دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر یکایک سرخی نمودار ہوتے لگی تھی جیسے اس تعریفِ بے جا پر شرما رہا ہو۔ سلیمان کی زبان مسلسل چل رہی تھی۔

یکایک فون کی گھنٹی نے گنگنانا شروع کر دیا۔ عمران نے جھپٹ کر ریسیور اٹھا لیا۔ "علی عمران مع اپنی ڈگریوں اور ملازم سلیمان کے۔"

"ہر وقت مذاق اچھا نہیں لگتا۔" دوسری طرف سے سر سلطان کی کرخت آواز سنائی دی۔ جیسے وہ عمران کی ڈگریوں سے کچھ زیادہ ہی بیزار ہو گئے ہوں۔

"معاف کیجئے گا صبح سے یہ پہلی بات کی تھی اسے بھی آپ مذاق ہی تصور کر رہے ہیں۔" عمران نے گویا بُرا مانتے ہوئے کہا۔

"تم نے کچھ کیا؟" سر سلطان نے اس کی بکواس کو نظر انداز کرتے ہوئے بدستور لہجے کی سختی برقرار رکھی۔

"جی ہاں۔"

"کیا ؟"

"ناشتہ۔" عمران نے مطمئن انداز میں جواب دیا۔

دوسری طرف خاموشی چھائی رہی۔ غالباً سر سلطان بھونچکے رہ گئے ہوں گے۔

"ٹھیک ہے۔ اگر تم اس وقت فارغ نہیں ہو تو میں پھر فون کر لوں گا۔" سر سلطان نے کہا اور دوسری طرف سے ریسیور پٹخنے کی آواز سنائی دی۔ عمران "سنیے تو" کی رٹ لگائے رہا لیکن وہاں سننے والا کون تھا... لائن بے جان ہو چکی تھی۔

عمران نے ریسیور رکھا ہی تھا کہ گھنٹی ایک بار پھر بجنے لگی۔
"کون ہے اب۔ فون نہ ہوا کوئی مصیبت ہو گئی۔" عمران نے جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"کیا بات ہے، آج صبح ہی صبح مرچیں چبا رہے ہو۔" دوسری طرف سے فیاض کی آواز سنائی دی۔ لہجے سے معلوم ہوتا تھا کہ اس نے یہ جملہ محض رسمی انداز میں کہا تھا۔ ورنہ دل میں نہ جانے اس غیر سنجیدگی کے خلاف کیا کیا زہر بھرا ہوا ہو گا۔

"تمہاری بلا سے جو بھی کھاؤں یا چباؤں۔" عمران نے مزید جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"کہیں پی تو نہیں گئے؟" فیاض کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں پوچھتا ہوں تم ہو کون پوچھنے والے میں مجوبیوں یا شراب کھیلوں۔" عمران نے غرا کر کہا۔ "آخر تم میرے ذاتی معاملات میں دخل دینے والے کون ہو؟"

"میں فیاض ہوں۔"

"واہ کیا فیاضی کا اظہار فرمایا جا رہا ہے۔"

"کیا تم سنجیدہ نہیں ہو سکتے؟" فیاض نے نرم لہجے میں استدعا کی۔

"معاف کرو۔ پھر کسی وقت آنا۔"

"وہاٹ۔ کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" فیاض کا پارہ ایک دم چڑھ گیا۔ عمران کے لہجے نے اسے سرتاپا سلگا کر رکھ دیا تھا۔ عمران تو سمجھا تھا کہ اس نے اب ریسیور پٹخا کر جب لیکن وہ سر سلطان تو تھا نہیں، جلد ہی خود پر قابو پانے کے بعد بولا۔ "یار اتنے بے مروت ہو۔ اتنے عرصے بعد ملاقات ہوئی تو بھی کچھ خیال نہیں کر رہے۔"

"ارے تو یہ تم ہو سوپر... ہا ہا ہا۔" عمران نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "میں سمجھا شاید آج پھر کسی سماج سدھار کا فون آ گیا ہے، کہو تمہاری بیوی اور نصف بیوی کا کیا حال ہے؟"

"نصف بیوی!" فیاض نے حیرت سے دُہرایا۔

"ہاں بھائی وہی جو گھر داری کے علاوہ باقی سب کچھ بیویوں ہی کے سے حقوق رکھتی ہے اور جس کے لیے تمہارا اصول ہے کہ عاشقِ زار پہلو بدلتا رہے۔" عمران نے ریسیور کان سے الگ کر کے آنکھ ماری جیسے وہ حرکت بھی تار سے ہوتی ہوئی فیاض تک جا پہنچے گی۔

"چھوڑو کیا لے بیٹھے، میں اس وقت ایک اہم بات کرنا چاہ رہا ہوں۔"
"ہو گی مجھے کیا پروا ہے۔ اہم اور غیر اہم دونوں ہی میرے نزدیک دانشمندانہ باتیں ہیں اور تم تو جانتے ہی ہو کہ میں پیدائشی احمق ہوں۔" عمران نے کہا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ فیاض کو کوئی ضرورت مجبور کر رہی ہے ورنہ وہ نہ جانے کب کا فون بند کر کے خاموش ہو گیا ہوتا۔

"سنو عمران۔" فیاض اس کی بات کو نظر انداز کرتا ہوا مسلسل بولتا رہا۔ جیسے جیسے دوسری جانب سے فیاض بول رہا تھا عمران کی غیر سنجیدگی رخصت ہوتی جا رہی تھی اس کی پیشانی پر سلوٹوں کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔ فیاض اُسے ایک انتہائی خطرناک خبر سنا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

نہ جانے ایسی کیا بات تھی کہ اس نے فیاض کو جواب دینا بھی ضروری خیال نہیں کیا اور ریسیور رکھ دیا۔ اس کا جسم پسینے میں شرابور ہو گیا تھا۔ لاشوں کے ڈھیر پر قہقہے لگانے والے عمران کی حالت بھیگے ہوئے چوہے کی سی ہو گئی تھی۔ یقیناً وہ گفتگو

راج گڑھ کی شاہراہ کے سلسلے میں تھی۔ عمران کو یہ خدشہ بے حال کر رہا تھا کہ اگر یہی حادثات شہر کی کسی سڑک پر نمودار ہونے لگے تو کیا ہوگا، شہر کی بھری پڑی سڑکوں پر دھماکے ہوں گے اور پھر دارالحکومت جہنم بن جائے گا۔

اس بات کا تو اسے یقین تھا کہ مجرم سردست شہر کی بجائے کسی خاص وجہ کے تحت اسی شاہراہ کو آسیبی قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں، لیکن وہ وجہ کیا ہے؟

ٹرانسمیٹر کی موجودگی اس بات کی علامت تھی کہ مجرموں کے ہاتھ بہت لمبے ہیں اور دارالحکومت میں جگہ جگہ ان کے کارکن معروفِ کار ہیں جن سے فوری رابطے کے لیے ٹرانسمیٹر استعمال کیا جاتا ہے۔

اگرچہ اس بات کی توقع نہیں تھی کہ مجرم فوراً ہی شہر میں تباہی پھیلانے کے درپے ہوں گے تاہم ایسے لوگوں سے کسی اچھے اقدام کی توقع ذرا کم ہی ہوتی ہے، عمران نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ہر حال میں ان جارحانہ اقدام کے خلاف ایسی کارروائی کرے گا جو مؤثر ہونے کے ساتھ ساتھ مجرموں کے لیے دنداں شکن بھی ثابت ہوگی۔

فیاض نے اسے جو اطلاعات دی تھیں وہ کچھ ایسی ہی تھیں۔ گویا معاملہ اب پولیس کو دھمکانے کی حد تک پہنچ گیا تھا۔

عمران نے دانت پیس کر دائیں ہاتھ کا گھونسہ بائیں ہتھیلی پر مارا اور بے چینی کے عالم میں کمرے میں ٹہلنے لگا... یہ حالت زیادہ دیر تک برقرار نہ رہی، وہ تیر کی طرح فون کی طرف بڑھا پھر اس کی انگلیاں تیزی سے دانش منزل کے نمبر ڈائل کرنے لگیں۔

سام نے گلاس میز پر رکھا اور نیم وا آنکھوں سے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اور کھلے دروازے سے ایڈگر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کسی سے فون پر گفتگو کر رہا تھا۔ گفتگو کا موضوع وہی تھا جس پر وہ نصف گھنٹہ پہلے رائے زنی کر چکے تھے۔ وہ فون بند کر کے واپس آ گیا۔

ایڈگر نے سام کی طرف دیکھا اور اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ کر ایک گلاس وہسکی سے لبریز کرنے لگا پھر اس نے یکے بعد دیگرے دو جام پیے اور بولا۔ "کچھ نہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔" اس کے لہجے میں الجھن تھی۔

"ابھی تم کس سے بات کر رہے تھے؟" سام نے پوچھا۔

"ڈاکٹر درین سے۔"

"اوہ۔" سام کے ہونٹ سکڑ گئے۔ "کیا رہا؟"

"وہ متحیر ہے کہ آخر یہ کس طرح ممکن ہے، تم خود ہی بتاؤ

ایک بچی نے اپنے باپ سے کہا "پاپا، ممی کی بائیبل، آپ کی بائیبل سے زیادہ دلچسپ لگتی ہے۔"
"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟" باپ نے حیرت سے دریافت کیا۔
"وہ اپنی بائیبل بار بار پڑھتی ہیں جب کہ آپ کبھی کبھار پڑھتے ہیں۔"

سام، الیکٹرونک مشین سے ادمیگاریز کو تار کول پر پھینک کر اسے الیکٹرڈ فائر کرنا اور خفیہ توانائی کا مخزن بنانا کس قدر اہم آپریشن ہے۔ اب تک ہم نے جتنے بھی تجربات کیے ان میں تقریباً ہر چیز اس توانائی اور ادمیگا کرنٹ کے لیے بہترین موصل ثابت ہوئی ہے۔ ایسی صورت میں ان لوگوں کی کار کا کچھ دیر کے لیے محفوظ رہنا اور پھر ان لوگوں کی چہل قدمی، یہ غور کرنے پر مجبور کرتی ہے کہ آخر انھوں نے وہ کون سی غیر موصل چیز پہن رکھی تھی جس کے سامنے ادمیگا کرنٹ ناکام ہو گیا؟"

"اگر ان میں سے کوئی ہاتھ لگ جاتا تو اس کا انکشاف ہو جاتا۔"

"اس وقت کرنٹ ہی کمزور تو نہیں ہو گیا تھا؟" ایڈگر نے قیاس آرائی کی۔

"نہیں مشین کی کارکردگی قابلِ اطمینان تھی۔" سام نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "توانائی کا ایک جھٹکا ہی سڑک کو ایک منٹ تک طاقتور بنانے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ میں جانتا ہوں، مشین پورے دس منٹ تک چلتی رہی تھی۔"

"ہوں۔" ایڈگر نے سر ہلایا۔

"اب کیا کیا جائے؟" سام نے الجھن آمیز لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے چیف کو رپورٹ دینا ضروری ہے۔" ایڈگر نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن اس رپورٹ کے بعد اس کا رد عمل کیا ہوگا یہ تو تم بھی سمجھ سکتے ہو۔"

سام نے منہ بنایا۔

"ضروری نہیں کہ باس اس بات پر یقین کر ہی لے۔" ایڈگر نے اپنے شک کا اظہار کیا۔

"ایسا کرنا ناگزیر ہے۔" سام غرایا۔ "یہ کوئی ناقابلِ فہم بات نہیں۔ باس کو اس رپورٹ کے بعد جائزہ لینا چاہیے کہ وہ کونسا کمزور پہلو ہے جس کی آڑ میں قانون کی ہم تک رسائی ممکن ہو سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے میں بات کرتا ہوں" ایڈگر اٹھ کھڑا ہوا۔

دائیں جانب کھڑی ہوئی الماری کے شیلف میں ایک ریڈیو رکھا ہوا تھا۔ اس نے ریڈیو اٹھایا اور میز پر رکھ کر اس کی ناب اس انداز میں گھمانے لگا جیسے اسے کسی خاص اسٹیشن پر لگانا چاہتا ہو۔ سوئی متحرک رہی اور پھر ایک جگہ ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے بعد مدھم سی آواز سنائی دی "بلیک کیٹ۔ بلیک کیٹ، ہو از دیئر؟"

"پوائنٹ ایٹی فور، پوائنٹ ایٹی فور کالنگ" ایڈگر نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"یس پوائنٹ ایٹی فور؟"

"پلیز کنکٹ ہیڈ کوارٹر۔ ڈائریکٹ بلیک کیٹ"

"ویٹ اے منٹ، جسٹ اے منٹ" آواز سنائی دی۔

ریڈیو گرام کے اسپیکر میں جیسے کوئی بلڈاگ گھس آیا ہو کچھ دیر غراہٹ سی سنائی دیتی رہی پھر ایک انتہائی مترنم آواز سنائی دی "بلیک کیٹ، بلیک کیٹ، واٹ از دیئر"

"اے بیڈ نیوز۔ اے بیڈ نیوز" ایڈگر نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"وہاٹ" مترنم آواز میں تیز خنجر کی سی کاٹ پیدا ہو گئی۔

"بیڈ نیوز فار می آر فار یو؟ جلدی بولو کیا بات ہے؟"

"چیف مجھے یہ اطلاع دیتے ہوئے انتہائی افسوس ہو رہا ہے کہ اومیگا ریز کا تجربہ اس بار ناکام ہو گیا ہے"

"وہاٹ۔ کیا تم آج پھر نشے میں ہو ایڈگر؟" ناگن کی سی پھنکار سنائی دی۔ سام نے ایڈگر کی طرف دیکھا اور جیب سے رومال نکال کر پیشانی سے پسینہ پونچھنے لگا۔

"شاہراہ خطرے میں ہے" ایڈگر نے ہکلا کر کہا اس وقت وہ ریڈیو پر جھک کر بات کر رہا تھا جیسے اس کے میکنزم میں کوئی ماؤتھ پیس بھی موجود رہا ہو۔

"ٹھیک ہے، میں ابھی تمہارا بندوبست کرتی ہوں تم اتنے حواس باختہ ہو گئے ہو کہ سلیقے سے رپورٹ بھی نہیں دے سکتے؟"

ایڈگر کانپ کر رہ گیا۔ اسے اپنے جسم پر چیونٹیاں سی رینگتی محسوس ہوئیں۔ پھر اس کی نظر اس سیاہ بلی پر مرکوز ہو گئیں جس کی تصویر اس کمرے کی ایک دیوار پر آویزاں تھی۔ اس نے سام پر ایک اچٹتی نگاہ ڈالی۔ سام کا چہرہ لاش کی طرح سفید ہو رہا تھا۔

"اس وقت سام بھی یہاں موجود ہے چیف، اس کا کہنا ہے کہ دو آدمی کار میں شاہراہ تک گئے اور پھر پوائنٹ ڈینجر کی رینج میں آتے ہی ان کی کار کے ٹائر ختم ہو گئے۔ کار رک گئی لیکن اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا"

دوسری طرف سے بلیک کیٹ کا ہذیانی قہقہہ سنائی دیا۔

"تم دونوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے، میرا خیال ہے تم نے جاگتے میں کوئی خواب دیکھا ہے لیکن اس خواب کی تعبیر بہت بھیانک ہو گی۔ آج رات بلیک کیٹ تم دونوں کو شکار کرے گی"

"رحم چیف، رحم" ایڈگر گڑگڑایا "یہ حقیقت ہے میں نے کوئی کہانی نہیں سنائی پوائنٹ ڈینجر کا صرف ایک آدمی زندہ ہے، باقی آدمیوں کو ان پُراسرار آدمیوں نے ٹھکانے لگا دیا ہے"

"اوہ ... آئی ... سی" بلیک کیٹ کی آواز تھی یا زخمی ناگن کی پھنکار، غالباً اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس کے ماتحت کوئی غلط بیانی نہیں کر سکتے "کیا ایسا ممکن ہے ایڈگر؟" بلیک کیٹ نے کہا۔

"خود مجھے بھی یقین نہیں آتا چیف۔ لیکن کیا کروں حقیقت سامنے ہے، سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ وہ لوگ سلاگر کو ساتھ لے گئے ہیں"

"سام اس وقت کہاں تھا؟"

"آپریشن روم میں"

"تم نے انہیں روکنے یا ہلاک کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ سام جواب دو" اس بار بلیک کیٹ براہ راست سام سے مخاطب ہوئی تھی۔

"آپ تو جانتی ہیں چیف کہ آپریشن روم سے مشین کس قدر فاصلے پر ہے پھر اس وقت اندھیرا ہو گیا تھا اس لیے اسکرین بھی ناکارہ ہو گئی تھی اس کے باوجود جب میں نے خطرے کو محسوس کیا تو میں الیکٹرونک مشین والے کمرے کی طرف بھاگا"

"تم نے خطرہ کیسے محسوس کیا؟"

"سڑک کی طرف جانے والے دونوں آدمی جب رپورٹ لے کر میرے پاس نہ آئے تو مجھے تشویش ہوئی، میں نے محافظوں کو کال کیا لیکن ان کی طرف سے بھی جواب نہ ملا تو مجھے الجھن سی ہوئی۔ سلاگر سے بھی رابطہ قائم نہ ہو سکا پھر میں آپریشن روم سے نکلا، الیکٹرونک مشین والے کمرے میں پہنچا تو تم اور باشو مردہ پڑے تھے، الیکٹرونک مشین تباہ ہو چکی تھی" یہ سام نے ہکلا ہکلا کر رپورٹ دی۔

"تم نے فوراً ہی ہیڈ کوارٹر کال کر کے مدد کیوں نہیں طلب کی، ایسا ممکن نہ تھا تو تمہیں فی الفور دوسری چوکی کو اطلاع دینی چاہیے تھی" بلیک کیٹ نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے چیف۔ ٹرانسمیٹر غائب تھا"

"کیا مطلب؟"

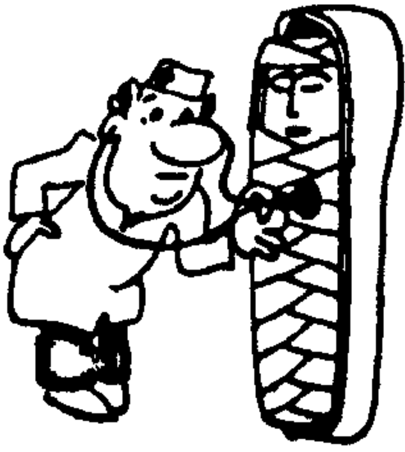
"غالباً وہ لوگ سلاگر کے ساتھ ٹرانسمیٹر بھی اٹھا لے گئے۔"
"تم نے ان کا تعاقب کیوں نہیں کیا؟"
"جب میں گیراج میں پہنچا تو وہ لوگ نگاہوں سے اوجھل ہو چکے تھے۔"
"یہ ناقابلِ یقین رپورٹ ہے میں ابھی اسپیشل اسکواڈ کو روانہ کرتی ہوں تم لوگ جہاں ہو وہیں رہو۔" بلیک کیٹ نے کہا اور بلڈاگ کی غراہٹوں کے بعد یکایک وہ تیز آواز خاموش ہو گئی۔

سام نے ایک طویل سانس لیا اور بوتل پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے بوتل کو منہ سے لگا لیا اور ایک تہائی حصہ حلق میں انڈیلنے کے بعد ہونٹ صاف کیے اور ایڈگر پر نگاہ ڈالی۔ ایڈگر کی حالت اس سے مختلف نہیں تھی۔ وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے سگریٹ کے گہرے گہرے کش کھینچ رہا تھا۔

"جان بچی سو لاکھوں پائے۔" سام بڑبڑایا۔
"اتنی آسانی سے جان چھوٹنا حیرت کی بات ہے ڈیئر ابھی انتظار کرو۔ بلیک کیٹ سے تم خوب آگاہ ہو۔"
"ہوں۔ میرا خیال ہے، مجھے اب چلنا چاہیے۔ للی میرا انتظار کر رہی ہو گی۔" سام نے کہا۔
"کچھ دیر انتظار کرو۔" ایڈگر بڑبڑایا۔
"کیوں؟"
"میرا خیال ہے ہیڈ کوارٹر سے کوئی خاص پیغام ملنے والا ہے۔"
"لیکن بلیک کیٹ نے کوئی بات نہیں کی۔"
"اگر کوئی اطلاع آئی تو تم مجھے ہارس آور میں فون کر سکتے ہو۔"
"دس منٹ ٹھہرنے سے تمھارا کیا بگڑ جائے گا؟"

سام کوئی عذر پیش کرنے ہی والا تھا کہ ریڈیو گرام پر اشارہ موصول ہوا۔ وہ کسمسا کر خاموش ہو گیا۔ "دیکھا، میں جانتا تھا بلیک کیٹ کبھی خاموش نہیں بیٹھے گی۔" ایڈگر بولا۔
"دیکھو کیا کہتی ہے۔" سام نے اضطراب سے کہا اور دھپ سے کرسی پر گر گیا۔

ایڈگر نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ کچھ دیر بعد بلڈاگ کی غراہٹ سی سنائی دیتی رہی پھر بلیک کیٹ کی مترنم لیکن دل کی گہرائیوں تک اتر جانے والی آواز سنائی دی۔ "دس از بلیک کیٹ۔ ایڈگر اینڈ سام؟"
"یس مادام۔ ہم دونوں ہی موجود ہیں۔" ایڈگر نے جلدی سے جواب دیا۔
"اس وقت تمھارے پاس کُل کتنے آدمی ہیں؟"
"چالیس سے کچھ کم ہوں گے چیف۔"



"ٹھیک ہے۔ آج سے ہم اپنے منصوبے میں تبدیلی کر رہے ہیں۔ اس سے پیشتر ہمارا خیال تھا کہ ایک مخصوص حصے کو اپنے اثر میں لے کر ہم زیادہ تباہی مچائے بغیر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن اب یہ ممکن نہیں رہا۔ تم لوگوں کی ذرا سی غلطی بلکہ بے پروائی کی وجہ سے اچھی خاصی محفوظ جگہ ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہے میں چاہتی ہوں کہ اب شہر کے مختلف حصوں میں اس قسم کی وارداتیں ہوں جس سے دارالحکومت میں کہرام برپا ہو جائے۔ اگرچہ اس طرح زبردست تباہی پھیلے گی تاہم اس کے بغیر چارہ نہیں کچھ لوگوں کی موت بالکل اس بھینٹ کی طرح ہو گی جو پرانے زمانے میں قہر آلود دیوی کو خوش کرنے کے لیے دی جاتی تھی۔" بلیک کیٹ نے کہا۔ "یہ وارداتیں کل سے شروع ہوں گی لیکن اپنا کوئی آدمی ان میں حصہ نہیں لے گا۔ مقامی آدمیوں کو استعمال کرو اور اگر ان میں سے کوئی جہنم رسید ہوتا ہے تو ہونے دو، بلکہ فوری طور پر اس مشن کے لیے نئے آدمیوں کی بھرتی شروع کر دو۔"

"بہت بہتر مادام۔ اس قسم کے لوگوں کا حصول یہاں زیادہ مشکل نہیں ہے اس ملک کے لوگ اپنی ذات کے لیے سب کچھ قربان کر دیتے ہیں لہٰذا چند روپوں کے عوض ان سے سب کچھ خریدا جا سکتا ہے۔" ایڈگر نے کہا۔

"تمھارا کہنا ٹھیک ہے لیکن اس قوم میں حب الوطنی کا جذبہ بھی شدید ہوتا ہے اگرچہ یہ ایک خوابیدہ قوم ہے تاہم اس کی حالت سوئے ہوئے شیر کی مانند ہے اگر یہ بیدار ہو گئی تو پھر ہمیں شکست کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہو گا اور میں اس مشن میں ناکام ہونے کی بجائے مر جانا پسند کروں گی۔ سمجھے؟"

"او۔ کے چیف میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس مشن کو پورا کرنے کے لیے اپنی زندگی کی آخری سانس تک قربان کر دوں گا۔" ایڈگر نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"تمھارے جذبات قابلِ ستائش ہیں ایڈگر لیکن اس معاملے میں جذبات سے زیادہ سمجھ بوجھ کی ضرورت ہے، اپنی آنکھیں

کھلی رکھو۔ میں نے ابھی تک اسپیشل اسکواڈ کو اس مشن میں استعمال نہیں کیا اگر ضرورت محسوس ہوئی تو پھر آخری حربے کے طور پر اسے بھی میدان میں لانا پڑے گا۔"

"یس مادام۔ میں سمجھ رہا ہوں۔"

"میں منتظر رہوں گی کہ تم کب نئے آدمیوں کے بارے میں اطلاع دیتے ہو۔ اس کے بعد ٹارگٹ کا تعین میں خود ہی کروں گی۔ ایک بھرپور حملہ ہوگا اور اس کے بعد نتائج اخذ کرنے کیلئے خاموشی اختیار کی جائے گی۔"

"او کے مادام۔ ایسا ہی ہوگا۔"

"میں اس معاملے میں تمہیں انچارج دیکھنا پسند کروں گی، لہٰذا اس بات کا خیال رکھنا کہ میں کامیابی و ناکامی دونوں ہی صورتوں میں انتہا پسند ہوں، میری نوازشات کا بھی تمہیں اندازہ ہوگا اور قہر و غضب کے معاملے میں تم مجھے کالی دیوی سمجھ سکتے ہو۔"

جملے کا اختتام اس قدر غضب ناک تھا کہ ایڈگر اور اس کا ساتھی دونوں ہی سرتاپا کانپ کر رہ گئے۔

"آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا چیف۔" ایڈگر نے کانپتی آواز میں کہا۔ مگر اس وقت تک وہ جدید ترین ٹرانسمیٹر خاموش ہو چکا تھا۔

سام نے ایڈگر کی طرف دیکھا اور مسکرانے لگا۔ "بلیک کیٹ دن بدن خونخوار ہوتی جا رہی ہے۔" اس نے کہا۔

ایڈگر نے خوفزدہ نگاہوں سے اس بلی کی طرف دیکھا جس کی خوفناک شبیہ اس کمرے میں موجود تھی۔ اس نے تھوک نگل کر دوبارہ سام کی طرف دیکھا اور سر جھکا کر کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔



دوسری طرف سے فوراً ہی ریسیور اٹھا لیا گیا۔ "ایکس ٹو۔" مخصوص بھرائی ہوئی آواز عمران کی سماعت سے ٹکرائی۔

"ادھر بھی ایکس ٹو ہی بول رہا ہوں بھائی۔" عمران نے ہانک لگائی...

"اوہ... عمران صاحب کیا حال ہیں؟"

"تم اپنے شکار کا حال سناؤ۔"

"خیریت سے ہے۔ ابھی کچھ دیر قبل ملاقات ہوئی تھی، شیر کی طرح بار بار دھاڑتا ہے غصے سے بل کھا کھا کر دھمکیاں دیتا ہے۔" بلیک زیرو نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"بہت خوب۔ میرا دل اس سے ملنے کے لیے بے چین ہو رہا ہے۔"

"خیریت؟"

"بس، میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "پچھلے سال بھی ایک ایسا ہی آدمی ہاتھ آیا تھا جو میری محبت کی تاب نہ لا کر چل بسا تھا۔ ڈرتا ہوں کہیں یہ بھی اسی کا بھائی بند ثابت نہ ہو۔"

"آپ کا اندازِ محبت بھی تو نرالا ہے۔"

"ہائیں۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" عمران نے حیرت سے دریافت کیا۔

"کئی بار میرا بھی پالا پڑ چکا ہے۔" بلیک زیرو بولا۔

"سر منڈاتے ہی اولے پڑے ہوں گے برخوردار۔" عمران نے دیدے نچا کر کہا پھر یکایک سنجیدہ ہوگیا۔ یہ سنجیدگی چہرے کے ساتھ ساتھ لہجے سے بھی جھلکنے لگی تھی جسے دوسری جانب بلیک زیرو نے واضح طور پر محسوس کیا تھا۔ "کیا تم اس سے کچھ پوچھنے میں کامیاب ہوئے ہو؟"

"نہیں جناب۔ فی الحال تو وہ اڑیل ٹٹو ہو رہا ہے۔"

"تم نے اس کی باگ ڈور جوزف کے حوالے نہیں کی؟"

"ابھی نہیں۔ سوچ رہا ہوں کہ شاید وہ محبت سے ہی کھلنے پر آمادہ ہو جائے۔"

"اس خیال میں نہ رہو۔" عمران غرایا۔ "یہ لاتوں کے بھوت ہیں باتوں سے نہیں مانتے۔ اسے جوزف کے حوالے کر دو۔ وہ خود ہی اسے کھول ڈالے گا... ممکن ہے ادھیڑ ڈالے۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"اور خیال رہے کہ وہ موت سے ہمکنار نہ ہونے پائے۔"

"کیا مطلب؟" بلیک زیرو چونک پڑا۔

"جوزف کو ہدایت کر دینا کہ اسے ہر حال میں زندہ رہنا چاہیے، وہ ہمارے پاس واحد مہرہ ہے، اگر اسے بھی غلط استعمال کیا گیا تو ہمیں ہر حال میں شکست کا منہ دیکھنا پڑے گا... اور شکست کا دوسرا مطلب ہماری تباہی ہے۔" عمران نے انتہائی سنجیدہ اور سخت لہجے میں وضاحت کی۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ میں ذاتی طور پر خیال رکھوں گا۔"

"اور سنو، ان لوگوں نے باقاعدہ پولیس کو دھمکی دے دی ہے۔"

"پولیس کو دھمکی؟" بلیک زیرو نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں۔"

"آپ کا مطلب ہے انھوں نے پولیس کو راستے سے ہٹ جانے کا مشورہ دیا ہے؟" بلیک زیرو نے بدستور حیرت زدہ لہجے میں دریافت کیا۔

"ہاں۔ انھوں نے اعلان کیا ہے کہ اگر پولیس نے ان کے معاملے میں مداخلت کی تو نتائج مزید بھیانک ہوں گے۔ وہ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں اس میں جارحیت کا مظاہرہ کریں گے اور ممکن ہوا تو پورے دارالحکومت کو جہنم کا نمونہ بنا دیں گے۔"

"گویا دیدہ دلیری سے کام لیا جا رہا ہے؟"

"ہاں... اور اس دیدہ دلیری کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں آستین کے سانپ بہت زیادہ ہیں، وہ ان کو خرید کر غلام بنا چکے ہوں گے اور یہی غلام ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ ان کا قلع قمع کرنا ضروری ہے۔"

"میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں۔" بلیک زیرو نے متانت سے جواب دیا۔

"تمام ماتحتوں کو شہر میں پھیلاؤ، انھیں حکم دے دو کہ ہر مشکوک آدمی کی نگرانی کریں۔"

"میں ابھی انھیں آگاہ کر دیتا ہوں۔"

"صفدر اور صدیقی کو گرین اسکوائر بھیج دو اور ان سے کہو کہ وہ ایسے لوگوں کو خاص طور سے نگاہ میں رکھیں جو غیر ملکی ہوں اور ان غیر ملکیوں کو اس وقت خاص طور سے توجہ طلب سمجھا جائے جب وہ کسی دیسی آدمی سے ملتے نظر آئیں۔ اگر ان غیر ملکیوں کو کسی سماج دشمن یا مشکوک دیسی آدمی سے رابطہ قائم کرتے دیکھا جائے تو ان کا تعاقب کیا جائے... صرف تعاقب، اگر انھوں نے کسی معاملے میں دخل اندازی کی جرأت کی تو سخت سزا دی جائے گی۔"

اس نے گہری سانس لی اور قدرے توقف سے بولا: "میں نے ایڑیوں میں لگانے کے لیے جو مخصوص سلیپیں تمھیں دی تھیں وہ ان سب میں تقسیم کر دو۔ انھیں ہدایت کر دو کہ وہ کسی بھی لمحے ان کے بغیر گھومنے پھرنے کی کوشش نہ کریں۔"

"بہت بہتر جناب۔ آپ کے لہجے سے محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے اس دھمکی کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔" بلیک زیرو نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"تمھارا کیا خیال ہے، ان لوگوں سے تم کس بات کی توقع کرتے ہو جو بغیر دھمکی دیے کئی آدمیوں کو ٹھکانے لگا چکے ہیں، کیا وہ کسی قسم کی رعایت سے کام لیں گے۔ بھول جاؤ طاہر، یہ اقتدار کی جنگ ہے، انسان، انسان کو غلام بنا کر اس دور کی یاد تازہ کرنا چاہتا ہے جب وہ غلاموں کی تجارت کرتا تھا، اس سے جبلت کی اس جارحانہ حس کو سکون ملتا ہے جو دوسروں کو معتوب اور محکوم دیکھ کر احساس برتری سے حاصل ہوتا ہے۔"

"آپ کا نظریہ درست ہے۔ یہ اقتدار کی جنگ ہے اور

ایک بچہ درخت پر بہت اوپر چڑھ گیا... اچانک اس کا پاؤں پھسلا اور وہ نیچے گرنے لگا۔ اس نے جلدی سے دعا کی: "خدایا میری..." گرتے گرتے وہ اچانک جھول گیا تو بولا: "فکر نہ کرو اللہ میاں! میری پتلون کا پائنچہ ایک شاخ میں اٹک گیا ہے۔"

اقتدار یا غلبہ حاصل کرنے کے لیے انسان، درندہ بھی بن جاتا ہے۔"

"ہمیں اس میں پہلے بھی کئی تلخ تجربات ہو چکے ہیں۔" عمران غرّایا۔ "ان لوگوں کے دانت بارہا کھٹے تو کیے گئے ہیں لیکن منہ کی کھانے کے باوجود ان لوگوں کے ذہن سے احساس برتری کا وہ مرض دور نہیں ہوا جو صدیوں سے ان کے حواس پر چھایا ہوا ہے۔"

"میں اس معاملے میں ذاتی طور پر کچھ ورک کرنا چاہتا ہوں جناب۔"

"اجازت ہے لیکن سرِدست تمھیں سلاگر سے یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ لوگ کون ہیں، ان کا مقصد کیا ہے، کہاں سے آئے ہیں اور ان کے وسائل کیا ہیں؟ اگر وہ کسی خفیہ اڈے کا پتہ بتا سکے تو اور بھی اچھی بات ہے۔ تم اسے محفوظ مستقبل کی ضمانت دے سکتے ہو۔ اگر جوزف بھی اس سے کچھ اگلوانے میں ناکام رہے تو پھر مجھ سے رابطہ قائم کرو۔"

"کیا آپ ہر وقت اپنے فلیٹ تک ہی محدود رہیں گے؟"

"عقل کے ناخن لو۔" عمران دہاڑا۔ "تم مجھ سے واچ ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

"میرا خیال ہے ہم نے وہاں گھس کر جلد بازی کا مظاہرہ کیا تھا۔"

"تمھارا خیال اپنی جگہ درست ہے۔" عمران نے نرم اور متفکر لہجے میں کہا۔ "لیکن اس بات کو ذہن میں رکھو کہ اگر آسیبی شاہراہ کو فوری طور پر صاف نہ کیا جاتا... تو یقین کرو کہ مزید حادثات ہوتے اور تباہی پھیلتی۔"

"لیکن اب تو وہ لوگ کھل کر سامنے آ رہے ہیں، یہ اسی جلد بازی کا نتیجہ ہے۔"

"زیادہ خود اعتمادی بھی مجرم کو اندھا کر دیتی ہے طاہر! اس نفسیاتی حربے سے وہ سامنے آئیں گے۔ ان سے حماقتیں سرزد ہوں گی، پھر وہ پھنس جائیں گے۔"

"پولیس کو دھمکی کس طرح موصول ہوئی ہے؟"

"فیاض کی حالت ان دنوں دیکھنے والی ہے۔" عمران نے ہنس کر کہا۔ "دھمکی فون پر دی گئی تھی۔ انھوں نے سلاگر کو رہا کرنے کے لیے کہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ سلاگر کسی خاص حیثیت کا مالک ہے اور اسے بہت کچھ معلوم ہے۔"

"جب انھوں نے سلاگر کو رہا کرنے کی شرط رکھی ہے تو ہمیں اس شرط کو منظور کر لینا چاہیے۔ میرا خیال ہے اس طرح ہماری منزل اور بھی آسان ہو جائے گی۔" بلیک زیرو نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" عمران چونک پڑا۔

"میک اپ میں ہمارا کوئی بھی آدمی ان تک پہنچ سکتا ہے۔"

"صبح ناشتے میں کیا استعمال کیا تھا؟" عمران نے جھنجھلا کر کہا۔ "عقل مند تمھارا کیا خیال ہے، یہ سلاگر کوئی حاجی یا پیر و مرشد قسم کا آدمی ہے۔ تم اسے رہا کر کے دیکھ لو۔ چند ہی لمحوں میں اس کی لاش پر فاتحہ خوانی کی نوبت آ جائے گی۔"

"کیا مطلب؟" اب بلیک زیرو کے چونکنے کی باری تھی۔

"سیدھی سی بات ہے فرزند، اسی سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ ضرور جانتا ہے۔ ہمیں ان معلومات کو ہر حال میں حاصل کرنا ہے۔"

"اسے رہا کروانے کا تقاضا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ہمیں کچھ نہیں بتائے گا۔ گویا وہ لوگ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ سلاگر سے کچھ دریافت کرنا ناممکن ہے۔" بلیک زیرو نے پُرخیال لہجے میں کہا اور عمران کے جواب کا انتظار کرنے لگا جو اس کی بات سنتے ہی خاموش ہو گیا تھا۔ "کیا سوچنے لگے عمران صاحب؟"

"سوچتا ہوں کہ تمھاری عقل کی فاتحہ خوانی کے لیے کون سا دن مناسب رہے گا؟" عمران نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"جی۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"یہی کہ عقل مند صاحب۔" عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "اگر انھیں سلاگر کی قوتِ برداشت پر اتنا ہی بھروسا ہوتا تو یقیناً وہ اسے نظر انداز کر دیتے لیکن اس کی رہائی کا تقاضا یہ ظاہر کرتا ہے کہ انھیں سلاگر پر اعتماد نہیں، اس کی شخصیت میں کوئی کمزوری ہے، اسے تلاش کرو۔"

"آپ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔"

"سو فیصد برخوردار۔ غلطی تو صرف یہ ہوئی کہ میں اس دنیا میں تشریف لے آیا اس کے بعد سے میں نے کانوں کو ہاتھ لگا لیا۔ اچھا خدا حافظ۔" عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

چند لمحے وہ غور و فکر کی حالت میں مبتلا رہا پھر سلیمان کو پکارنے کے لیے حلق پھاڑنے لگا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اسے آوازیں لگانے کا دورہ پڑ گیا ہو۔

سلیمان بگٹٹ بھاگتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ "کیوں گلا پھاڑ رہے ہیں۔ اتنا ہی شوق ہے تو کسی قوال کے ہاں کیوں نہیں چلے جاتے۔" اس نے آتے ہی آنکھیں نکالیں۔

"ابے او قوال کے بچّے تُو نے مجھے کیا سمجھ رکھا ہے؟"

"کیا مطلب؟" سلیمان اس کے تیور دیکھ کر چونک پڑا۔

"تمھیں آوازیں دینے میں میری توانائی اس قدر صَرف ہوتی ہے کہ آیندہ دس برس تک اس کی کمی دور نہیں ہو گی۔ اس کے برعکس اگر میں گھنٹی لگوا لوں، تو تمھیں بلانے کے لیے اتنی دیر تک اسے بجانا پڑے گا کہ بجلی کا بل میری جیب میں ایک عدد بل بنا دے گا جس میں الیکٹرک سپلائی والوں کا چوہا گھس جائے گا اور ساری رقم کُتر کر ہضم کر لے گا، سمجھے۔ بتا اس انرجی کے لیے میں کیا کروں، کہاں سے حاصل ہو گی توانائی؟"

"بالائی تو کھا چکے ہیں اور کیا کریں گے۔" سلیمان نے آنکھیں دکھائیں۔

"ہوں۔ تو تُو اب تک بالائی کے غصّے میں ہے، کیوں بے خود تو بالائی کھاتا ہے اور مجھے مونگ کی دال کھلا کھلا کر چوپٹ کر رکھا ہے۔ نمٹ لوں گا تم سے بھی۔ آج سے دودھ بند۔" عمران نے ہاتھ ہلا کر کسی تنگ مزاج شوہر کی طرح کہا۔

"دودھ بند ہو جائے گا تو ہنڈیا کون پکائے گا؟"

"کیا مطلب۔ کیا دودھ سے ہنڈیا پکتی ہے؟"

"جی ہاں۔" سلیمان نے جواباً اسی لہجے میں کہا۔ "دودھ پی کر قوت پیدا ہوتی ہے اور اس طرح چولہا جھونکنے میں دشواری نہیں ہوتی۔"

"چولہا ہے یا بھاڑ؟"

"میرے لیے تو جہنّم ہے، زندگی عذاب ہو کر رہ گئی ہے۔ جی چاہتا ہے کھڑکی سے کود کر خودکشی کر لوں۔"

"یہ بات تُو نے اس وقت بھی کہی تھی جب ہم گراؤنڈ فلور پر رہتے تھے۔" عمران نے ہاتھ نچایا۔ "ہر وقت خودکشی کی دھمکیاں دے کر تُو نے میرا دل کمزور کر دیا ہے، مونگ کی دال سے جگر اور معدہ چھلنی ہے، کوئی چیز رکتی ہی نہیں۔ کان الگ خراب ہیں، چلّاتے چلّاتے گلا خراب ہو گیا ہے۔ والیوم کا کوئی حساب ہی نہیں، پھٹے بانس کی سی آواز ہو گئی ہے، مارے شرم کے کسی محفلِ موسیقی میں بھی شرکت نہیں کر سکتا اور انجام کار لوگ مجھے قوالوں کے ہاں جانے کا مشورہ دینے لگے۔ کیا یہی چاہتا تھا تُو؟"

"میرے پاس دماغ چٹوانے کے لیے نہیں، معاف کریں۔"

"ہائیں۔ اور وہ جو پچاس روپے صبح سویرے مجھ سے لیے تھے

ان کا کیا ہوا؟" عمران نے دیدے پھیلا کر کہا۔"تم نے کہا تھا، جان بنا کر مجھے ہر طرح سے باتیں کرنے کی اجازت دو گے۔"

"میں اب دیوار سے سر ٹکرا دوں گا۔"

"ہوں۔ تو اب در و دیوار پر غصہ اتارنا چاہتا ہے۔ بھاگ جا یہاں سے ملعون میں تیری صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔" عمران نے دہاڑ کر پاؤں پٹخا اور سلیمان یوں بھاگا جیسے رسا تڑوا کر بھینس بھاگتی ہے۔

عمران نے اس کے جاتے ہی اُلوؤں کی طرح دیدے نچائے اور دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ الماری سے واچ ٹرانسمیٹر نکالا اور گھڑی بدل کر کپڑے بدلنے لگا۔ کپڑے بدلنے کے بعد اس نے وہ مخصوص جوتے بھی پہن لیے جس کے سول میں خاص طور پر وہ پُراسرار سلیٹ رکھی ہوئی تھی۔ یہ سلیٹ پروفیسر داؤد نے تیار کی تھی جوان دنوں جوہری توانائی سینٹر کے ایک خاص شعبے میں ریسرچ کا کام کر رہا تھا۔ تجربات کے دوران ہی اس نے اتفاقاً چند عجیب و غریب شعائیں دریافت کر لی تھیں۔ اس دریافت کے دوران اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ سیسے کی سلیٹ پر وہ شعائیں اثر انداز نہیں ہوتیں۔ ان شعاعوں کو اس نے الفا اور سگما کے مجموعے کے نام سے پکارا اور اس سلیٹ کو غیر موصل قرار دیتے ہوئے حفاظتی سلیٹ کا نام دیا۔ ان دونوں شعاعوں کے تجربے سے پروفیسر نے ایک اور بات کا تجربہ کیا تو وہ حیرت زدہ رہ گیا کہ سیسے کے علاوہ وہ شعاعیں تقریباً ہر چیز کو پگھلا دیتی ہیں۔

عمران کے ذہن میں ان شعاعوں اور حفاظتی سلیٹ یا چادر کا خیال محفوظ تھا۔ اس لیے اس نے راج گڑھ کی شاہراہ کی جانب جانے سے پہلے ان تمام چیزوں کا بندوبست کر لیا۔ یہی وجہ تھی کہ کار کے ٹائر تو پگھل گئے لیکن کار محفوظ رہی جب وہ سلیٹ یا چادر ہٹا دی تو وہ تباہ ہو گئی تھی۔

کپڑے بدل کر وہ تیار ہو گیا اور پھر سیٹی بجاتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

⁂

"گویا بلیک کیٹ اب تباہی مچانے کے لیے تیار ہو گئی ہے۔" سام نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور ایڈگر کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا جو گہرے استغراق کے عالم میں بیٹھا سامنے والی دیوار کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی تو نہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ ابھی شہری حدود میں ہنگامے نہ ہوتے تو اچھا تھا۔"



"ہاں۔ یہ تمہارا اور میرا خیال تو ہو سکتا ہے لیکن اس خیال کی حقیقت کیا ہے؟" ایڈگر نے بلیک کیٹ کی تصویر کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔"کیا ہمارے ذہن اس عظیم بلی کی قوتِ تخیل تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں؟"

"ہرگز نہیں۔ وہ عظیم ہے۔" سام نے جواب دیا۔ اس کے لہجے سے بے پناہ تعظیم کی جھلک نمایاں ہو گئی۔"مصلحت کوشی بڑی اچھی بات ہے لیکن ہم یہاں مصالحت کرنے نہیں آئے۔ اس قوم سے اپنی طاقت اور ذہنی قوت کا لوہا منوانا ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ قوم ذہنی لحاظ سے پسماندہ ہے لیکن سام تمھیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ اعلیٰ دماغوں کی یہاں بھی کمی نہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ لوگ ہم سے آزادی کیسے حاصل کر لیتے۔ ان لوگوں کو ٹھکانے لگانا بھی درحقیقت ہمارے مشن میں شامل ہے۔ جب تک یہ قوم ذہنی اعتبار سے بالکل مفلوج نہیں ہو جاتی ہم اس پر غلبہ نہیں پا سکتے۔"

"تمھاری بات کسی حد تک درست ہے لیکن یہاں دماغ ہیں ہی کتنے؟"

"گنے چنے سہی، لیکن انھیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے تو سب سے زیادہ اس پُراسرار شخصیت کے بارے میں پریشانی ہے جو مجرموں کے حواس پر کسی آسیب کی طرح سوار ہے۔" ایڈگر نے کہا۔

"کس کا تذکرہ کر رہے ہو؟" سام نے چونک کر کہا۔

"وہی نقاب پوش۔"

"اوہ، تمھارا اشارہ غالباً ایکس ٹو کی طرف ہے۔" سام نے کہا۔"میں اس آدمی کے بارے میں بہت کچھ سن چکا ہوں لیکن ایڈگر، یہ قوم توہم پرست ہے کہیں اس نے بلاوجہ ہی کسی ہستی کو ہوا بنا کر ہم لوگوں پر تو مسلط نہیں کر رکھا؟"

"نہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے۔" ایڈگر نے کہا۔"دنیا کے کئی ذہین دماغ اس ملک میں منہ کی کھا چکے ہیں۔ میں چند ایسی تنظیموں میں بھی کام کر چکا ہوں جو دس برس قبل اس ملک

میں سرگرم عمل رہ چکی ہیں۔ ایکس ٹو کا آسیب ہر جگہ موجود ہوتا ہے اور اس نقاب پوش شخص سے ہر بات کی توقع کی جا سکتی ہے۔"

"میرا خیال ہے، تم اس سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہو۔"

"جہاں تک متاثر ہونے کا تعلق ہے میں صاف گوئی سے اعتراف کرتا ہوں کہ ایسا ہی ہے لیکن سام، ایک بات کا اندازہ تو لگاؤ، وہ خبیث بھلا کسی کے بس کا ہے۔"

"کیا سنگ ہی کا تذکرہ کر رہے ہو؟"

"اور کیا۔ اس کے علاوہ دیگر وہ ہستیاں جن کے لیے دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں کی پولیس تک گھٹنے ٹیک چکی ہو، وہ یہاں سے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ چکے ہیں، سنگ ہی کا براہ راست ایکس ٹو سے تو شاذ ہی آمنا سامنا ہوا ہوگا۔ اس کے باوجود میں اسے غصے سے بل کھاتا دیکھ چکا ہوں۔"

"کیا بغیر آمنا سامنا ہوئے سنگ ہی نے ایکس ٹو کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔" سام نے قہقہہ لگایا۔ "میرا خیال ہے اب تم پر نشہ سوار ہو رہا ہے یا پھر تم سنگ ہی سے واقف نہیں ہو۔"

"میں اس کے ساتھ دو برس تک رہا ہوں برخوردار۔" ایڈگر نے منہ بنا کر کہا۔ "سنگ ہی کو مجھ سے زیادہ کون جانتا ہوگا۔"

"تو پھر شاید تمہیں احساس نہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"میں کہتا ہوں، ایکس ٹو تو دور کی بات ہے، سنگ ہی کے لیے تو وہ شریر لونڈا ہی سوہانِ روح ہو گیا ہے جسے ایکس ٹو کا دم چھلا کہا جاتا ہے۔"

"کون شریر لڑکا؟"

"عمران۔"

"کیا وہی جس کے بارے میں ہمیں خصوصی ہدایات دی گئی تھیں۔ غالباً ڈائریکٹر جنرل انٹلی جنس کا بیٹا۔" سام نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔

"ہاں۔ اس نے سنگ ہی کو وہ تگنی کا ناچ نچایا تھا کہ جرائم کی دنیا میں تہلکہ مچ گیا۔ خود سنگ ہی کئی بار اس کا اعتراف کر چکا ہے اور یہ تو دیکھو کہ خبیث سنگ ہی جیسا اسے بھتیجا کہنے پر مجبور ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خطر پسند جبلت کے تحت اس سے بے پناہ محبت کرنے لگا ہے۔ کئی بار تو دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے عمران کی جان بخشی کی ہے۔"

"حیرت ہے۔" سام بڑبڑایا۔ "ان حالات میں تو ضروری تھا کہ ان دو چار آدمیوں کو ہی ٹھکانے لگا دیا جاتا۔ اس طرح پوری قوم ہمارے قدموں پر جھکنے پر مجبور ہو جاتی۔"

"غالباً بلیک کیٹ کا ارادہ کچھ اور ہے۔"

"مثلاً؟"

"احساسِ کمتری میں مبتلا کر کے تم بڑے سے بڑے دشمن کو شکست دے سکتے ہو۔" ایڈگر نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"صلاحیتوں پر اعتماد ختم کر کے تم طاقتور دشمن کو بے ضرر کیچوا بنا سکتے ہو۔ اس کے بعد اسے دُم سے پکڑ کر چھوٹی سی ڈبیہ تک میں بند کر سکتے ہو۔۔۔ میرا خیال ہے بلیک کیٹ اسی لائن پر کام کر رہی ہے۔"

"مجھے بلیک کیٹ کی ذہانت پر اعتماد ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں، لیکن دشمن کو کمزور سمجھنا بھی حماقت ہے۔"

"آج تمہارے ذہن پر فلسفہ سوار ہے۔" سام ہنسنے لگا۔

"ہاں، لیکن اس فلسفے کی افادیت تم پر چند دنوں میں آشکار ہو جائے گی۔ سب سے پہلے تو تم اس شاہراہ ہی کو دیکھ لو، دو پُراسرار آدمیوں کی آمد کے بعد وہ جگہ ہم سے چھن گئی۔"

"ہاں۔ یہ محیر العقول بات ہے۔ وہ دونوں تو سڑک پر یوں گھوم رہے تھے جیسے عام حالات میں لوگ روش پر چہل قدمی کرتے ہیں۔ پھر وہ کار میں سوار ہو گئے۔"

"حالانکہ کار کے ٹائر ختم ہو چکے تھے۔"

"بس ان کے بیٹھنے کے چند ہی منٹ بعد کار ٹکڑوں میں تبدیل ہو کر ختم ہو گئی۔ کہیں وہ ایکسٹو یا عمران کے آدمی تو نہیں تھے؟"

"ممکن ہے۔ بلکہ یقیناً ایسا ہی رہا ہوگا۔" ایڈگر نے قطعی لہجے میں کہا۔ "اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ اب تک پولیس خاموش ہے۔"

"میں تو حیران ہوں، ان لوگوں تک ان حادثات کی اطلاع کس طرح پہنچی؟"

"کیا مطلب؟"

"جو بھی کار الیکٹرونک مشین کی شکار ہوتی رہی ہے وہ اپنے سواروں سمیت ٹکڑوں میں تبدیل ہوتی رہی ہے۔ ان باتوں کی اطلاع پولیس یا تمہارے بقول ایکس ٹو وغیرہ کو کس طرح ہوئی ہوگی؟"

"ممکن ہے کوئی بچ نکلا ہو۔"

"یہ ناممکن ہے۔ میں ہر وقت اسکرین کے سامنے موجود رہا ہوں، تم تو جانتے ہی ہو کہ ہر تین گھنٹے بعد دوسرا آدمی اپنے ساتھی کی جگہ لے لیتا ہے ایسے میں یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی راہ گیر بھی ہماری

نگاہ میں آنے سے رہ گیا ہو۔"

"خیر! جو بھی رہا ہو۔ شاہراہ کے حادثے سے یہ بات تو طے ہو گئی کہ ہماری پُراسرار سرگرمیاں حکومت کے اعلیٰ حکام سے پوشیدہ نہیں رہیں!"

"یہ بات تو ہے۔ میرا خیال ہے یہی وجہ تھی کہ بلیک کیٹ نے کھل کر سامنے آنے کا فیصلہ کر لیا۔ چلو اچھا ہے، اس طرح کم از کم دو دو ہاتھ کرنے کا تو موقع مل جائے گا۔" سام نے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔

"کیا تم ان دو افراد کا حلیہ بتا سکتے ہو جنھیں تم نے کار سے اُتر کر سڑک پر چہل قدمی کرتے دیکھا تھا؟" ایڈگر نے کہا۔

"ہاں۔ میں نے ان کی شکلیں واضح طور پر دیکھی تھیں۔"

"ٹھیک ہے۔ بتاؤ وہ کس طرح کے تھے۔" ایڈگر نے کہا۔

سام نے عمران اور بلیک زیرو کا حلیہ بتایا تو ایڈگر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"کیوں کیا بات ہے۔ تم تو اس طرح اچھل پڑے جیسے کرسی میں کرنٹ آ گیا ہو۔" سام نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے حیرت سے تبصرہ کیا۔

"ان میں سے ایک کو تو میں بالکل نہیں جانتا لیکن دوسرا بہر حال عمران ہی تھا۔" ایڈگر ہانپنے لگا۔

"اوہ۔ میرا خیال ہے تم بیشتر اوقات میں اسی احمق کے بارے میں سوچتے رہتے ہو۔" سام نے مسکرا کر کہا۔ "خیر اگر وہی عمران تھا تو تم دیکھنا کبھی نہ کبھی میں اس کی گردن خود اپنے ہاتھوں سے مروڑ دوں گا۔"

"گلاس رکھ دو۔ شاید تم پر اثر انداز ہونے لگی ہے۔"

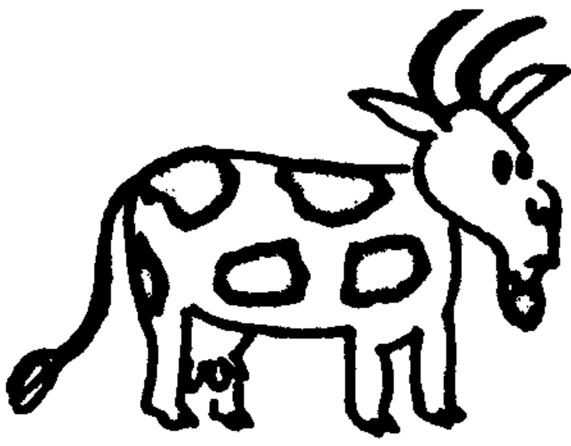
"نہیں!" سام غرایا۔ "تم نہیں جانتے مجھے کتنی افراتفری کے عالم میں وہاں سے فرار ہونا پڑا تھا۔ میں غصے سے سُلگ رہا ہوں۔ اگر وہ سامنے ہوتا تو یقین جانو میں اب تک اس کا صفایا کر چکا ہوتا۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں ایسی باتوں کا بُرا نہیں مانتا۔"

"کیا مطلب؟" سام نے جھپٹ کر ایڈگر کا گریبان پکڑ لیا۔

"یہ بات بھی اسی ذیل میں شامل ہے۔" ایڈگر نے نرمی سے گریبان چھڑاتے ہوئے کہا اور سام ہانپتا ہوا الگ ہو گیا۔

چند لمحے وہ قہر آلود نگاہوں سے ایڈگر کی طرف دیکھتا رہا پھر اس کے چہرے پر نرمی کے تاثرات ابھرتے چلے گئے۔ غالباً اسے احساس ہو گیا تھا کہ اس نے غیر متعلقہ آدمی سے بلاوجہ ہی الجھنے کی کوشش کی ہے۔



"مجھے افسوس ہے ایڈگر میں اپنے آپ میں نہ تھا۔"

"حالانکہ ان حالات میں خود کو سنبھالنا بہت ضروری ہے۔" ایڈگر نے خشک لہجے میں کہا۔ "جانتے ہو اسی قسم کا ذہن ہمیشہ خطرناک ہوتا ہے جلدی بھڑک اٹھنے والے لوگ ذہنی طور پر ناکارہ ہوتے ہیں انھیں جب اور جس طرح چاہو موڑ لو۔ یہی خرابی تباہی کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔"

"میں معذرت کر چکا ہوں۔" سام نے کہا اور اٹھ کر کمرے کی واحد الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے اسکاچ کی ایک بوتل نکالی اور گلاس بھرنے لگا۔ پھر اس نے دوسرا گلاس بھی لبریز کر دیا۔

"میری طرف سے۔" اس نے خفت آمیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور ایڈگر نے فراخ دلی سے مسکراہٹ کا جواب دیا اور اس کا گلاس قبول کرتے ہوئے مُنہ سے لگا لیا۔

"جہاں تک اس ملک کے ذہین لوگوں کا تعلق ہے سام، ان میں عمران ہی خطرناک آدمی ہے۔ یہ آدمی بظاہر احمق لیکن لومڑی کی طرح مکار ہے۔ تم ابھی تک اس سے ملے نہیں ورنہ یوں زبان چلانے کی بجائے سنجیدگی سے گفتگو کرتے۔"

"تمھاری بات ٹھیک ہے لیکن جس انداز میں تم بات کر رہے تھے اس کو میں ذہنی طور پر شکست تسلیم کرنے کے مترادف خیال کرتا ہوں، غالباً یہی وجہ تھی کہ میں نے اسے برتر نہ سمجھتے ہوئے خفگی کا مظاہرہ کیا تھا۔ میں تمھیں بھی مشورہ دوں گا کہ اس قسم کا اندازِ گفتگو ان لوگوں کے سامنے روا نہ رکھو جو تمھارے ساتھ اس مشن میں مصروف ہیں، مبادا یہ ہیجان ہمیں ذہنی لحاظ سے پستی میں دھکیل دے۔"

"آل رائٹ۔ نو مینشن۔" ایڈگر نے گلاس مُنہ سے لگا کر غٹاغٹ وسکی حلق سے اتارنی شروع کر دی۔ "میرا خیال ہے، اس آدمی سے سامنا ناگزیر ہے۔" اس نے گلاس میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"یہی کہ وہ پرائے معاملات میں اپنی ٹانگ اڑانے کا عادی ہے اگرچہ میں نے اسے پولیس والوں تک کو بلیک میل کرتے

دیکھا ہے تاہم آج تک ایسا نہیں ہوا کہ اس نے وطن فروشی کا دھندا بھی کیا ہو۔"

"گویا تم اُسے وطن پرست غنڈہ قرار دے رہے ہو؟"

"بالکل یہی بات ہے۔ وہ وطن پرست غنڈہ ہی ہے جو اپنا پیٹ پالنے کے لیے ہر جائز یا ناجائز طریقہ کار عمل میں لاتا ہے لیکن غیر ملکی تنظیموں سے ٹکرا جانا اس کا مشغلہ بن گیا ہے۔"

"لیکن اس قسم کے وسائل وہ کہاں سے حاصل کرتا ہے؟"

"اس کے وسائل لامحدود ہیں اور اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ ورنہ کیا سمجھتے ہو ایک عام آدمی منظم گروہوں سے ٹکرانے کی جرأت کر سکتا ہے؟"

"تو پھر وہ نیم سرکاری آدمی ہوا؟"

"ہاں۔ لیکن مجھے شبہ ہے کہ اس کی سرکاری حیثیت بھی موجود ہے۔ ورنہ اس قسم کے کردار صرف افسانوی ہوتے ہیں۔" ایڈگر نے انتہائی سنجیدگی سے کہا اور اٹھ کر فون کی طرف بڑھ گیا۔ کچھ دیر وہ نمبر ڈائل کرتا رہا پھر سلسلہ ملتے ہی تحکمانہ لہجے میں بولا۔ "اے کالنگ... آپریشن ٹاپ سیکرٹ، ہیڈ کوارٹر سے کنکٹ کرو۔"

"او۔کے سر۔ ون منٹ اون لی۔" دوسری طرف سے ایک باریک مترنم نسوانی آواز اس کے کانوں میں رس گھولنے لگی...

"ہیڈ کوارٹر۔" دوسری طرف سے قدرے وقفے کے بعد کہا گیا۔

"اے۔ ون۔ اینڈ مسٹر ہارڈی کو فوراً میرے پاس بھیج دو۔ خیال رہے کہ اسے الیکٹرونک مشین ساتھ لانی ہے۔"

"ویٹس آل؟"

"یس۔ ویٹس آل۔"

ریسیور رکھ کر وہ کچھ دیر غور کرتا رہا پھر اس نے کسی اور کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی کال اٹینڈ کی گئی۔

"کوئنٹی بار اینڈ بال روم۔"

"پلیز سینڈ فار مسٹر جیک۔" ایڈگر نے مہذبانہ لہجے میں کہا۔

"اے منٹ پلیز۔" دوسری طرف سے کہا گیا پھر شاید کال اٹینڈ کرنے والے نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھے بغیر ہی کسی ویٹر کو پکارنا شروع کر دیا۔ اس کی آواز ایڈگر کی سماعت سے ٹکرا رہی تھی۔ چند ہی منٹ بعد دوسری طرف سے کسی کی خمار آلود آواز سنائی دی جیسے آنے والا کئی پیگ چڑھا کر فون کی طرف آیا ہو۔

"ہیلو سویٹی۔ تم اتنے دن کہاں غائب رہیں میں نے کئی سنسان راتیں تمہارے فراق میں کس طرح کروٹیں بدل بدل کر گزاری ہیں یہ تو کچھ مجھے ہی معلوم ہے۔ آخر تم یہاں کیوں نہیں آجاتیں؟"

"جیک۔" ایڈگر پھنکارا۔

"اوہ... یس... یس سر... یس... اوہ تو یہ آپ ہیں سوری مسٹر... آں... میں سمجھا شاید میری سویٹ ہارٹ ہے۔ اس کی جدائی نے مجھے نیم جان کر رکھا ہے، کیا بتاؤں مجھے اس وقت کتنی شرمندگی ہو رہی ہے۔" دوسری طرف سے جیک نے معذرت کرتے ہوئے کہا اور خود ہی ہنس پڑا۔

کچھ دیر ایڈگر اس کے قہقہے کو سنتا رہا۔ جب ایئر پیس میں قہقہے کی گونج ختم ہوئی تو اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "جتنی جلدی ممکن ہو سکے، مجھ سے ملو۔"

"او۔کے۔ کوئی خاص بات؟"

"میں عام باتوں کے لیے تم جیسے گدھوں کا انتخاب نہیں کیا کرتا۔ تم اچھی طرح جانتے ہو، لیکن یہ بہت اہم کام ہے فوراً ملو۔"

"او۔کے، میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔ ذرا اس گرل کو فارغ کر دوں۔"

"نان سنس۔" ایڈگر نے کہا اور ریسیور رکھ کر پلٹا۔

"کیا کہہ رہا تھا؟" سام نے دریافت کیا۔

"نہ جانے ان لوگوں کے ذہن پر ہر وقت عورت کیوں سوار رہتی ہے۔" ایڈگر کا لہجہ تلخ تھا۔

"مردوں کے اعصاب پر عورتیں نہیں تو کیا گدھے گھوڑے سوار ہوں گے۔" سام نے قہقہہ لگا کر کہا۔ اس قہقہے میں ایڈگر نے بھی ساتھ دیا، پھر یکایک وہ دونوں بُری طرح چونک پڑے۔ ان کی سماعت سے کسی کار کے ہارن کی آواز ٹکرا رہی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی آدمی مخصوص انداز میں ہارن بجا کر اپنی آمد کی اطلاع دے رہا ہو۔

"میرا خیال ہے ہارڈی پہنچ گیا۔" ایڈگر نے کہا اور تیز تیز چلتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

★★

عمران نے اپنی کار سڑک کی دائیں جانب روک دی۔ یہ کار جدید ترین آلات سے لیس تھی اور اس کے علاوہ بلٹ پروف بھی تھی۔

صبح سے وہ بالکل دیوانہ بنا ہوا تھا۔ بار بار اس کی نگاہیں بے قراری سے اِدھر اُدھر چکرا رہی تھیں۔ بالکل اس انداز میں جیسے کوئی غم زدہ باپ اپنے کھوئے ہوئے بچے کو تلاش

کر رہا ہو۔ اس کے چہرے پر تفکرات کی گہری سلوٹیں تھیں آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ گزشتہ کئی روز سے اطمینان کی نیند نہیں سو سکا ہے۔ کچھ دیر وہ وہیں کھڑا رہا پھر اس نے کار اسٹارٹ کی اور انتہائی آہستگی سے ڈرائیو کرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ وہ اس وقت چاروں طرف نگاہ رکھے ہوئے تھا۔

دفعتہً ریڈیو پر اشارہ ہوا۔ بلب کے اسپارک کرتے ہی اس نے فوراً بٹن دبا دیا۔ ہلکی سی سرسراہٹ کے بعد فوراً ہی دوسری طرف سے فیاض کی آواز سنائی دی۔ "عمران تم اس وقت کہاں ہو؟"

"سس۔ سسرال میں۔" عمران نے جیسے ہی اس کی آواز سنی اس کی رگِ شرارت پھڑک اٹھی۔ چہرے سے سنجیدگی کا نقاب اُتر گیا۔

"شٹ اپ۔ کیا تم آج کے دن بھی سنجیدہ نہیں ہو سکتے۔" فیاض دہاڑا۔

"ہو تو سکتا ہوں بڑے بھائی۔ لیکن کیا کروں۔ اگر آج سنجیدہ ہو گیا تو لاکھ ڈھونڈنے پر بھی کوئی رنجیدہ ہونے والا نہیں ملے گا۔ ویسے رنجیدہ اگر کسی لڑکی کا نام ہو تو کیسا خوب صورت لگے۔ جاتے ہی ہاتھ تھام کر کہو۔ مس رنجیدہ۔ تم نے مجھے بہت دُکھ دیے ہیں اور۔۔۔"

"تم نے اب تک کوئی خاص بات محسوس کی؟" فیاض نے چلا کر کہا اور عمران کا جملہ ادھورا ہی رہ گیا۔

"فی الحال تو کچھ نہیں، تم سناؤ۔"

"ادھر بھی ٹھیک ہے۔ خدا کرے وہ محض دھمکی ہی رہی ہو۔ میں تو بیزار ہو گیا ہوں، ہر بات کی ذمے داری مجھ پر آن پڑتی ہے اور یہ قانون شکن۔۔۔ نہ جانے کیوں ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔"

"ظاہر ہے سیکرٹریوں سے عشق کی پاداش میں ایسے ہی جرائم پیشہ حضرات پیدا ہوتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" فیاض دہاڑا۔

"یہی کہ اب تک تین چار تو تمہارے بھی جوان ہو گئے ہوں گے۔"

"کون۔ تم کیا بک رہے ہو؟" فیاض غرایا۔

"یار ناخلف اولاد کا تذکرہ کر رہا ہوں۔" عمران نے بھی چڑچڑے پن کا مظاہرہ کیا۔ "جب بیویوں کی موجودگی میں شوہر اپنی نوعمر سیکرٹریوں میں دلچسپی لے گا تو نتائج کیا برآمد ہوں گے؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ تم کون ہوتے ہو بکنے والے؟"

"بکواس کرنا بھی ایک ذاتی معاملہ ہی ہے اس لیے دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ اگر زیادہ تکلیف ہے تو ناک میں روئی ٹھونس لو، سمجھے؟"

"تم اس وقت کہاں ہو؟" فیاض کا لہجہ یکدم بدل گیا۔

"جہنم سے ستائیس میل دُور، شمال مغرب میں۔"

"میں بہت سنجیدہ ہوں۔"

"تو سیدھے آفس چلے جاؤ۔"

"کیوں؟"

"ممکن ہے نئی نویلی سیکرٹری انتظار میں پہلو بدل بدل کر سرکاری کرسی توڑ رہی ہو۔" عمران نے مسکرا کر آئینے میں دیکھا اور آنکھ مار کر خود ہی ہنسنے لگا۔

"خیر۔" فیاض نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "میں اس وقت امپریل کے قریب ہوں۔ ادھر تو کوئی خاص بات دکھائی نہیں دیتی۔"

"حسن و محبت کا چشمہ اُتار کر قانون کا سرمہ لگاؤ۔ ممکن ہے کچھ بینائی تیز ہو جائے اور پھر تمہیں بھی ہری ہری سوجھنے کی بجائے لال پیلی اور نیلی کالی سوجھنے لگے۔"

فیاض نے کوئی جواب نہیں دیا۔

عمران سمجھ گیا کہ پولیس کار کا ریڈیو تو خاموش ہو چکا ہے اس نے ہاتھ بڑھا کر اپنی کار کے ریڈیو کا سوئچ بھی بند کر دیا اور سیٹی بجانے لگا۔ اس وقت وہ ایک بھری پُری سڑک سے گزر رہا تھا۔ اچانک اس نے چونک کر اپنا پاؤں بریک کی طرف بڑھا دیا۔

اگلے ہی لمحے اس نے بلا تاخیر دو تین بٹن دبا دیے اور سڑک پر چلتی ہوئی گاڑیاں اچھلنے لگی جیسے اسے بجلی کے جھٹکے لگ رہے ہوں۔

وہ مخصوص چادر نہ صرف گاڑی کے نچلے حصے بلکہ ٹائروں پر بھی چڑھ گئی تھی۔ کار کے چلنے سے عجیب و غریب آوازیں پیدا ہونے لگیں۔ چند لمحے تو ارد گرد کھڑے ہوئے لوگوں نے حیرت سے اس کار کی طرف دیکھا اور پھر ان کے حلق سے چیخیں۔۔۔ نکلنے لگیں۔

عمران نے مائیک پر چلانا شروع کر دیا۔ "اس سڑک پر دو سو گز تک کوئی آدمی نہ رہے۔ اس سڑک سے دُور ہو جاؤ۔ کوئی ادھر آنے کی جرأت نہ کرے۔ دکان میں موجود حضرات فی الفور باہر نکل آئیں یا پھر لکڑی کی کسی چیز پر کھڑے ہو جائیں۔"

عمران کی آواز سن کر جو کہرام برپا ہونا تھا وہ تو ہوا لیکن کچھ

میں موجود تیرہ کاروں اور ان میں سوار لوگوں کا جو حشر ہوا اس پر قیامت کا سا سماں پیدا ہو گیا۔

کراہوں اور چیخوں کا طوفان اُٹھ گیا، کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی عمران مسلسل گلا پھاڑ رہا تھا۔

یکایک ایک کار لڑکھڑائی، اس کے سوار نے بڑی پھرتی سے اسٹیئرنگ کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن کار دائیں ہاتھ کی ایک دُکان کا دروازہ توڑتی اور کانچ کی کرچیں بکھیرتی ہوئی اندر چلی گئی۔

اس دُکان سے گاہکوں کا ایک ریلا باہر آ رہا تھا۔ کار انھیں کچلتی چلی گئی۔ آہ دیکا کا وہ منظر عمران کے سامنے تھا: اس کا خون کھول اٹھا۔ وہ دانت کچکچا کر آگے بڑھنے لگا۔

سب سے پہلے تو یہ ضروری تھا کہ جو لوگ اس بازار میں موجود ہیں، انھیں وہاں سے کسی محفوظ جگہ پہنچایا جائے۔ پھر وہ مجرموں کو تلاش کرتا لیکن وہاں تو کچھ ایسی بھگدڑ مچی ہوئی تھی کہ کوئی اس کی طرف توجہ ہی نہیں دے رہا تھا۔ عمران نے ایک طویل سانس لیا اور سامنے دیکھنے لگا۔ دائیں جانب سے ایک آدمی تیزی سے سڑک پر آیا غالباً وہ سڑک پار کرنا چاہتا تھا۔ وہ اچانک اچھلا، یوں محسوس ہوا جیسے بجلی کے شدید دھچکے نے اسے اچھال دیا ہو۔ جب وہ بدنصیب دوبارہ سڑک پر آیا تو گوشت اور ہڈیوں کی جگہ راکھ کا ایک ڈھیر بن گیا تھا۔ عمران کے ہاتھ اسٹیئرنگ پر کچھ اس طرح سخت ہو گئے جیسے وہ اس آدمی کا گلا دبا رہا ہو جو اس تباہی کا ذمے دار تھا۔

وہ ایک بار پھر حلق کے بل مائیک میں چیخا: "سب لوگ لکڑی کی کسی چیز پر کھڑے ہو جائیں۔ لکڑی پر کھڑے ہو جائیں، سڑک سے دُور رہیں۔ سڑک کے قریب نہ آئیں ورنہ آپ کا حشر ایسا ہی ہو گا جیسا کہ آپ نے کچھ دیر قبل دیکھا ہے۔"

اس کی نگاہیں ایک بار پھر سامنے مرکوز ہو گئیں۔ بیک وقت تین کاریں، ایک بس اور چار ٹیکسیاں کان پھاڑ دھماکے کے بعد ٹکڑوں میں تبدیل ہو گئی تھیں۔ عمران نے ایک طویل سانس لیا اور پھر اس نے چونک کر ریڈیو کھول دیا: "آئی کالنگ سو پُرا، آئی کالنگ۔"

"میں فیاض ہوں۔" دوسری طرف سے فیاض کی آواز سنائی دی۔

"جلدی پہنچو، علاقے کی ناکہ بندی کر لو۔ میں اس وقت پوائنٹ فور پر ہوں۔ ہری اپ۔" عمران نے سوئچ آف کر دیا اور اس کی کار سرسراتی ہوئی سڑک پر اِدھر سے اُدھر دوڑ رہی تھی۔

یکے بعد دیگرے چار آدمیوں کے ڈھیر ہونے کے بعد لوگوں کو اس کا علم ہو چکا تھا کہ سڑک ہی خطرناک ہے اس لیے وہ سب کے سب سڑک سے دور رہنے کی کوشش کر رہے تھے۔

اچانک عمران کی کھوپڑی بھک سے اُڑ گئی۔ ایک ننھی سی بچّی تیزی سے چیختی ہوئی سڑک کی طرف بڑھ رہی تھی۔ عمران نے ایکسیلیٹر پہ پاؤں کا پورا بوجھ ڈال دیا۔ بائیں جانب ایک خوبصورت عورت بچّی کو پکار رہی تھی، غالباً وہ بچّی سڑک کی دوسری جانب رہ گئی تھی اور اب چاہتی تھی کہ اپنی ماں کے پاس پہنچ جائے۔

کار ہوا کے جھکڑ کی طرح بچّی کے قریب پہنچی۔ بریک چرچرائے پھر فضا میں ایک لرزہ خیز چیخ بلند ہوئی۔ عمران نے شیشہ کھول کر دائیں ہاتھ سے بچّی کو اٹھا لیا تھا، لیکن وہ اس عورت کو نہ روک سکا جو بائیں جانب سے سڑک کی طرف بھاگ اٹھی تھی۔ عمران نے عقب نما آئینے میں اس کے خوبصورت جسم کو خاکستر ہوتے دیکھا اور پھر اس بچّی کی طرف جو اس کی گود میں یوں سہمی بیٹھی تھی جیسے اس کا دم ہی نکل گیا ہو۔

بچّی کو اپنے پہلو میں بٹھا کر عمران چوراہے تک گیا اور وہاں سے مڑا۔ اس وقت اس کی نگاہ راکھ کے اس ڈھیر پر پڑی جسے ہوا کے تیز جھونکے فضا میں تحلیل کر رہے تھے۔ . .

یہ اس بچّی کی ماں تھی جو اس کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھی۔ بچّی پر اس وقت سکتے کی سی کیفیت طاری تھی۔

عمران کی نگاہ ایک ضعیف آدمی پر پڑی۔ وہ ہذیانی انداز میں کسی کو پکارتا ہوا سڑک کی طرف جا رہا تھا۔ عمران نے کار کی رفتار ایک بار پھر تیز کر دی، لیکن اس بار نہ جانے کیا ہوا کہ وہ آدمی اسی طرح آوازیں دیتا ہوا سڑک کے مخالف رُخ گھوم گیا۔

عمران نے سڑک کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ اس وقت تک کم و بیش پچاس گاڑیاں تباہ ہو چکی تھیں۔ پولیس پہنچ چکی تھی اور عمران کی ہدایت کے مطابق انھوں نے اس علاقے کی ناکہ بندی کر لی تھی۔ عمران نے ریڈیو پر فیاض سے جو کچھ کہا تھا اس نے بلا چون و چرا عمل کیا تھا یہی وجہ تھی کہ پولیس کی کسی گاڑی کو نقصان نہیں پہنچا۔ اب وہ مطمئن تھا۔

سڑک کے دائیں بائیں سینکڑوں لوگ لکڑی کے تختوں، دُکانوں کے سائبانوں اور میز کرسیوں پر کھڑے ہوئے تھے۔ صرف عمران کی کار سڑک پر دندناتی پھر رہی تھی۔

اچانک فضا ایک ہولناک دھماکے سے گونج اٹھی کوئی چیز عمران کی کار سے ٹکرائی اور عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ

ایک بار حضرت معروف کرخی کے پاس ایک سائل آیا۔ آپ کے پاس اس وقت کوئی چیز دینے کو موجود نہ تھی چنانچہ اپنی جوتیاں اٹھا کر دے دیں۔ سائل نے ان جوتیوں کو بازار میں فروخت کر کے پھل خرید لیے۔ اگلے روز جب آپ کو اس بات کا علم ہوا تو فرمایا "الحمد للہ۔ شاید اس شخص کا دل پھل کھانے کو چاہتا ہوگا چلو ہم نے قیمت ادا کر دی۔

مرسلہ۔ ایم یونس رضا ═══ پنڈ دادن خان

پھیل گئی۔ وہ سمجھ گیا کہ مجرموں نے اس کی کار کو محفوظ دیکھ کر فائرنگ شروع کر دی ہے لیکن کار ہر لحاظ سے محفوظ تھی۔ وہ گرد و پیش کا جائزہ لیتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ اسے محسوس ہو چکا تھا کہ کسی قریبی عمارت سے اس کی کار پر فائر کیا گیا ہے اور سڑک کو پگھلانے کا عمل بھی وہیں سے کیا گیا ہے مگر کہاں سے؟ وہ ابھی یہ اندازہ نہیں لگا پایا تھا۔

ایک بار پھر اس کی کار سے کوئی چیز ٹکرائی۔ اس بار دھماکا زیادہ شدید تھا۔ عمران نے ڈیش بورڈ سے سمت نما نکالا پھر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ سمت نما سے معلوم ہو رہا تھا کہ اس کی کار پر فائرنگ کہاں سے ہو رہی ہے۔ اس نے کن انکھیوں سے اس طرف دیکھا اور کار روک دی۔ پے در پے کئی دھماکے ہوئے اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔

عمران کی نگاہیں سڑک پر مرکوز تھیں۔ سڑک دھیرے دھیرے تپ کر سرخ ہو رہی تھی، یوں محسوس ہوتا تھا جیسے سڑک پر سیال لاوا پڑا ہوا ہو۔ اس نے کار اسٹارٹ کی اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ دس منٹ بعد اسے محسوس ہو گیا کہ اگر وہ مزید کچھ دیر اس جگہ کھڑا رہتا تو اس کی کار زمین میں دھنس گئی ہوتی۔ سرخ جلتی ہوئی سڑک دیکھ کر وہ کانپ گیا۔

پولیس بڑی خاموشی سے علاقے کا محاصرہ کر رہی تھی۔ عمران نے فیاض کو خاص طور سے ہدایت کر دی تھی کہ اگر ان سے کوئی بوکھلاہٹ سرزد ہوئی تو پھر انہیں موت کے منہ میں جانے سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

چونکہ معاملہ اختیار سے باہر تھا۔ اس لیے فیاض نے بے چون و چرا اس کی ہدایات پر عمل کرنے میں ہی عافیت جانی۔ ماضی میں جو کچھ ہوا تھا اس کے پیش نظر فیاض کو معلوم تھا کہ عمران کے مشوروں کو نظر انداز کرنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ پولیس کی ناکہ بندی اور احتیاطی تدابیر کی بنا پر عمران کو اطمینان تھا کہ مجرم وہاں سے فرار نہیں ہو سکتے۔ اس کے علاوہ وہ مزید کوئی شخص سڑک پر جا کر راکھ کا ڈھیر نہیں بن سکتا۔ اب صرف وہ مقام تلاش کرنا تھا جہاں سے یہ تخریب کاری شروع ہوئی تھی۔ اس نے کار موڑی اور بازار کے الٹے رُخ پر چلا گیا۔ اس طرف سے رہائشی فلیٹوں میں جانے کا راستہ تھا۔ وہ تیزی سے ایک جانب بڑھتا ہوا سرخ عمارت کے قریب پہنچ گیا۔

عمارت سے کچھ فاصلے پر گاڑی روک کر وہ نیچے اترا اور تیز نگاہوں سے ادھر اُدھر دیکھتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ رُخ اس سرخ عمارت ہی کی طرف تھا۔ اس کے جبڑے کی ہڈیاں بار بار ابھر کر معدوم ہو رہی تھیں جیسے وہ دانت پیس رہا ہو، لیکن اس وقت چیونگم تیزی سے دانتوں تلے کچلا جا رہا تھا۔

وہ عمارت اس کی دیکھی بھالی تھی۔ مسٹر ہارون ایس ڈوگا۔ اس عمارت کا مالک تھا، قومی ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل میں اس آدمی نے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے اور ملک و ملت کے لیے اس کی شخصیت بڑی اہمیت رکھتی تھی۔ عمران اس شخص سے خود بھی واقف تھا، اگرچہ اس کا ذہن اس طرف راغب نہ تھا تاہم یہ وقت جذبات کو پیش نظر رکھنے کا نہیں تھا۔ اس نے ذہن کو جھٹک دیا۔ گلی کی نکڑ پر ایک پولیس کار کھڑی تھی...

عمران نے معنی خیز انداز میں سر کو جنبش دی اور عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔ سیڑھیاں چڑھتا ہوا وہ اوپر چلا گیا۔ اگرچہ دن خوب چمک دار اور روشن تھا تاہم ہر طرف ہُو کا عالم تھا۔ بازار میں سینکڑوں افراد موجود تھا۔ اس کے باوجود خاموشی ظاہر کر رہی تھی جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو۔ سرخ عمارت میں بھی گہرا سکوت تھا۔

عام حالات میں تو غالباً نصف شب کے وقت بھی یہ عمارت اس قدر خاموش نہ رہتی ہو گی چہ جائیکہ دن کے وقت خاموشی، غیر فطری اور غیر معمولی تھی۔ عمران حتی الامکان یہی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے قدموں کی آہٹ نہ پیدا ہونے پائے۔

سیڑھیاں طے کر کے وہ گیلری میں پہنچ گیا۔ سامنے ایک کھلی کھڑکی تھی وہ اس کی طرف بڑھا اور پھر جھک کر نیچے دیکھنے لگا۔ ہر طرف لوگوں کے سر دکھائی دے رہے تھے۔ پورے علاقے میں پولیس والوں کی ٹوپیاں لہرا رہی تھیں۔ عمران نے سڑک کی طرف دیکھا کسی اور شخص نے سڑک پر چڑھنے کی جرأت نہیں کی تھی۔

عمران نے مطمئن انداز میں سر کو حرکت دی اور دوبارہ سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ یہ بات اس نے بس اچانک محسوس کی تھی کہ سرخ عمارت کے کسی فلور سے اس تباہ کن ہتھیار کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ دوسرا فلور تاریک تھا۔ عمران دبے قدموں تیسرے فلور کی طرف بڑھ گیا۔ تیسرے فلور پر بھی اس کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ چوتھے اور پھر پانچویں فلور پر ناکامی کے بعد وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ کہیں اس سے اندازے کی غلطی تو نہیں ہوئی۔ لیکن اندازہ اور غلط۔ ایسا ممکن ہونا مشکل تو تھا لیکن عمران امکانی پہلوؤں کو بلاوجہ نظرانداز بھی نہیں کرتا تھا۔

اس عمارت پر شبہے کی وجہ یہ تھی کہ ابتدائی حادثے کے وقت عمران نے دیکھا تھا کہ وہ کار اس عمارت کے بالمقابل ہی تباہی سے دوچار ہوئی تھی۔ سرخ عمارت سڑک کے بائیں ہاتھ واقع تھی۔

سڑک کے دائیں طرف کوئی ایسی عمارت نہیں تھی، جسے کمین گاہ کے طور پر استعمال کیا جا سکتا۔ یہی وجہ تھی کہ بعد ازاں عمران کو سرخ عمارت کی طرف ہی متوجہ ہونا پڑا۔ لیکن وہ پانچ منزلیں طے کرنے کے بعد بھی ناکام ہی تھا۔

اس نے ہمت نہیں ہاری، چھٹے فلور پر وہ رک گیا۔ اس کی سماعت سے ہلکی سی سرسراہٹ ٹکرائی۔ وہ بغور اس آواز کو سننے لگا۔ یقیناً یہ کسی مشین ہی کی آواز تھی۔ اس کے کان کسی شکاری کتے کی طرح کھڑے ہو گئے۔

اس فلور پر چھ فلیٹ تھے جن میں سے صرف دو کی کھڑکیاں بازار کی طرف کھلتی تھیں۔ اس لیے ان پر شبہ کیا جا سکتا تھا کہ تخریبی کارروائی وہیں سے عمل میں لائی جا رہی ہے۔

جیسے جیسے وہ اس فلیٹ کے قریب ہوتا جا رہا تھا، آواز بڑی حد تک نمایاں ہوتی جا رہی تھی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر وہ ٹھٹکا۔ کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی تو وہ لپک کر بائیں ہاتھ دکھائی دینے والی کھڑکی سے اتر کر کارنس پر کھڑا ہو گیا۔

چند لمحے بھاری جوتوں کی آوازیں اس کے کانوں سے ٹکراتی رہیں پھر یکایک خاموشی چھا گئی۔ عمران نے تھوڑا سا سر اٹھا کر دیکھا، سیاہ سوٹ میں ملبوس ایک آدمی فلیٹ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو رہا تھا۔

عمران اس وقت چونکا جب اس نے دروازہ کھلنے سے قبل مخصوص قسم کی دستک سنی تھی۔ ۔ ۔ اس کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا۔ نو وارد اس کمرے میں چلا گیا۔ عمران نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی لیکن لاک کی مخصوص آواز نہ سن کر وہ قدرے مطمئن ہو گیا۔

وہ آدمی اسی فلیٹ میں داخل ہوا تھا جس سے عمران نے وہ عجیب سی سرسراہٹ ابھرتی سنی تھی گویا وہ پُراسرار مشین اس وقت بھی چل رہی تھی۔ عمران آہستگی سے کارنس پر پنجوں کے بل کھڑا ہوا اور پھر کھڑکی سے کود کر دوبارہ راہداری میں آ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ نو وارد کہاں سے آیا ہے کیونکہ پولیس کی ناکہ بندی کی وجہ سے لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بند تھا۔ ممکن ہے وہ کسی نچلی منزل سے آیا ہو؟ عمران نے سوچا اور زیادہ تاخیر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ دوبارہ اس فلیٹ کی طرف بڑھ گیا جس کے سامنے سے گزر کر وہ چند لمحے پیشتر کھڑکی کی طرف بڑھا تھا۔

دروازے سے کان لگا کر اس نے آہٹ لی۔ اندر خاموشی تھی اور اس کمرے کی خاموش فضا سے وہ مدھم سی آواز باہر تک آ رہی تھی جسے سن کر عمران خاص طور سے اس فلیٹ کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ اس نے دروازے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ دروازہ لاک نہیں تھا۔ عمران پٹ دھکیل کر غیر محسوس انداز میں اندر داخل ہوا اور بری طرح چونک پڑا۔ اگلے ہی لمحے وہ تیزی سے دائیں ہاتھ دکھائی دینے والے دروازے میں گھستا چلا گیا۔

اس کے چہرے پر سیاہ نقاب تھا۔ آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے، جن سے گہری سبز آنکھیں کسی چیتے کی آنکھوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ بادی النظر ہی محسوس ہوتا تھا جیسے وہ آنکھیں کانچ یا بلور کی رہی ہوں۔ اس کا جسم چھریرا اور قد قدرے لمبا تھا۔ ہاتھوں پر سفید دستانے تھے، اگرچہ لباس مکمل طور پر سیاہ اور جسم سے چپکا ہوا تھا تاہم نفیس کپڑے کی کریز صاف دکھائی دے رہی تھی۔۔

اس کی آنکھوں سے سفاکی جھلک رہی تھی۔

وہ تیز تیز چلتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ جیسے ہی اس نے کمرے میں قدم رکھا، ایک سیاہ بلا اس کی طرف لپکا۔ کمرے میں "میاؤں" کی تیز آواز گونجی اور اس سیاہ

پوش عورت نے بچے کو گود میں لے لیا۔ بلا انتہائی خوفناک دکھائی دیتا تھا۔ خونخواری اس کی آنکھوں اور دہانے سے جھلکتی تھی۔ لیکن وہ اس عورت سے بہت مانوس دکھائی دیتا تھا۔ وہ عورت بلیک کیٹ تھی۔ اس نے بلّے کے جسم پر ہاتھ پھیرا، پھر اسے چمکار کر چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ ملحقہ کمرے میں چلی گئی جو لیبارٹری نما تھا۔ وہاں جا بجا سائفن اور بیورٹ کے علاوہ کانچ کی صراحیاں تھیں۔ شیشے کی باریک نلکیوں کا ایک جال تھا جس کے بعض حصّوں سے سفید اور بعض حصّوں سے ارغوانی رنگ کی بھاپ سی اُٹھ رہی تھی۔ وہ اس پلانٹ کی طرف بڑھ گئی۔ بائیں جانب شیشے کے ایک غیر معمولی سائز کے جار میں خون رنگ سیال بھرا ہُوا تھا۔ ایک ربر کا باریک سا پائپ اس جار میں ڈوبا ہُوا تھا اور جار سے وہ سُرخ سیال آہستہ آہستہ اس شیشے کی نلکی کی طرف اُٹھ رہا تھا جو ایک اور جار میں جا کر گرتی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ کچھ دیر اس مختصر لیکن پیچیدہ پلانٹ کا جائزہ لیتی رہی پھر آگے بڑھ گئی جہاں ایک الیکٹرونک مشین رکھی ہُوئی تھی۔ بلیک کیٹ کچھ دیر اس تار کو گھورتی رہی جو انگارے کی طرح دہک رہا تھا، پھر اس نے مشین کا ایک سوئچ آن کر دیا۔

سوئچ آن ہوتے ہی کمرے میں ہلکی سی سرسراہٹ سُنائی دینے لگی جیسے بیک وقت کئی سانپ کمرے میں رینگنے لگے ہوں۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

کچھ دیر یہ عجیب و غریب سرسراہٹ سُنائی دیتی رہی... پھر کمرے کی فضا گھنٹی کی آواز سے کپکپا اُٹھی... بلیک کیٹ چونک پڑی۔ "اوہ... واٹ از دیٹ" وہ بڑبڑائی۔ اس کی سبز آنکھوں سے اُلجھن مترشح تھی جیسے گھنٹی بالکل غیر متوقع رہی ہو۔ بلیک کیٹ کی نگاہیں اس جانب مرکوز تھیں جدھر سے گھنٹی کی آواز اب بھی سُنائی دے رہی تھی۔

دفعتًا ایک جھٹکے سے وہ اس جانب بڑھ گئی۔ کمرے کے شمالی حصّے میں ایک فون رکھا ہُوا تھا۔ اس نے ریسیور اُٹھایا اور سرد لہجے میں کہا۔ "بلیک کیٹ، دِس سائیڈ۔ ہُو از دیٹ، ہیری اَپ۔"

"میں آرڈن بول رہا ہُوں مادام۔"

"کیا بات ہے آرڈن! تم اور اس وقت؟" بلیک کیٹ نے تحکمانہ لہجے میں کہا لیکن وہ لہجے سے اُلجھن کا تاثر ختم نہ کر سکی۔

◼ وہ کسی پریشانی میں مبتلا ہو تو اس کی مدد کریں وہ آپ کو کبھی نہیں بھُولے گا۔ خاص طور سے جب وہ دوبارہ کسی پریشانی میں مبتلا ہو گا۔

◼ اس کی خواہش ہے کہ وہ دیانت داری سے دن بھر کام کرے... لیکن اس سلسلے میں وہ پورے ایک ہفتے کی مزدوری طلب کرتا ہے۔

◼ اس نے اپنی گرل فرینڈ کے منتخب ہوٹل کا مینو دیکھا تو قیمتوں پر نظر پڑتے ہی اس کی سٹّی گم ہو گئی۔ وہ گرل فرینڈ کی طرف متوجہ ہُوا اور بولا۔ "گدھے کی بچی! تم کیا کھانا پسند کرو گی؟"

"معاملہ چوپٹ ہو گیا۔ مادام۔"

"وہاٹ؟"

"سڑک پر ایک پُراسرار کار دکھائی دے رہی ہے۔"

"وہ کون ہے؟"

"معلوم نہیں۔ ابھی تک تو میں نے پہچانا نہیں۔ ہنری کا خیال ہے کہ یہ وہی نوجوان ہے جسے شاہراہ پر دیکھا گیا تھا۔"

"کیا یہ وہی کار ہے؟" بلیک کیٹ نے کرخت لہجے میں دریافت کیا۔

"ہاں مادام، کار تو اسی کی ہے۔"

"رپورٹ؟"

"ہم نے گیارہ بجے آپریشن شروع کر دیا تھا۔ یہ ٹاپ گھری زیر دایر رہا ہے۔ مشین ورکنگ آرڈر میں تھی اور اس وقت بھی کام دے رہی ہے۔ انرجی دو فیصد استعمال ہو چکی ہے۔ اب تک کئی گاڑیاں اور آدمی ختم ہو چکے ہیں۔"

"سڑک پر کتنے آدمیوں کا ہجوم ہے؟"

"یہ معروف ترین شاپنگ سینٹر ہے مادام۔ اسی پوائنٹ پر مشن کا انحصار ہے لیکن اس پُراسرار کار کی وجہ سے سب کچھ غارت ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔"

"کیا اس پر کوئی بھی شعاع اثر انداز نہیں ہو رہی؟"

"نہیں مادام۔ میں انتہائی کوشش کر چکا ہوں۔"

"اس وقت کیا ہو رہا ہے؟"

"ابھی ابھی اُس نے ایک بچی کو سڑک پر پہنچنے سے پہلے ہی اُٹھا لیا ہے، لیکن اس کی ماں ختم ہو چکی ہے۔"

"یہ شخص کون ہے؟"

"میں نے کار کے کھلے دروازے سے اُسے پہچان لیا ہے۔ وہ علی عمران ہے!"

"ہوں" بلیک کیٹ کی پھنکار سنائی دی! "کیا تم اُسے کسی طرح سے ختم نہیں کر سکتے؟"

"کر سکتا ہوں مادام۔ اس کے لیے الگ مشین کی ضرورت ہے!"

"واٹ۔ کیا ایک ایک آدمی کے لیے آپریشن کی ضرورت پڑے گی" بلیک کیٹ نے غضب ناک آواز میں کہا۔

"یہ ضروری ہے مادام۔ میرا خیال ہے کہ آپ اس شخص سے واقف نہیں ہیں!"

"ہوں، مجھے اس کی تفصیلات ابھی اور اسی وقت روانہ کرو۔ میں اسے دیکھوں گی۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر تم لوگ اسی طرح سے خوفزدہ ہوتے رہے تو اس مشن کو مکمل نہیں کر سکو گے!"

"بہتر ہے مادام! میں اس کا فائل شام سے پہلے پہنچا دوں گا!"

"ہر طرف تباہی مچا دو۔ میں اس ملک میں قتل و غارت گری کا میدان گرم کر کے اس قوم کو ایک بار پھر اپنے قدموں میں جھکا دینا چاہتی ہوں۔ کسی کاہلی یا بے پروائی کا مظاہرہ برداشت نہیں کیا جائے گا" اس نے رسیور رکھ دیا۔

اس کی سبز آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

عمران نے دوسرے کمرے میں گھستے ہی دم سادھ لیا اور غور سے آہٹ سننے لگا۔ کوئی اسی کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہ وہی آدمی تھا جسے عمران نے کچھ دیر قبل اس فلیٹ میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ عمران سوچ رہا تھا کہ اس شخص کی نگاہ کہیں اس پر تو نہیں پڑ گئی۔ اگرچہ اُسے اپنی صلاحیتوں پر اعتماد تھا تاہم امکانی صورت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ خاموش کھڑا بھاری قدموں کی آہٹ سنتا رہا۔ چلنے والے کے انداز اور بوٹوں کی دھمک سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ شخص بے پروا واقع ہوا ہے۔ عمران کو اطمینان ہو گیا کہ وہ اسے دیکھنے میں ناکام رہا ہے... اس وقت اگرچہ عمران کو اس کا اندازہ نہ تھا کہ اس فلیٹ میں کتنے آدمی موجود ہیں، تاہم وہ جس قیامت سے گزر کر آیا تھا، اس کی وجہ سے اس کا ذہن دیوانگی کی حدوں کو چھونے لگا تھا۔

وہ اس وقت فلیٹ میں موجود افراد کی تعداد جاننے کے لیے بے قرار نہیں تھا۔ وہ صرف یہ سوچ رہا تھا کہ بازار میں کھڑے سینکڑوں افراد کی کسی طرح گلو خلاصی کروا دے۔ جو اس وقت زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔

قدموں کی آہٹ اور قریب آ گئی۔ پھر وہ شخص اندر داخل ہوا۔ جیسے ہی اس کا دایاں پاؤں کمرے کے فرش پر آ کے ٹکا، عمران کی ٹانگ گھوم گئی۔ نووارد کا پاؤں رپٹ گیا اور وہ دھڑام سے اندر آ پڑا۔ عمران نے پھرتی سے ریوالور نکال لیا۔ "ہاتھ اُٹھا کر دیوار سے لگ جاؤ..." عمران کی سرگوشی سانپ کی پھنکار سے مشابہ تھی۔

نووارد کے چہرے پر زلزلے کے آثار نمودار ہوئے۔ اس نے حیرت سے عمران کی طرف دیکھا "تم... تم کون ہو؟"

"خدائی فوجدار" عمران غرایا۔

"مم... مگر..."

"سنو، ہکلا ہکلا کر میرے کان خراب نہ کرو۔ بتاؤ دوسرے کمرے میں اس وقت کتنے آدمی ہیں؟"

"کک... کوئی نہیں"

"ہوں... تم یوں نہیں مانو گے" عمران کی آنکھیں سلگ اُٹھیں۔ اس نے جارحانہ انداز میں ریوالور والا ہاتھ اُٹھایا۔ انگلی ٹرائیگر کی طرف بڑھ رہی تھی جیسے فائر کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔

"ٹ... ٹھہرو" وہ کراہا۔

"تو پھر جلدی سے بک چلو"

"صرف ایک آدمی ہے" اس نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"اور وہ کیا کر رہا ہے؟"

"کک... کچھ نہیں" ڈری ڈری آواز میں کہا گیا۔

"گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ عبادت کر رہا ہے" عمران نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔ پھر اس کے قریب پہنچ کر سرگوشی میں بولا "سنو!"

"کیا بات ہے" وہ شخص ہونقوں کی طرح جھک گیا۔

وہ جیسے ہی جھکا، عمران کا ریوالور والا ہاتھ لہرایا۔ ہلکی سی 'کھٹ' کی آواز پیدا ہوئی۔ غالباً کنپٹی کی ہڈی چیخ گئی

تھی . . . وہ کٹے ہوئے درخت کی طرح زمین پر آ رہا۔

عمران جلدی سے جھکا۔ دونوں ہاتھ اس کی بغل میں دے کر اس نے اس شخص کو دروازے کے سامنے سے ہٹا دیا اور پھر جلدی جلدی اس کی تلاشی لینے لگا۔ جیب سے پرس برآمد ہوا۔ پرس میں چند نوٹوں کے علاوہ ایک زرد رنگ کا کاغذ تھا جس پر عجیب و غریب زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ عمران نے اس پیغام پر زیادہ مغز ماری کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ اسے جیب میں ٹھونستا ہوا سیدھا کھڑا ہو گیا لیکن اگلے ہی لمحے اسے ایک کرخت نسوانی آواز نے چونکا دیا۔ "اپنی جگہ ساکت کھڑے رہو۔"

"اگر میں اس وقت حالتِ غسل . . . . . ." عمران نے بوکھلا کر کہا۔

"شٹ اپ" لڑکی کی آواز میں بے انتہا سفاکی تھی۔

عمران نے بہ نظر غائر اس کا جائزہ لیا۔

وہ ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ عمر بائیس تیئیس سال رہی ہوگی۔ جدید ترین لباس میں وہ کسی فتنے سے کم نہ تھی لیکن اس حسین فتنے کے ہاتھ میں اعشاریہ تین آٹھ کا وزنی ریوالور تھا جو اس جیسی ناتواں اور کمزور جسم کی لڑکی کے لیے بہت بھاری تھا۔ ریوالور پکڑنے کے انداز سے مہارت کا اظہار ہو رہا تھا۔ "کون ہو تم اور یہاں کیا کر رہے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"جو کچھ بھی ہوں، تمہارے سامنے ہوں۔"

"کیا بکتے ہو۔" وہ گرجی۔

"ہر کسی کے سمجھنے کی باتیں کرنا میرے اختیار سے باہر ہے" عمران نے بے بسی سے کہا "پھر بھی کوشش کرتا ہوں کہ لڑکیاں تو کم از کم حالِ دل سے واقف ہو ہی جائیں۔"

"ہوں۔ تم تو بہت ہی ہوشیار معلوم ہوتے ہو۔"

"پھر تو کوئی بھینس پاتی ہیں" عمران نے مایوسی سے سر ہلا کر کہا "اور یقیناً تمہیں کسی احمق کی ضرورت ہوگی۔ یہ زمانہ ہی ایسا ہے۔ لڑکیاں بھی کیا کریں۔ سمجھدار شوہر آزادی میں مخل ہوتے ہیں۔ احمقوں کا کیا ہے۔ الو بنایا اور نکل گئیں، چاہنے والوں کے ہمراہ۔"

"چلو دوسرے کمرے میں چلو" لڑکی نے ریوالور لہرا کر کہا۔

"معاملات یہیں طے کر لو نا" عمران نے ٹھنک کر کہا۔

"میں بلا تکلف فائر کر دیتی ہوں" لڑکی نے غضب ناک لہجے میں کہا۔

"میں بھی زیادہ تکلفات کا عادی نہیں ہوں۔"

"تم یوں نہیں مانو گے" لڑکی غرائی اور عمران کی طرف بڑھی۔ عمران احمقوں کی طرح دیدے پھاڑتا کھڑا رہا۔ لڑکی نے قریب پہنچ کر ریوالور اس کے سینے سے لگا دیا "چلو پیچھے ہٹ چلو۔"

"لڑکیوں کے ہاتھوں پسپا ہونا مردوں کی توہین ہے۔" عمران براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا، البتہ ریوالور کا دباؤ بڑھا دیا۔ عمران نے محسوس کیا کہ اس کی آنکھوں میں الجھن کے سائے لہرانے لگے ہیں۔ وہ سمجھ گیا کہ لڑکی تذبذب کا شکار ہو گئی ہے۔

عمران نے گلا کھنکار کر صاف کیا اور پھر تھوک کا پٹاخہ چلا۔ لڑکی بوکھلا کر پیچھے ہٹ گئی۔ تھوک نے اسے ٹھٹکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ٹھیک اسی لمحے عمران نے ریوالور پر ہاتھ ڈال دیا۔ لڑکی کا بازو گھوم گیا۔ عمران نے اس کے کندھوں کے عقبی حصے پر تھوڑا سا دباؤ ڈال دیا۔ وہ بے آواز فرش پر گر گئی۔

عمران نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور پھر جھک کر ان دونوں کو ایک دوسرے کے قریب ڈال دیا۔

"موج کرو" عمران بڑبڑایا اور پھرتی سے باہر نکل آیا۔

سٹنگ میں جا کر جب وہ اس کمرے میں پہنچا جس کی عقبی کھڑکی بازار کے رخ کھلتی تھی تو اس کی نگاہ ایک موٹے سے آدمی پر پڑی جو ایک وزنی مشین کے عقب میں بیٹھا اسے آپریٹ کر رہا تھا۔

عمران بلی کی سی خاموشی کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا اس کے بالکل سر پر پہنچ گیا۔ اس کی آنکھوں سے درندگی اور سفاکی جھلکنے لگی کیونکہ اس وقت بھی سڑک پر قیامت برس رہی تھی۔ دفعتاً شاید چھٹی حس نے اس موٹے آدمی کو احساس دلایا کہ اس کے عقب میں خطرہ موجود ہے۔ وہ چونک کر پلٹا۔ اس کے پلٹنے کے انداز میں بے ساختگی تھی۔ عمران ٹھٹکا۔ موٹا کسی اسپرنگ کی طرح اچھل کر اس پر آ رہا۔ عمران کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ گیا۔

موٹے نے پوری قوت سے گھٹنا آزمایا۔ عمران کے پیٹ میں شدید چوٹ لگی اور وہ کراہ کر دہرا ہو گیا۔ دوسری چوٹ اس کی پیٹھ پر لگی۔ عمران منہ کے بل فرش پر آ رہا۔

اور اس سے قبل کہ موٹے آدمی کا چٹانی گھونسہ اس کی کھوپڑی کے عقبی حصّے پر پڑتا، عمران نے ہاتھ بڑھا کر اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ لیں اور بلا تکلف انھیں کھینچ لیا۔ موٹا پیٹھ کے بل فرش پر گرا۔ عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"تم۔ تم نے طوفان سے ٹکرانے کی کوشش کی ہے۔" موٹا سنبھل کر بولا۔ "میں تمھاری ہڈیاں پیس دوں گا۔"

"پھر اس سفوف کو پھانک کر اوپر سے برانڈی پی لینا۔ لو ایک پیگ تو، لو۔" عمران نے کہا اور ہاتھ بڑھا دیا۔

موٹا الجھن میں پڑ گیا۔ جیسے ہی وہ جھکا، عمران نے اس کی ناک کے نچلے حصّے پر ہتھیلی کی ضرب لگائی۔ وہ عقب میں کئی انچ جھکتا چلا گیا۔ پھر عمران نے اس کی ناف کے نچلے حصّے پر ضرب لگائی۔ اس ضرب نے موٹے کو فرش دکھا دیا۔

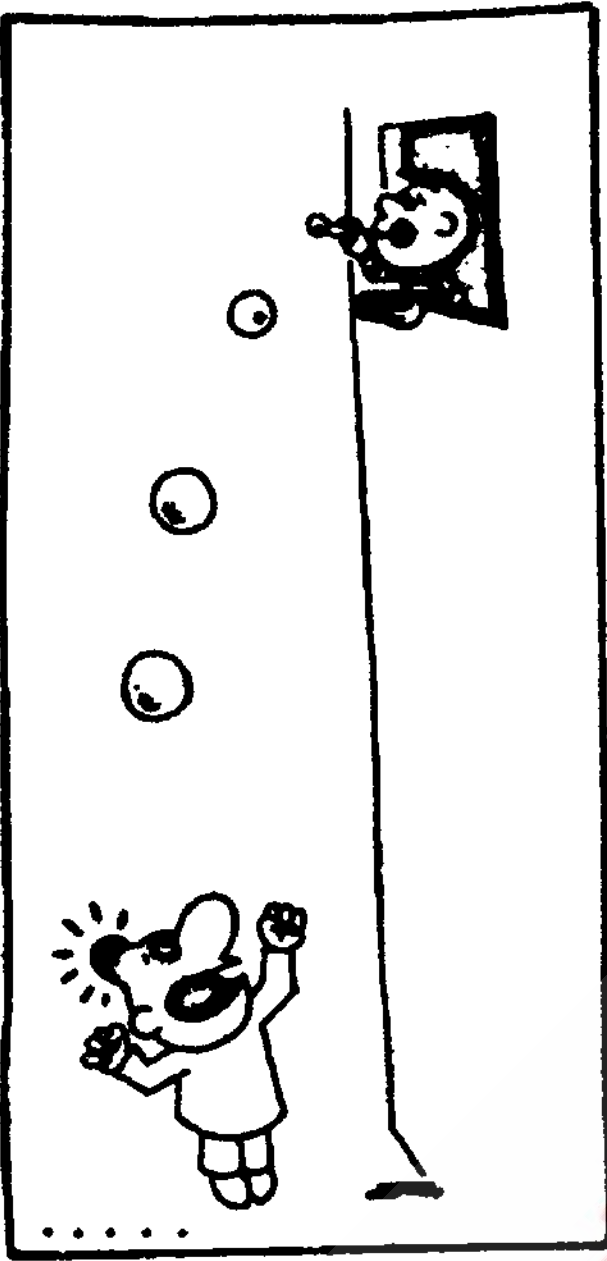
اسے توقع تھی کہ موٹا کسی طرح بھی دو منٹ سے پہلے نہیں سنبھل سکتا۔ اس لیے عمران پھرتی سے مشین کی طرف بڑھ گیا۔ ابھی وہ جھک کر مشین کا بٹن بند ہی کرنے جا رہا تھا کہ اس کی ٹانگ سے موٹے کی شہتیر نما ٹانگ ٹکرائی۔ عمران لڑکھڑا گیا۔

اس حالت میں مشین کا بٹن تو نہیں دب سکا۔

البتہ اس کے لڑکھڑانے سے مشین کا رُخ کھڑکی سے ہٹ کر دیوار کی طرف ہو گیا اور پھر وہ اُلٹ کر یوں گری کہ کمرے کی ایک دیوار پر سبز رنگ کی روشنی سی نمودار ہونے لگی گویا اس سے نکلنے والی تباہ کن شعاعیں اس وقت براہِ راست اس دیوار پر پڑ رہی تھیں۔

عمران مطمئن ہو گیا۔ اس کے ذہن میں ایک لمحے کے اندر ہی اندر وہ تمام مناظر گھوم گئے جنھیں وہ دیکھ کر آیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ زخمی درندے کی طرح تڑپ کر موٹے کی طرف بڑھا۔

موٹا بھی غالباً لڑائی بھڑائی کے معاملے میں کم نہ تھا۔ اس نے عمران کی توقع کے خلاف نہ صرف جھکائی دے کر اس کا وار ناکارہ کر دیا بلکہ اس کے ایک ہاتھ بھی جڑ دیا۔ عمران کی کھوپڑی میں کہکشاں اُتر آئی۔ موٹا اس قدر پھرتی کا مظاہرہ کر رہا تھا کہ عمران قدرے لڑکھڑا گیا۔ . . لیکن اس وقت عمران کے ذہن پر دیوانگی سوار تھی۔ اسی دیوانگی نے اس کی ذہنی صلاحیتوں کو نگل لیا تھا۔ ذہن کام کرنا چھوڑ دے تو کیا ہو سکتا ہے۔ اس کا اندازہ عمران کی حالت دیکھ کر بآسانی لگایا جا سکتا تھا۔ موٹے نے اسے گھونسوں پر رکھ لیا . . .



عمران بار بار یوں لہرا رہا تھا جیسے وہ کئی بوتلوں کے نشے سے بوجھل ہو رہا ہو۔ موٹے کے ہاتھ ہتھوڑوں کی طرح اس کے جسم پر پڑ رہے تھے۔ جب تک عمران سنبھلا، موٹے نے کئی کارگر ہاتھ دکھا دیے۔ یہی وجہ تھی کہ عمران کوئی خاص داؤ نہ آزما سکا۔ یکبارگی موٹے نے بھرپور ہاتھ مارا۔ عمران لڑھکنیاں کھاتا ہوا گرا۔ وہ تو خیر ہوئی کہ گرتے وقت وہ اس دیوار سے دُور رہا ورنہ اس کا حشر بھی ان لوگوں سے مختلف نہ ہوتا جنھیں وہ کچھ دیر قبل نیچے سڑک پر ذرات میں تبدیل ہوتے دیکھ چکا تھا۔ موٹے نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "قسمت کے دھنی دکھائی دیتے ہو۔ چلو دوسری بار سہی . . ."

اس نے دانت نکال کر کہا لیکن اگلے ہی لمحے اس کا دہانہ بھینچ کر دوبارہ کھلا تو اس کے حلق سے "اوغ" کی سی آواز نکلی۔ عمران نے فرش سے اچھل کر زبردست فلائنگ کِک لگائی تھی۔

ٹھوکر چونکہ اس کی توند میں لگی تھی، اس لیے عمران کو محسوس ہوا جیسے وہ کسی اسپرنگ دار گدّے سے ٹکرایا ہو۔ ردِعمل کے طور پر وہ خود بھی اچھل کر پیچھے گرا . . موٹا

زبردست قوتِ ارادی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ عمران کو دانتوں پسینے آ گئے۔ وہ فوری طور پر یہ سمجھنے پر مجبور ہو گیا کہ اگر یہ چھیڑ چھاڑ یونہی جاری رہی تو کچھ عجب نہیں کہ دوسرے کمرے سے بے ہوش لڑکی اور مرد ہوش میں آ کر ادھر آ جائیں۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اب جلد ہی اس کھیل کو ختم کر دینا چاہیے۔ باہر کی طرف سے وہ مطمئن ہو گیا تھا کیونکہ مشین کا رُخ خود کمرے ہی کی ایک دیوار کی جانب تھا۔

عمران اور موٹا بیک وقت سنبھل کر ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے ہانپنے کی آوازوں سے کمرے کی محدود فضا میں پھُنکاریں سی گونج رہی تھیں۔ مشین کی سرسراہٹ بھی اپنا اثر دکھا رہی تھی۔

موٹے کے بھدّے ہونٹوں پر کریہہ مسکراہٹ رقصاں ہو گئی۔ اچانک وہ آگے بڑھا لیکن اس بار وہ ذبح کیے ہوئے بکرے کی طرح چیخا۔ عمران نے اس کی بائیں پسلی پر ہاتھ مارا تھا۔ وہ دائیں طرف جھکا لیکن بائیں طرف پڑنے والی لات اس کے لیے قیامت خیز ثابت ہوئی۔ موٹا یوں دائیں بائیں جھُولنے لگا جیسے سنبھلنے کے لیے کسی سہارے کا متلاشی ہو۔ سہارا تو خیر کیا ملتا، عمران کی خوف ناک ٹکّر نے اس کی ابھری ہوئی نمایاں ناک کی ہڈی توڑ دی۔

خون کا فوارہ سا ابل پڑا اور اس کی باچھوں سے بہتا ہوا ٹھوڑی سی ٹپکنے لگا۔ خون کا مزا چکھ کر موٹے پر دیوانگی سوار ہو گئی۔ یہی اس کے لیے خطرناک ثابت ہوا۔

وہ اچھل کر آگے بڑھا۔ اس کے گینڈے جیسے جسم کو پھُدکتے دیکھ کر عمران کی رگِ شرارت پھڑکی۔ وہ پھُرتی سے الگ ہٹ گیا۔ پھر ایک زوردار چپت موٹے کی کھوپڑی پر پڑی۔ اگلے ہی لمحے عمران اسے تگنی کا ناچ نچا رہا تھا۔

موٹے کے حواس غائب ہو چکے تھے اور وہ بگڑے ہوئے ہاتھی کی طرح اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ کبھی کبھی زبردست ضرب لگتی تو وہ چنگھاڑ کر عمران کو اندھوں کی طرح ٹٹولنے لگتا لیکن اس وقت تک عمران اُسے ایک آدھ ضرب اور لگا کر دُور ہٹ جاتا۔

موٹا اس وقت غصّے سے اندھا ہو چکا تھا۔ اس نے عمران کی طرف دیکھا اور دانت کچکچا کر اس پر چھلانگ لگا دی۔ عمران پھُرتی سے ہٹ گیا اور جب وہ پلٹ کر دیکھنے لگا تو موٹا اس وقت تک راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکا تھا۔ عمران عین اس جگہ سے ہٹا تھا جہاں سے مشین کی پُراسرار شعاعیں نکل رہی تھیں۔ موٹا جھونک میں شعاعوں کی زد میں آ گیا تھا۔ عمران نے ہاتھ جھاڑے اور مشین کی طرف متوجہ ہو گیا۔

اس نے مشین کو بند کرنے کے لیے بٹن دبایا لیکن اگلے ہی لمحے وہ اچھل کر اس کمرے کی طرف بھاگا جہاں بے ہوش لڑکی اور ایک آدمی موجود تھے۔ اس کا ہاتھ کسی غلط بٹن پر پڑ گیا تھا۔ نتیجتاً کمرے میں شعلے کوندنے لگے اور مشین دھڑا دھڑ جلنے لگی، جیسے کسی نے اس پر پٹرول چھڑک کر آگ لگا دی ہو۔

❖

جولیا نے مُسکرا کر فون کی طرف دیکھا جس کی گھنٹی بڑی دیر سے گنگنا رہی تھی۔ آج کئی روز بعد یہ نغمہ اس کی سماعت سے ٹکرایا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کون ہو سکتا ہے۔ پُراسرار چیف ایکسٹو، عمران یا کوئی دوست۔ ریسیور اٹھا کر اس نے شیریں لہجے میں کہا۔ "جولیا، دس سائیڈ، پلیز۔"

"ایکسٹو۔" دوسری طرف سے گونجدار مخصوص آواز سُنائی دی۔

"یس سر۔" وہ مؤدبانہ لہجے میں بولی۔

"تم اس وقت کیا کر رہی ہو؟"

"بے کار ہوں جناب۔ اینی سروس؟" اس نے مستعدی سے پوچھا۔

"اپنے فلیٹ تک محدود رہو۔ کچھ دیر بعد عمران تمہارے پاس آ رہا ہے۔"

"او کے سر، کوئی خاص بات؟"

"غالباً تم دارالحکومت میں ہونے والے ہنگاموں سے بے خبر ہو۔" ایکسٹو نے خشک لہجے میں کہا۔

"جج... جناب، یہ بات تو نہیں، دراصل میں سوچ رہی تھی کہ ممکن ہے آپ نے اسی سلسلے میں کوئی کام میرے سپرد کرنے کا فیصلہ کر لیا ہو۔"

"اس بار حالات غیر یقینی سے ہیں۔ دشمن بے پناہ سائنسی قوت سے لیس ہے۔ اس طرح ہم براہِ راست اس سے نہیں ٹکرا سکتے۔ حکمتِ عملی سے کام نکالنا ہی ہمارے حق میں بہتر ہوگا۔"

"کیا آپ مجھے حواس باختہ یا پریشان محسوس کر رہے ہیں؟" جولیا نے کہا۔

"اس میں خوش ہونے کی بھی کوئی بات نہیں۔"

"یس... یس سر" جولیا ہکلائی۔

"عمران کی ہدایت پر بے چون وچرا عمل کرنا!"

"لیکن..."

"کیا تم انکار کرنا چاہتی ہو؟" ایکسٹو کے لہجے کی سرد مہری سے جولیا کانپ اٹھی۔

"نن... نہیں جناب... دراصل!"

"صاف کہو، کیا بات ہے؟"

"وہ بہت پریشان کرتا ہے!"

"یہ تم لوگوں کا ذاتی معاملہ ہے۔ میں اس میں دخیل نہیں ہوسکتا۔ یہ تمھاری صلاحیتوں پر منحصر ہے کہ تم اس کی شرارتوں سے لطف اندوز ہوتی ہو یا پریشان۔ اگر تم چاہو تو اسے بھی جواباً پریشان کرسکتی ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

"یس سر، ہمیں چاہیے کہ ان معاملات میں آپ کو بور نہ کریں!" جولیا نے کہا۔ اس کے لہجے میں یکایک خود اعتمادی جھلک آئی تھی۔ "میں کوشش کروں گی کہ اس کے بعد آپ سے عمران کے معاملے میں کوئی شکایت نہ کروں۔"

"دانشمندی کا تقاضہ بھی یہی ہے۔ میرے پاس دماغ کھپانے کے لیے اور بہت سے مسائل ہیں!"

"اوکے سر... کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ اس کام کی نوعیت کا ہلکا سا اشارہ کردیں تاکہ میں عمران سے آتے ہی اس موضوع پر بات شروع کردوں جس کے لیے آپ اسے میرے پاس بھیج رہے ہیں!" جولیا نے یہ کہہ کر ریسیور کی طرف دیکھا۔ پھر اس کی بھویں تن گئیں۔ دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اُسے یوں محسوس ہُوا جیسے ایکسٹو نے دیر ہوئی گفتگو کا سلسلہ ہی منقطع کردیا تھا۔ ڈھیلے ہاتھ سے ریسیور کریڈل پر رکھ کر وہ گم صم سی حالت میں وہیں کھڑی رہی، پھر دروازے کی طرف متوجہ ہوگئی۔

کال بیل عین اسی لمحے تیز آواز میں گونجنے لگی تھی۔ وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ دروازہ کھول کر باہر جھانکا تو عمران کی بجائے ایک بے ہنگم سا آدمی تھا۔ جولیا نے اس کی طرف دیکھا اور کہا "فرمائیے!"

"ابھی فرماتے ہیں!" اس شخص نے کہا اور جولیا کو دھکیل کر اندر داخل ہوگیا۔

جولیا کے چہرے پر تذبذب کے آثار پیدا ہوگئے۔

"سنو مسٹر، میں اس قسم کی بے تکلفی پسند نہیں کرتی!"

"اندر آکر وضاحت کرو، تمھیں کس قسم کی بے تکلفی

پسند ہے؟" اس شخص نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا اور آگے بڑھتا ہوا بے تکلفی سے ڈرائنگ روم میں جا بیٹھا۔

"میں پوچھتی ہوں تم کون ہو؟"

"بیٹھ جاؤ اچھی لڑکی، میں تمھارے ہاتھ کی لکیریں دیکھنا چاہتا ہوں۔" مجہول شخص نے کہا۔

"مجھے اس فن سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ ہی میں اس قسم کی لغویات میں پڑنا چاہتی ہوں، لہٰذا اب رخصت ہو جاؤ ورنہ بہت بری طرح پیش آؤں گی۔" جولیا نے پاؤں پٹخ کر کہا۔

"چہرے سے تم اس قدر سرد مزاج نہیں لگتیں۔ میں تو سمجھا تھا ممکن ہے تم کسی اعلیٰ خاندان کی چشم و چراغ ہو، اس لیے مارے ہمدردی کے آ گیا۔" وہ اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "ٹھیک ہے۔ میں جا رہا ہوں اچھی لڑکی لیکن تم اس سنہرے وقت سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں۔ مجھے اس کا افسوس رہے گا۔"

"سنو!" جولیا نے متذبذب لہجے میں کہا۔

وہ شخص رک گیا۔

"کیا واقعی تم اس فن سے واقف ہو؟"

"آزمائش شرط ہے۔"

"کتنی فیس لیتے ہو؟"

"کچھ نہیں۔"

"کیا مطلب؟" جولیا نے چونک کر کہا۔

"یہی کہ جب تک تمھیں اطمینان نہ ہو جائے کچھ نہیں لوں گا۔ اطمینان کے بعد جو تم خوشی سے دے دو۔" مجہول بوڑھے نے کہا اور دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

جولیا اس کے سامنے والی تپائی پر بیٹھ گئی۔

بوڑھے نے اس کا ہاتھ اپنے کھردرے ہاتھ میں لے لیا اور جولیا کا جسم سنسنا اٹھا کیونکہ بوڑھے کا کھردرا ہاتھ اس کے نرم ہاتھ پر پھسل رہا تھا۔ چند لمحے یہ عمل جاری رہا، پھر جولیا کی بھویں تن گئیں۔ "کیا تم اس طرح ہاتھ دیکھتے ہو؟"

"ہاتھ کی ساخت سے کردار کا علم ہوتا ہے۔"

"مجھے اپنے کردار کے بارے میں کچھ نہیں پوچھنا۔ کچھ اور بتاؤ۔" جولیا نے تنک کر کہا۔

"ہوں۔ گویا تم دل کی باتیں دریافت کرنا چاہتی ہو۔" بوڑھے نے مسکرا کر کہا۔ پھر ہتھیلی کی لکیروں پر ایک جگہ اس کی انگلی رک گئی۔ "یہ لکیر بتاتی ہے کہ تم کسی ایسے شخص سے محبت کرتی ہو جو تمھاری پروا نہیں کرتا۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ وہ پراسرار قسم کا آدمی ہے، جس کے بارے میں تم الجھن میں مبتلا ہو۔ اس لکیر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تم اس شخص کی مافوق الفطرت ہستی سے محبت کرتی ہو۔"

جولیا کا ذہن سنسنانے لگا۔ "کیا واقعی اس لکیر سے یہ ظاہر ہوتا ہے؟"

"میری باتوں کی تائید یا تردید تمھارے اختیار میں ہے۔" وہ بولا۔

جولیا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ رُواں رُواں گرمیٔ محبت سے سلگ اٹھا تھا۔

"اور یہ امدادی لکیر یہ ظاہر کرتی ہے کہ تم اس پراسرار شخصیت کے ساتھ ساتھ ایک اور نوجوان کی طرف بھی مائل ہو۔"

"کیا بکتے ہو؟" جولیا اچھل گئی۔

"وہ تمھیں زچ کرتا ہے۔ تمھاری محبت کا مذاق اڑاتا ہے۔ تم اس سے بے زار ہو لیکن اگر وہ چند روز تمھیں دکھائی نہ دے تو تمھارا دل اس کے لیے بے قرار ہو جاتا ہے۔" بوڑھے نے اس کی بات نظرانداز کر کے کہا۔ "جہاں تک شادی کا تعلق ہے، تم اس کھلنڈرے نوجوان کی طرف راغب ہو کیونکہ پہلا شخص تمھارے اختیار سے باہر ہے۔ اس سلسلے میں میں بھی تمھیں یہی مشورہ دوں گا کہ تم اس لڑکے سے شادی کر لو۔"

"اپنے مشورے محفوظ رکھو۔" جولیا نے کہا لیکن اس کی آواز اور چہرے کے تاثرات سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس بات کا برا نہیں مانی۔

بوڑھا اب بڑے غور سے اس کی ہتھیلی کا جائزہ لے رہا تھا۔ دفعتاً وہ بری طرح چونک پڑا۔ اس کے چونکنے پر جولیا کے کان بھی کھڑے ہو گئے۔

"کیا بات ہے؟" اس نے پوچھا۔

"بڑی تشویشناک بات ہے۔" بوڑھے نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اس لکیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص کا ذہنی میلان بھی تمھاری طرف ہے۔ اگر ممکن ہوا تو اگلے ماہ کی درمیانی تاریخوں میں وہ تمھیں شادی کا پیغام بھی بھیج دے۔"

"میں یقین نہیں کر سکتی۔"

"نہ کرو۔ میں تو یہ تک بتا سکتا ہوں کہ وہ شخص "ع" سے شروع ہونے والے نام کا مالک ہے چونکہ تمہارا نام "ج" سے شروع ہوتا ہے لہٰذا ان ناموں میں ہم آہنگی ہے۔ اس لیے تمہارے سیارے جیسے ہی نظام شمسی کے راستے میں ایک دوسرے راستے سے ہم ارتعاش ہوئے اس کا دل تمہارے لیے بے تاب ہو جائے گا۔"

جولیا خاموش رہی۔ اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی سرخی اس بات کی غماز تھی کہ عمران کے بارے میں اس بوڑھے کی پیش گوئی اسے دلی طور پر پسند آئی ہے۔ وہ مسکرا دی۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے بات کو کاٹنے کی کوشش نہیں کی۔

بوڑھا اس کے جذبات و احساسات سے بے پروا ہاتھ کی لکیروں پر یوں جھکا ہوا تھا جیسے کوئی کمزور نگاہ والا باریک کتاب پڑھنے میں دشواری محسوس کر رہا ہو۔

جولیا نے اس کی پیشانی پر تفکر کی لکیر دیکھی تو وہ بھی متفکر ہو گئی۔ "کیا بات ہے، تم کچھ الجھ گئے ہو؟"

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اس وقت شادی سے انکار کر دو گی۔"

"کیوں؟" جولیا نے بے ساختہ کہا۔

"اس لیے کہ ممکن ہے وہ حسب سابق مزاحیہ انداز میں ہی تمہیں شادی کی پیش کش کرے اور تم اسے غیر سنجیدگی پر محمول کر کے ٹال جاؤ، یا اس کے انداز سے چراغ پا ہو کر اسے ٹھکرا دو۔"

"یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟"

"تو پھر تم مجھ سے وعدہ کرو کہ ایسا نہیں کرو گی۔"

"ٹھیک ہے، میں خود کو سنبھالنے کی کوشش کروں گی۔"

"تو پھر وعدہ رہا۔"

"ہاں۔" جولیا نے شرما کر کہا۔

"تو پھر کب لے آؤں بارات؟" بوڑھے نے کہا۔

آواز کی تبدیلی نے جولیا کو اچھلنے پر مجبور کر دیا۔ چند لمحے وہ حیرت سے اس مجہول شخص کو گھورتی رہی۔ پھر اس کا ہاتھ آگے بڑھا اور بوڑھا ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ کیونکہ اس کی داڑھی جولیا کے ہاتھ میں تھی۔

وہ گالوں پر ہاتھ پھیرتا ہوا بڑبڑایا۔ "لاحول ولا۔ ایسی بیوی کو کون قبول کرے گا۔ اب بتاؤ، داڑھی ہی اکھاڑ کر



ہاتھ میں تھام لی۔"

"ہوں تو یہ تم ہو۔" جولیا غرائی۔

"ظاہر ہے، دیکھ بھال کر خوب چھان پھٹک کر۔ میرا مطلب ہے چھان بین کر کے ہی دلہن کا انتخاب کرنا چاہیے۔ اب تم ہی بتاؤ جب شادی سے قبل ہی داڑھی اکھڑ جائے تو پھر بعد میں کیا ہوگا۔"

"اس حرکت کا مطلب؟"

"حسرت اور صرف برکت۔" عمران نے خیالی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جواب دیا پھر صوفے سے اچھل کر الگ ہٹ گیا جولیا کا ہاتھ اس کی کھوپڑی پر ہی بیٹھتا۔ "دھول دھپا... ہائیں، ابھی تو نکاح کے چھوارے بھی تقسیم نہیں ہوئے۔"

جولیا ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔ وہ بری طرح عمران کو گھور رہی تھی۔ انداز سے معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے بس میں ہو تو کچا ہی چبا ڈالے۔ "یہ کیا حرکت تھی؟" وہ چلائی۔

"یہ سوال تم دوسری بار کر رہی ہو۔" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "آخر تم خود کو اتنی کوڑھ مغز کیوں ثابت کر رہی ہو۔"

"ابھی کچھ دیر پہلے چیف کی کال آئی تھی۔"

"ہائیں۔ کیا وہ مجھ سے پہلے بات کرنے میں کامیاب

ہو گیا۔"
"شٹ اپ۔ میں سنجیدہ ہوں۔"
"یہ سنجیدگی ہی میرے لیے باعثِ رنج ہے۔ آخر تم مجھے رنجیدہ کرنے پر کیوں تلی بیٹھی ہو۔" لہجہ بدستور بھرّایا ہوا تھا۔
"چیف نے کہا تھا مجھے تم سے کچھ ہدایات ملیں گی۔" جولیا نے عمران کی توجہ ہٹانے کے لیے خود پر قابو پانے کی کوشش کی۔
"ہدایات۔ اُف تو گویا، اپنے معاملات سدھارنے کے لیے ہدایات کا تقاضہ مجھ سے کر رہا ہے۔ گویا اب میں تمھیں ہدایت نامہ بیوہ، سوری، ہدایت نامہ بیوی پڑھ کر سناؤں گا۔"
"عمران!" جولیا نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔ "میں اس وقت بہت پریشان ہوں کیا تم سنجیدہ نہیں ہو سکتے۔"
"آہم۔" عمران نے منہ چلاتے ہوئے کہا۔ "اگر تم چاہتی ہو کہ... میں اپنی بربادیوں پر رنجیدہ ہونے کی بجائے سنجیدہ ہو جاؤں تو یہ بھی سہی۔"
"چیف کیا چاہتا ہے؟"
"کیا اس نے تمھیں نہیں بتایا؟"
"نہیں۔"
"پھر میں کیا بتا سکتا ہوں۔" عمران نے بے پروائی سے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔
جولیا خاموشی سے اُسے گھورتی رہی۔ عمران اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ جیب ٹٹول کر چیونگم کا پیکٹ نکالا اور ایک پیس منہ میں ڈال کر، دوسرا جولیا کی طرف بڑھا دیا۔ جولیا نے منہ پھیر لیا۔ عمران اس پیس کو دھیرے دھیرے کھلنے لگا۔ اچانک اس کے چہرے سے غیر سنجیدگی کی تمام علامتیں رخصت ہو گئیں اور وہ انتہائی سنجیدہ دکھائی دینے لگا۔ "کپڑے بدل کر تیار ہو جاؤ جولی۔" اس نے کہا۔
جولیا نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔ جب اس نے عمران کو سنجیدہ محسوس کر لیا تو یہ پوچھے بغیر کہ لباس بدل کر اُسے کہاں جانا ہے، وہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔
عمران اُلّوؤں کی طرح دیدے بجاتا ہوا چیونگم چباتا رہا۔ چند لمحے وہ خاموشی سے بیٹھا رہا، پھر کچن کی طرف بڑھ گیا۔ کچن میں دودھ رکھا ہوا تھا۔ اس نے دودھ کی دیگچی اٹھا کر منہ سے لگالی اور پھر فریج کی طرف متوجہ ہو گیا... اسے معلوم تھا کہ جولیا نصف درجن کے قریب اُبلے ہوئے انڈے ہر وقت فریج میں رکھتی ہے۔ نہ جانے اُبلے ہوئے لیکن ٹھنڈے انڈے کھا کر کیا ہوتا ہے؟ اس کا تجربہ کرنے کے لیے عمران نے تمام انڈے بھی ہڑپ کر لیے۔ کچن میں کھانے کی کوئی اور چیز نہ ملی تو اس نے شکر کا جار اُٹھایا اور چینی پھانکتا ہوا باہر آ گیا۔ جولیا اس وقت تک کپڑے بدل کر واپس آ چکی تھی۔
اس کی نگاہ جیسے ہی عمران اور اس کے چلتے ہوئے مُنہ پر پڑی، وہ چونکی، پھر غالباً خون کے گھونٹ پی کر اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔ شکر اس کے ہونٹوں پر لگی ہوئی تھی اس لیے یہ سمجھنے میں دشواری نہ ہوئی کہ وہ کیا کر کے آ رہا ہے۔ "شکر کے علاوہ کچھ نہیں ملا؟" اس نے پوچھا۔
"شکر کے علاوہ کوئی چیز باقی نہیں رہی۔" عمران نے منہ چلاتے ہوئے کہا۔ "دودھ اگرچہ کم تھا، انڈے، البتہ ٹھیک تھے۔"
جولیا نے بے قراری سے ایک ٹانگ سے جسم کا پورا بوجھ دوسری ٹانگ پر تبدیل کیا اور بیٹھ گئی۔ عمران نے ایک بار پھر چیونگم کا پیکٹ ٹٹولنا شروع کر دیا تھا۔ جولیا کی تیوریاں چڑھ گئیں۔ عمران کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا جیسے وہ اپنے ہی گھر میں بیٹھا ہوا ہو۔ "کیا سیر بھر دودھ اور درجن بھر انڈوں سے پیٹ نہیں بھرا؟"
"حجم کا اندازہ لگا لو۔"
"شٹ اپ، اب تم فوراً بتاؤ کہ کیا معاملہ ہے ورنہ میں تمھاری ہر بات ماننے سے انکار کر دوں گی۔" جولیا غرائی۔
"شادی سے۔" عمران نے دیدے نکالے۔
جولیا پہلو بدل کر رہ گئی۔
"تمھیں معلوم ہے کہ آج کل دارالحکومت میں کیا ہو رہا ہے؟" عمران نے پوچھا۔
"ہاں... میں اخبارات میں پڑھ چکی ہوں۔"
"اب تک تم سے کوئی کام نہیں لیا گیا۔ مجرم اس قدر طاقت ور ہیں کہ ہم اُن سے ذہنی طور پر شکست تسلیم کرنے کی بجائے مقابلے پر آنے کا مصمم ارادہ کر چکے ہیں۔ اگر وہ حیرت انگیز مشین ہاتھ لگ گئی تو یقیناً، ایٹمی مشین تیار کی جائے گی۔ اس کے علاوہ چونکہ ابھی تک اس کیس کا کوئی سر پیر ہی سمجھ میں نہیں آیا اس لیے کوئی زیادہ مؤثر کارروائی بھی نہیں ہو رہی۔"
"میں اس کی تباہ کاریوں سے آگاہ ہوں۔"

"تمھیں آج، ابھی اور اسی وقت مارلیو بار اینڈ ریستوران تک جانا ہے" عمران نے کہا۔ "اور تمھارا بیشتر وقت وہیں پر صرف ہونا چاہیے"

"وہاں میں کیا کروں گی؟"

"جو جی چاہے۔ شراب پیو، انڈے کھاؤ یا کسی سے آنکھ مچولی کھیلو۔ چیف کی طرف سے تمھیں ہر بات کی اجازت ہے"

"کیا وہ بار مشکوک ہے؟"

"ممکن ہے تمھارے چوہے کی نگاہ میں رہی ہو۔ میں نہیں جانتا"

"پھر کیا میں وہاں جھک ماروں گی" جولیا جھلا گئی۔

"اس کی بھی اجازت ہے" عمران نے اس کی جھلاہٹ سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔

"ہُوں۔ یہ ڈیوٹی کب سے کب تک رہے گی؟"

"ہر روز صبح سے رات تک"

"بلا ناغہ؟"

"ہاں... تا حکمِ ثانی"

"پھر بھی مجھے وہاں کیا کرنا پڑے گا۔ صبح سے رات تک وہاں مسلسل بیٹھے رہنا کسی عذاب سے کم نہیں"

"ممکن ہے چیف تمھاری قوتِ برداشت کا امتحان لے رہا ہو" عمران نے بائیں آنکھ دبا کر کہا اور پھر بوکھلا کر دائیں آنکھ بھی دبا دی۔ "خیر... میں تم پر رحم کھا کر ایک بات بتائے دیتا ہوں"

جولیا اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"چند روز پیشتر چوہان نے وہاں ایک غیر ملکی ایڈگر کو دیکھا تھا۔ اُسے تو تم جانتی ہی ہو گی؟"

"اوہ، وہی جو کبھی سنگ ہی کے گروہ میں تھا!"

"ہاں... چوہان نے اس کا تعاقب کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اُسے ڈاج دینے میں کامیاب ہو گیا۔ اس بات کی اطلاع دو روز بعد صفدر نے بھی دی۔ نتیجتاً چیف اس بار کی طرف سے مشکوک ہو گیا ہے"

"ہُوں... لیکن میں بلا ناغہ وہاں جانے سے اُن لوگوں کی نگاہ میں آجاؤں گی"

"ظاہر ہے۔ تم ہو بھی اتنی ہی حسین"

"بکواس مت کرو" جولیا بھنا گئی۔ "میرا مطلب ہے اگر وہاں میک اپ میں جاؤں تو کیا حرج ہے؟"

"کوئی حرج نہیں۔ تم ایسا بھی کر سکتی ہو" عمران نے کہا اور اُٹھ کر باہر چل دیا۔

عمران کے جانے کے بعد جولیا نے سر تھام لیا۔ اس نے دروازہ بند کر کے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کچھ دیر سوچنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ دروازے پر دستک کی آواز سن کر چونک پڑی۔ وہ اٹھی اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

دروازہ کھولا اور ٹھٹک کر رہ گئی۔ باہر عمران کے علاوہ کوئی اور شخص تھا لیکن اس سے زیادہ تحیر خیز اور خوفناک بات یہ تھی کہ اس شخص کے ہاتھ میں ریوالور تھا جس کی نال جولیا کی طرف اُٹھی ہوئی تھی۔



عمران پر بوریت سوار ہو تو کیا نہیں کرتا؟

یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب سیکرٹ سروس کے کسی ممبر کے پاس نہیں تھا۔ وہ تو بس ایک اتنا جانتے تھے کہ عمران پر بوریت سوار ہو نہ ہو، وہ دوسروں کو بور کرنے کا اسپیشلسٹ ہے۔

بارہا ایسا ہو چکا تھا کہ عمران نے سیکرٹ سروس کے تمام ممبروں کو یکے بعد دیگرے مرنے کی حد تک بیزار کر دیا۔ ان میں سے کوئی فوت تو نہیں ہوا البتہ ہر ایک نے اس امکان کا جائزہ ضرور لیا تھا کہ عمران کی گردن اُدھیڑنے کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟

خاصے غور و فکر کے بعد یہ بات طے ہو گئی کہ جب تک وہ زندہ ہیں انہیں عمران کو بالکل اسی طرح برداشت کرنا پڑے گا جیسے کوئی شخص جسم کے پیدائشی نقص کو سہتا ہوا آخری دم تک زندگی برقرار رکھنے کی جدوجہد کرتا ہے۔ اُدھر عمران دوسروں کو بور کرتے کرتے اب خود بھی اس قدر بیزار ہو چکا تھا کہ اسے از سرِ نو اس عادت کا جائزہ لینا پڑا۔۔۔ جلد ہی اسے محسوس ہو گیا کہ فرصت کے اوقات میں سیکرٹ سروس کے تمام ماتحت اس سے یوں پناہ مانگتے ہیں جیسے تنہائی میں کوئی زاہد شیطان سے۔

اور جب ایسے لوگوں کا قحط پیدا ہو جائے تو عمران کے لیے واقعی لمحہ فکریہ پیدا ہو گیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی ان صلاحیتوں کو کہیں اور آزمائے گا۔ تلاشِ بسیار کے بعد اس کی ریڈی میڈ کھوپڑی کوئی حل پیش نہ کر سکی تو اس نے اپنی کھٹارا فیاٹ نکالی اور سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے لگا۔

ان دنوں ملک میں سیاسی پارٹیاں بڑے زور شور سے عوام کو جلسوں میں مدعو کر کے یہ ظاہر کرنے کی کوشش میں مصروف تھیں کہ ان سے بڑا خادم اور قوم کا وفادار کبھی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی کبھی ہوگا۔ عمران نے سوچا خاموشی سے اگر سیاسی لیڈر بن جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ وہ اس خیال کو عملی جامہ پہنا دیتا لیکن جب عملی صورتِ حال سامنے آئی تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔۔۔ عمران نے ان طوطوں کی تلاش میں وقت ضائع کرنے سے بہتر یہ خیال کیا کہ سیاسی لیڈروں کی تقریریں سُن کر ہی گزارہ کرے۔

سیاسی تقریریں اور عمران، جلسے جلوس اور عمران، بات بڑی ہی عجیب اور ناقابلِ یقین تھی تاہم اس کا ارادہ سیاسی لیڈروں کی ٹانگ لینے کا تھا۔ یہ خیال بس بیٹھے بٹھائے ہی اس کی کھوپڑی میں سما گیا تھا کہ سیاسی لیڈروں کے رنگ میں بھنگ ڈالنا دیگر تمام مشاغل سے افضل ہے۔ یہ تو مسلّم ہے کہ اس مشغلے میں کسی انتظامی کارروائی کی ضرورت نہیں تھی اور نہ ہی جیب سے کچھ جاتا تھا۔ صبح کے اخبار سے یہ بات تو اسے معلوم ہو ہی چکی تھی کہ ملک کا دیرینہ اور حزبِ اختلاف کا لیڈر فضل الٰہی شام چار بجے صنم پارک میں جلسۂ عام سے خطاب کرنے والا تھا۔ بس پھر کیا تھا۔ اس نے فیاٹ کا رُخ اُدھر ہی موڑ لیا۔

ان دنوں فیاٹ میں نہ جانے کیا نقص پیدا ہو گیا تھا کہ انجن کی گھرگھراہٹ کے ساتھ ساتھ گاڑی کا ہر پرزہ عجیب و غریب صوتی اثرات پیش کرنے لگا تھا۔۔۔ گاڑی تو بے چاری یوں بھی آخری عمر میں عمران صاحب سے نباہ کر رہی تھی۔۔۔ گویا اپنی عاقبت خراب کر رہی تھی۔ جس سڑک سے گاڑی کا گزر ہوتا لوگ کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے۔ گاڑی گزر جاتی تو دیر تک ان کی سماعت متاثر رہتی تھی۔

وہ جلسہ گاہ پہنچا تو لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے ہوئے تھے اس قدر ہجوم تھا کہ جلسہ گاہ میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ لیکن عمران وہاں تل دھرنے نہیں آیا تھا۔۔۔ اس نے دیکھا کہ اندر گھس کر اسٹیج کے قریب پہنچنا ناممکن ہے تو گاڑی کو اس راستے پر موڑ لیا جو اسٹیج کے عین پیچھے واقع تھا۔ اسٹیج اور اس راستے کے درمیان ایک دیوار حائل تھی۔ عمران نے گاڑی اس دیوار کے قریب لے جا کر روک دی۔

گاڑی روک کر اس نے ایکسلریٹر پر دباؤ ڈالا تو اسٹیج پر موجود کارکنوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔۔۔ شور تھا کہ لحظہ بہ لحظہ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا آخر تنگ آ کر دو کارکن دیوار پھاند کر کار کے قریب پہنچ گئے۔ "اے مسٹر" ایک چلایا۔

عمران نے جواباً ہارن پر ہاتھ رکھ دیا۔ گاڑی کی گھرگھراہٹ کیا کم تھی کہ پھٹے بانس جیسی ہارن کی آواز بھی اس میں شامل ہو گئی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے بیک وقت کئی رولر انجن سڑک پر اسٹارٹ ہو گئے ہوں، عین اس وقت قریبی فیکٹری کا سائرن بجنے لگا۔

ایک کارکن لپک کر عمران کے قریب پہنچا۔ اس نے کار کا دروازہ کھولا اور عمران کو گریبان سے پکڑ کر نیچے کھینچ لیا۔ عمران بائیں بائیں کرتا نیچے اُتر آیا۔ دوسرے نے ہاتھ بڑھا کر گاڑی کا انجن بند کر دیا۔ دفعتاً سناٹا چھا گیا۔ ہر طرف سکوت ہی سکوت تھا۔ ۔ البتہ کبھی کبھی جلسہ گاہ سے کسی منچلے کی نعرہ بازی سنائی دیتی تھی۔ "یہ کیا حرکت تھی؟" ایک کارکن غرایا۔

"حرکت؟" عمران چونک کر بولا۔ "گاڑی تو کھڑی تھی۔"

"میں پوچھتا ہوں کیوں کھڑی تھی؟" وہ آپے سے باہر ہوتا ہوا بولا۔

"اسی سے دریافت کر لو۔ کروں اسٹارٹ؟" عمران مسکرایا۔

عمران کی مسکراہٹ نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اس سے پیشتر کہ وہ کارکن اس پر ہاتھ چھوڑ دیتا، دوسرے نے بیچ بچاؤ کراتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ "آپ کون ہیں جناب؟ اس شور شرابے کا مقصد کیا تھا؟"

"تم کچھ سمجھ دار آدمی دکھائی دیتے ہو۔ کیا تم ہی فضل الٰہی ہو؟"

"نہیں۔ میں اس پارٹی کا ایک ادنیٰ کارکن ہوں۔"

"بہت خوب۔ جب ادنیٰ کا یہ حال ہے۔" عمران نے دوسرے کارکن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تو میاں اعلیٰ کا کیا حال ہوگا؟"

"کیا تم کسی مخالف سیاسی پارٹی سے تعلق رکھتے ہو؟"

"خبردار۔" عمران کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے۔ "میں فضل الٰہی کا مداح ہوں۔"

"اور اس کے جلسے کو خراب کرنے کے لیے اس ساز و سامان سمیت آئے تھے؟"

"اوہ۔ ۔ ۔ یہ۔ ۔ ۔ ہی ہی۔ ۔ ۔" عمران منہ دبا کر ہنسنے لگا۔

دونوں حیرت سے اس کی صورت دیکھنے لگے۔ انداز ایسا تھا جیسے انھیں عمران کی دماغی صحت پر شبہ ہو گیا ہو۔ "دراصل میں فضل صاحب کی تقریر سننے آیا تھا۔ جلسہ گاہ میں تِل دھرنے کی جگہ نہیں۔" عمران نے احمقانہ انداز میں دیدے نچائے۔ "ایسی صورت میں تو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ میرا مطلب ہے جب تِل دھرنے کی جگہ نہیں ہوگی تو ڈائنا مائٹ یا بم رکھنے کی جگہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"کیا مطلب؟" دونوں ہی چونک کر عمران کی طرف دیکھنے لگے۔

"کچھ نہیں۔ میں کہتا ہوں مجھے جلسے میں بیٹھنے کی جگہ دو ورنہ اگر میں نے اپنا ٹرک لا کر یہاں کھڑا کر دیا تو لوگ جلسہ چھوڑ کر جوق در جوق اسے دیکھنے چلے آئیں گے۔" عمران نے نتھنے پُھلا کر کہا اور انھیں گھورنے لگا۔

"دیکھو مسٹر۔ ہم تمھیں پولیس کے حوالے کر دیں گے۔" ایک

"دن گزرتے گئے۔ ننھا اسٹینلے اور اس کا کتا اکٹھے اسکول جاتے رہے حتیٰ کہ وہ دن آگیا جب انھیں ایک دوسرے سے جدا ہونا پڑا۔"

"اوہ۔ ۔ ۔ کیا ہوا؟"

"کتے نے گریجویشن کر لی تھی۔"

نے غرا کر کہا اور دوسرے کو اشارہ کیا کہ عمران کی گاڑی میں بم یا ڈائنامائٹ تلاش کرے۔

"بیکار ہے دوستو۔ میں کہہ چکا ہوں کہ میں فضل صاحب کا مداح ہوں۔ ان کی تقریر سننے آیا ہوں۔ جلسہ گاہ میں جگہ نہیں تھی اسی لیے تم لوگوں کو یہاں بلا کر درخواست کر رہا ہوں۔"

"ہوں۔ ۔ ۔ چلو ادھر سے دیوار پھلانگ کر۔ اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو یقین مانو گولی مار دوں گا۔" ٹھنڈے مزاج والے کارکن نے کہا اور عمران نے کلکاری مار کر گاڑی کی چھت کی طرف زقند لگائی اور اگلے ہی لمحے وہ کسی بندر کی سی پھرتی سے دیوار پر تھا۔

فضل الٰہی ابھی جلسہ گاہ میں نہیں پہنچا تھا۔ اسٹیج پر اس کی جماعت کے کارکن اور ایسے شہری براجمان تھے جنھیں اس سے کچھ اُنسیت تھی۔ عمران کو ایک کرسی مہیا کر دی گئی۔ وہ وہاں بیٹھ کر مائک کی جانب دیکھنے لگا جہاں ایک مدقوق سا آدمی لوگوں سے خاموش رہنے کی درخواست کر رہا تھا۔

بیس منٹ بعد فضل الٰہی جلسہ گاہ میں آیا۔ اس کے حامیوں نے خوب خوب نعرہ بازی کی اس کے بعد وہ مائک کے سامنے آکھڑا ہوا۔ "آزادی۔ آزادی ایک ایسی نعمت ہے دوستو جس کی عدم موجودگی انسان کو حیوان بنا دیتی ہے۔ اس کی عقل اور صلاحیتیں کو چھین لیتی ہے۔ یہ ہمارا پیدائشی حق ہے۔ ۔ ۔ اگر آپ اپنے دلوں کو ٹٹولیں تو محسوس ہوگا کہ اس میں صرف ایک ہی خواہش ہے۔ ۔ ۔ آزادی اور صرف آزادی۔"

عمران نے گریبان کھول کر سینے کی طرف جھانک کر دیکھا۔ قریب بیٹھے ہوئے کارکن کی بھویں تن گئیں۔ شاید اسے عمران سے کسی حماقت کی توقع نہیں تھی۔

"ہم آزادی کے حصول کے لیے سب کچھ کرتے ہیں۔ بعض اوقات اس کے حصول کے لیے ہمیں سر پر کفن بھی باندھنا پڑتا ہے۔ ۔ ۔ اس وقت حکومت جس پارٹی کے ہاتھ میں ہے اس نے ہماری آزادی سلب کر رکھی ہے۔ ۔ ۔ ہم بے بس ہیں لیکن نہیں۔ ۔ ۔ ہم اپنے حق

کو چھین لیں گے۔ آپ میں سے کون ہے جو آزادی نہیں چاہتا؟"
مجمع پر موت کا سا سکوت طاری تھا۔
"وقت آگیا ہے میرے دوستو! اُٹھو اور آزادی کے حصول کے لیے جدوجہد تیز تر کر دو اور اپنا پیدائشی حق چھین لو۔"
"آ... چھو... چھیں۔" عمران نے زور سے چھینک ماری اور ہڑبڑا کر رومال ٹٹولنے لگا... چھینک اس قدر زوردار تھی کہ مقرر کی دھواں دھار تقریر رک گئی اور وہ پلٹ کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔ عمران نے رومال نکال کر ناک اور منہ اچھی طرح صاف کیا اور پھر مائک کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کے چہرے سے انتہائی معصومیت کے آثار مترشح تھے۔ فضل الٰہی چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر مائک کی طرف متوجہ ہو گیا۔
"میری پارٹی کا سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ آزادی کے لیے کسی طرح بھی انسانیت کا گلا نہ گھونٹا جائے۔ غلط طریقوں کے استعمال اور ناجائز اصولوں کی بنیاد پر ہم کوئی منصوبہ تشکیل نہیں دیں گے۔" فضل الٰہی نے پرجوش لہجے میں بیان جاری رکھا۔ "اگر آپ لوگ میری پارٹی کو برسرِ اقتدار..." وہ خاموش ہو گیا۔ اس کا ایک ہاتھ مائک پر تھا اور نگاہیں خلا میں کسی غیر مرئی شے پر مرکوز تھیں۔
ایک سیکنڈ گزر گیا... اس نے اپنا جملہ مکمل نہیں کیا۔ ایک منٹ گزر گیا... فضل الٰہی خاموش رہا۔ لوگوں میں بے چینی پھیلنے لگی۔ اور پھر جب اسے خاموش ہوئے پانچ منٹ گزر گئے تو عمران چونک پڑا۔ دفعتاً فضل الٰہی لہرا کر زمین پر آ رہا۔ اس کا جسم سیاہ پڑ چکا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کوئلے کی لاش رہی ہو۔
جلسہ گاہ میں موجود لوگ جو اس کی سحر بیانی سے مغلوب، خاموش بیٹھے ہوئے تھے یکدم چونک پڑے اور پھر ہجوم اسٹیج پر بل پڑا... لوگوں کا ہجوم اس سیلاب کی طرح آناً فاناً اسٹیج تک پہنچ گیا جیسے کسی بڑے بند کے ٹوٹنے کے بعد پلک جھپکتے میں پانی میلوں کا فاصلہ طے کر لیتا ہے۔ اس قدر شور و غوغا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔
عمران لپک کر لاش کے قریب پہنچا اور جھک کر اس کا جائزہ لینے لگا۔ ایک اور شخص نے اس کی نبض دیکھی اور سر ہلا کر رہ گیا۔
"ذرا ایک طرف ہٹ جائیے۔" ایک رعب دار آواز سنائی دی۔
عمران نے پلٹ کر اُدھر دیکھا۔ شہر کا معروف ڈاکٹر زیدی لاش کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس نے لاش کا بغور جائزہ لیا اور پھر مایوسی سے سر ہلانے لگا۔ ہجوم نے آسمان سر پر اُٹھا رکھا تھا۔ جلسہ گاہ میں پولیس جو کسی بلوے کے پیشِ نظر پہلے ہی سے موجود تھی، لاٹھی چارج پر مجبور ہو گئی۔
عمران مائک کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ایک شخص مائک پر ہجوم سے پُرسکون رہنے کی استدعا کر رہا تھا لیکن اس کی آواز سن کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کنوئیں کی تہہ سے بول رہا ہو۔ عمران مائک کی طرف بڑھ گیا۔ "میرا خیال ہے یہ مائک خراب ہے جناب۔ کیوں گلا پھاڑ رہے ہیں۔"
"کیا مطلب؟" وہ شخص چونک کر عمران اور مائک کی طرف باری باری اس انداز میں دیکھنے لگا جیسے ان دونوں میں سے کسی ایک میں خرابی کا شبہ ہو رہا ہو۔
عمران نے مائک کو چھو کر دیکھا اور پھر پھونک ماری لیکن کوئی ردِعمل نہیں ہوا۔ وہ معنی خیز انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔
دفعتاً پولیس کار کا سائرن سنائی دیا اور پھر پولیس کار رکنے کی آواز آئی۔ اس کے فوراً ہی بعد پولیس والوں نے لاٹھی چارج کی رفتار تیز کر دی۔ ہجوم میں نہ جانے کس نے فائرنگ شروع کر دی تھی۔ اس سے اور بھی خوف و ہراس پھیل گیا۔ اس طرح بھگدڑ مچی ہوئی تھی جیسے قریب ہی آتش فشاں پھٹ پڑا ہو۔ عمران کی نگاہ اس شخص کی طرف مرکوز ہو گئی جدھر سے فیاض بوکھلایا ہوا لوگوں کو دھکیلتا ہوا اسٹیج کی طرف بڑھ رہا تھا۔
"لاش کہاں ہے؟" وہ آتے ہی بولا اور بغیر کچھ سنے فضل الٰہی پر جھک گیا۔ چند منٹ وہ اس کا جائزہ لیتا رہا۔ انداز کسی ماہر ڈاکٹر کا سا تھا۔ پھر اس کے چہرے سے مایوسی جھلکنے لگی۔ "کیا کوئی شخص فضل صاحب کی موت پر روشنی ڈال سکتا ہے؟" فیاض نے گرد و پیش پر نظر ڈال کر بلند آواز میں کہا۔
"مم... میں ڈال سکتا ہوں۔" عمران نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "لیکن میرے سیل کمزور ہو گئے ہیں۔"
"کون بدتمیز ہے؟" فیاض غرا کر پلٹا۔
"تمہارا خالہ زاد۔" عمران نے اس کے قریب پہنچ کر رندھی ہوئی آواز میں کہا۔
"شٹ اپ۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" فیاض جھنجھلا کر بولا۔
"یہ سب لوگ کیا کر رہے ہیں؟" عمران نے فیاض سے دریافت کیا۔ فیاض ہونٹ چبا کر رہ گیا۔
دفعتاً عمران کے چہرے پر بلا کی سنجیدگی چھا گئی۔ اسٹیج پر کھڑے ہوئے سبھی لوگ اس کی صورت دیکھ رہے تھے۔ فیاض نے اسے سنجیدہ ہوتے دیکھا تو اس کی جان میں جان آ گئی۔ "کیا تم اس موت کے بارے میں خیال آرائی کر سکتے ہو؟" اس نے پوچھا۔
"خیال آرائی۔" عمران غرایا۔ "میں یقین سے کہہ سکتا ہوں۔"
"کیا؟"

"یہ موت بجلی کے جھٹکے سے واقع ہوئی ہے۔"
"کیا مطلب؟"
"الیکٹرک شاک شوپر۔۔ کیا تمہارے پاس ذخیرۂ الفاظ کی کمی ہے؟"
"لیکن کس طرح۔ کہاں سے؟" فیاض حیرت زدہ ہو کر بولا۔ عمران کے چہرے سے متانت کا اظہار ہو رہا تھا اس لیے وہ اس کی بات ہنسی میں بھی نہیں ٹال سکتا تھا۔
"ابھی کچھ دیر پہلے مائک ٹھیک تھا، یکایک خراب ہو گیا۔" عمران پُرخیال انداز میں بڑبڑایا اور پھر مائک پر جھک گیا۔ چند ہی لمحوں میں اس نے مائک سے ایک ایسا تار برآمد کر لیا جو بظاہر تو بے ضرر محسوس ہوتا تھا لیکن درحقیقت اس کا سلسلہ کسی ایسی جگہ قائم تھا جہاں

سے فوری طور پر الیکٹرک کرنٹ بحال کر دیا گیا تھا۔
وہ تار کے ساتھ چلتا ہوا اسٹیج کے اس حصے پر پہنچ گیا جہاں سے ایک خفیہ تار قریبی الیکٹرک پول تک چلا گیا تھا۔ عمران نے پول

کی طرف دیکھا اور اس کے ہونٹ بے آواز سیٹی بجانے کے انداز میں سکڑ گئے۔۔۔ تار کا سلسلہ بڑی تاروں سے ملا ہوا تھا لیکن وہاں ایک ایسا آلہ صاف دکھائی دے رہا تھا جو آٹومیٹک سوئچ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس قسم کے آٹومیٹک سوئچ نیون سائن کی خودکار روشنیوں کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ یقیناً اس میں وقفہ سیٹ کر کے کرنٹ کی بحالی کا بندوبست کیا گیا تھا۔

فیاض نے اس آلے کا جائزہ لیا۔ آلے کو پولیس نے فوراً ہی مقررہ جگہ سے الگ کر لیا تھا اور اس وقت وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ عمران اس کے قریب ہی کھڑا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ کچھ لوگ اسے مشتبہ نگاہوں سے گھور رہے ہیں۔ ان میں وہ دونوں کارکن پیش پیش تھے جنہوں نے اُسے اسٹیج تک پہنچایا تھا۔

"اوہ۔ یہ ایک اور دردِ سری پیدا ہو گئی۔" فیاض بڑبڑایا۔

"اسپرو یا ساری ڈان والوں کا کھیلا معلوم ہوتا ہے۔" عمران نے خیال آرائی کی۔

"کیا مطلب؟" فیاض چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"یہ لوگ اپنی گولیاں فروخت کرنے کے لیے ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ لوگوں کے سروں میں درد ہو اور ان کی گولیوں کی نکاسی شروع ہو جائے۔ مجھے معلوم ہے ان دنوں شہر کے سنیما گھروں میں چلنے والی فلمیں بھی انہی کمپنیوں کی تیار کی ہوئی ہیں۔"

"زبان بند رکھو۔" فیاض غرایا۔

"کوئی قانونی دفعہ لاگو ہوتی ہے کیا؟"

فیاض نے کوئی جواب نہیں دیا اور گھورتا رہا۔ "شاہد۔ لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے لے جاؤ۔" فیاض نے کچھ دیر بعد اپنے ایک ماتحت کو حکم دیا اور خود اسٹیج کی طرف بڑھ گیا۔ عمران چند لمحے تو وہیں کھڑا دیدے گھماتا رہا پھر خاموشی سے اس راستے کی طرف چل دیا جو گھوم کر اس سڑک کی طرف جاتا تھا، جہاں اس کی اکلوتی فیاٹ کھڑی تھی۔ اس وقت وہ گہرے استغراق کے عالم میں تھا۔

کار تک پہنچ کر اس نے جائزہ لیا۔ لوگوں کا ہجوم اس طرف بھی تھا۔ ہر ایک اپنی استعداد کے مطابق خیال آرائی میں مصروف تھا۔

اس نے کار اسٹارٹ کر دی۔ طوفان خیز شور بلند ہوا اور لوگوں کی بھنبھناہٹ کا خاتمہ ہو گیا۔ لوگ باتیں چھوڑ کر اس عجوبۂ روزگار فیاٹ کی طرف دیکھنے لگے جو یکایک یوں اسٹارٹ ہوئی تھی جیسے کسی دیوانے نے حلق پھاڑ کر قہقہے لگانے شروع کر دیے ہوں۔ ایسی عجیب و غریب کار کا راستہ روکنے کی کس میں ہمت تھی۔ بھیڑ کائی کی طرح پھٹ گئی اور عمران تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا وہاں سے نکل آیا۔

☆☆

جولیا نے کراہ کر آنکھیں کھول دیں۔

اس نے حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن گرد و پیش کا ماحول معمول کے مطابق نہ تھا۔ وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں بند تھی۔ کمرے میں فرنیچر نام کی کوئی بھی چیز دکھائی نہیں دی۔ اس قسم کے کمرے عموماً قیدیوں کے لیے مخصوص ہوتے ہیں۔ خاص طور سے ایسے قیدیوں کے لیے جن کے بھاگ نکلنے کا خطرہ لاحق ہو۔ گویا وہ اس وقت قید میں تھی لیکن کس کی؟

اسے یاد آیا کہ دروازے پر دستک سن کر وہ باہر گئی تھی تو ایک اجنبی نے اس پہ ریوالور تان لیا تھا۔ پھر وہ اسے دھکیلتا ہوا اندر آیا تھا۔ اس کے بعد اس نے گھومنے کا حکم دیا تھا جب جولیا نے اس کی طرف سے منہ پھیرا تھا تو اس نے کھوپڑی پر وار کر دیا تھا۔ گرتے گرتے اسے صرف اتنا ہی یاد رہا تھا کہ دو مضبوط ہاتھوں نے اسے فرش سے ٹکرانے سے بچا لیا تھا۔ وہ ڈوبتے ہوئے ذہن سے صرف یہی سوچ سکی کہ کاش یہ کسی دوست کے ہاتھ رہے ہوں۔

اور اب۔ آنکھ کھلتے ہی اسے محسوس ہوا کہ اس کی دعا کارآمد ثابت نہ ہوئی تھی۔ اجنبی اسے اغوا کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ وہ کہاں تھی اور اسے اغوا کرنے والے کون ہیں نیز اس اغوا کا مقصد کیا ہے۔ یہ تینوں باتیں اسے بری طرح بے چین کر رہی تھیں۔ کمرے کا جائزہ لینے کے بعد اس نے دیکھا کہ وہاں ایک کھڑکی اور روشن دان کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہے اگرچہ دروازہ بھی تھا مگر دوسری طرف سے بند۔ دفعتاً اس کی ذہنی رو عمران کی طرف بھٹک گئی۔ یقیناً یہ عمران ہی تھا جس کی وجہ سے وہ مجرموں کی نگاہ میں آئی تھی کیا عمران کا تعاقب ہو رہا تھا۔ اگر ایسا تھا تو وہ شیطان تعاقب کرنے والے سے کس طرح بے خبر رہا ہوگا؟ یہ بات کسی طرح قرینِ قیاس نہ تھی۔ عمران یقیناً کسی شخص کو اپنے پیچھے لگا کر لایا ہوگا پھر اس کا مارلیو بار اینڈ ریستوران تک پیدل جانے کا کہنا ہی کیا کم تھا کہ اسے یقین نہ ہوتا۔ وہ سمجھ گئی کہ اسے چارہ بنایا گیا ہے بہرحال اسے فرار کی کوشش کرنا تھی۔

وہ اٹھ کر کھڑکی کے قریب گئی۔ اس کا بولٹ کھولنے کے بعد اس نے باہر کا جائزہ لیا۔ وہ اس وقت کسی کوٹھی میں تھی۔ کھڑکی کے بیرونی رُخ پر جالی لگی ہوئی تھی۔ اگر وہ کوشش کرتی تو بآسانی باہر نکل سکتی۔ وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ مجرموں نے اس قدر بے پروائی کا مظاہرہ کیوں کیا ہے؟ گویا قسمت مہربان تھی۔ ان لوگوں نے غالباً اسے عورت سمجھ کر کوئی خصوصی انتظام نہیں کیا تھا جولیا مسکرانے لگی، کھڑکی باہر سے بند نہ تھی، پھر کھڑکی کی

جالی پر زور آزمائی کیوں نہ کی جائے؟ اس نے ایک پاؤں پر زور دے کر دوسرے سے جالی پر لات ماری۔ جالی نازک اور باریک تھی۔ ایک ہی ٹھوکر سے خلا پیدا ہو گیا۔

مگر... اچانک ہی اس کی سماعت سے کسی کے قدموں کی آہٹ ٹکرانے لگی۔ وہ جلدی سے وہاں سے ہٹ گئی، کھڑکی بند کی، پھر اسی جگہ لیٹ گئی جہاں وہ پہلے پڑی ہوئی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ کوئی اس کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ آنے والا دروازے کی دوسری جانب رُک گیا۔ پھر دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ کوئی اندر داخل ہوا۔ جولیا نے پلکوں میں ہلکی سی جھری پیدا کر لی، پھر اس کے جسم میں خوف کی ٹھنڈی سی لہر دوڑتی چلی گئی۔

نووارد سر تاپا سیاہ لیکن چست لباس میں ملبوس تھا۔ غور سے دیکھنے پر اس کے نسوانی خطوط نمایاں نظر آئے، گویا وہ عورت تھی لیکن اس عورت کی سبز آنکھیں! اس قدر خوفناک آنکھیں اس نے شاید ہی کبھی دیکھی ہوں گی۔

"اٹھو۔ یہ بہانے بازی بیکار ہے۔" سرسراتی ہوئی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

جولیا نے کراہ کر کروٹ بدلی اور پھر اس کے حلق سے بے ساختہ کراہ نکل گئی۔ عورت نے اس کی پنڈلی پر شدید ٹھوکر ماری تھی۔ جولیا بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔ دونوں کی نگاہیں ٹکرائیں۔ نووارد عورت کی آنکھوں میں سحر تھا۔ جولیا کو اپنا جسم سنسناتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ سبز آنکھیں مسکرانے لگیں۔ غالباً وہ عورت نقاب کی اوٹ میں مسکرائی تھی۔ "کیا نام ہے تمہارا؟"

"جولیانا۔"

"بڑا خوبصورت نام ہے۔" مترنم آواز نے کہا۔ اگرچہ آواز میں سختی نہ تھی تاہم نہ جانے وہ کون سا تاثر تھا جس کی وجہ سے جولیا کا جسم کانپ کر رہ گیا۔

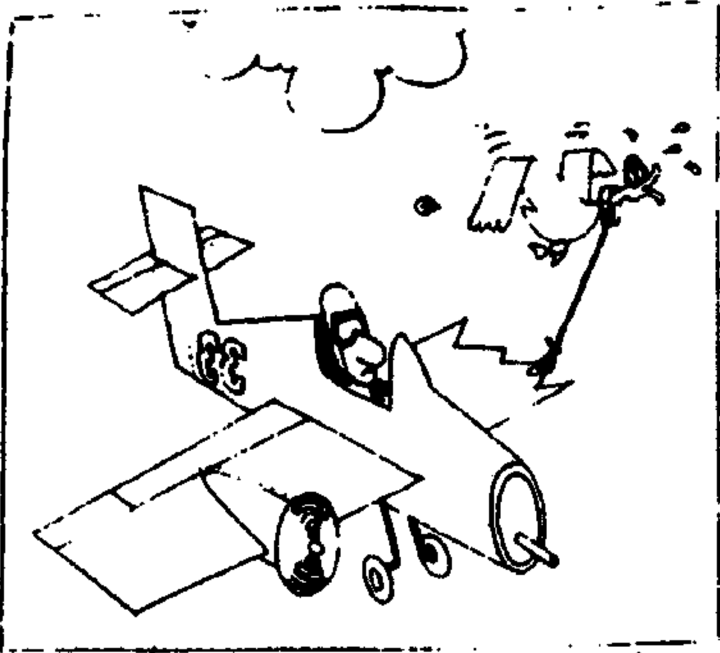
"عمران سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

جولیا ایک طویل سانس لے کر رہ گئی۔ اب وہ جولیا سے براہ راست مطلب کے سوالات کر رہی تھی۔ جولیا نے سوچا کہ عمران کے بارے میں لاعلمی کا اظہار بے کار ہے لہٰذا وہ زیر لب مسکرا دی۔ "ہم صرف دوست ہیں۔" وہ بولی۔

"ایکسٹو کون ہے؟" پُراسرار لہجے میں دریافت کیا گیا۔

"میں اس نام کے کسی شخص سے واقف نہیں ہوں۔" جولیا نے بڑی صفائی سے جھوٹ بولا۔ "مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟"

"تم ایک حسین لڑکی ہو۔ خود ہی سمجھ لو کہ تمہیں کیوں لایا گیا ہوگا۔" سبز آنکھیں مسکرا دیں اور ان کی چمک میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔



"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی۔" جولیا نے الجھن آمیز لہجے میں کہا۔

"مجھے تمہاری ضرورت تھی اچھی لڑکی۔"

"لیکن کیوں۔ میں تمہیں نہیں جانتی۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"آخر ایک اجنبی عورت سے میرا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ تم کچھ الجھے الجھے سے سوالات کر رہی ہو۔ تمہارا نقاب تمہاری پُراسرار شخصیت کا آئینہ دار ہے۔ ایسے میں بتاؤ میں کیا اندازہ لگاؤں؟"

"اندازے لگانے کے لیے یہاں تمہیں مکمل آزادی ملے گی۔"

"کیا مطلب؟"

"یہی کہ تمہیں میری ہر بات کا جواب دینا ہوگا۔"

"بشرطیکہ میں ان کے جواب سے واقف ہوں۔"

"یقیناً تم سب کچھ جانتی ہو۔" پُراسرار عورت نے کہا۔ "ویسے میں اپنا تعارف کرائے دیتی ہوں، میرا نام بلیک کیٹ ہے۔"

"بلیک کیٹ!" جولیا اچھل پڑی۔

"تمہیں حیرت ہوئی، کیوں؟"

"کتنا عجیب نام ہے۔" جولیا بڑبڑائی۔ اس کی نگاہیں بلیک کیٹ کی چمکتی ہوئی سبز آنکھوں پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس وقت وہ واقعی کسی خونخوار بلی کے سامنے کھڑی ہے۔

"نام میں کیا رکھا ہے۔" بلیک کیٹ نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"لیکن اب میں یہاں نہیں رہ سکتی۔"

"ظاہر ہے یہ جگہ تم جیسی لڑکی کے شایانِ شان نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"یہی کہ اگر تم پسند کرو تو اس گھٹیا سے فلیٹ کی بجائے عالیشان قسم کے بنگلے میں زندگی گزار سکتی ہو۔" لہجہ معنی خیز تھا۔

"لیکن میں کسی غیر قانونی کام میں ملوث ہونا پسند نہیں کرتی۔"

"تمہیں صرف باتیں کرنی ہیں کام نہیں۔"

"ابھی ہوئی بات ہے۔" جولیا نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔ "آخر مجھے اس طرح زبردستی یہاں کیوں لایا گیا ہے۔ میں اس ملک کی ایک باعزت شہری ہوں۔ اگر تم نے کوئی قانونی کارروائی کی تو یقیناً تم لوگوں کو شدید پریشانی اُٹھانا پڑے گی۔"

"دھمکیاں بھی دے لیتی ہو۔" بلیک کیٹ نے قہقہہ لگایا اور جولیا کے بالکل سامنے کھڑی ہو گئی۔ جولیا نے اس کی سبز آنکھوں میں دیکھا اور ایک بار پھر سر سے پاؤں تک کانپ گئی۔

دفعتاً بلیک کیٹ کے سفید دستانوں میں لپٹے ہاتھوں نے اس کے بازو تھام لیے، جولیا کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے بازو آہنی شکنجے میں دب گئے ہوں۔ اسے بلیک کیٹ کی غیر معمولی طاقت کا اندازہ ہو گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی مگر بے سود... بلیک کیٹ بہت طاقت ور تھی۔

"تم اب بھی میری بات کا جواب نہیں دو گی؟" وہ پھنکاری۔

"کیا؟" جولیا نے پوچھا۔

"ایکسٹو کون ہے؟"

"میں اس نام کے کسی شخص سے واقف نہیں ہوں، یہ میں تمہیں پہلے بھی بتا چکی ہوں۔"

"کیا واقعی؟ اچھی لڑکی؟"

"ہاں۔" جولیا نے جواب دیا۔

"ہوں۔ میرا خیال تھا، تم خود کو اچھی لڑکی ثابت کرو گی۔" بلیک کیٹ کا لہجہ یکلخت بدل گیا۔ آواز میں خوفناک تاثر نمایاں تھا۔

جولیا نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"میرا خیال ہے سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی تم اپنے خیالات بدلنے پر مجبور ہو جاؤ گی۔" بلیک کیٹ نے سفاک لہجے میں کہا۔ "کیونکہ تم نے ضد برقرار رکھی تو پھر تمہیں ایک خوفناک تجربے سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

جولیا بدستور خاموش رہی۔ مگر اس کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو چکی تھیں۔ بلیک کیٹ ایک جھٹکے سے واپس پلٹی اور تیز تیز چلتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔ اس کے عقب میں دروازہ ایک دھماکے کے ساتھ بند ہو گیا۔

جولیا نے اطمینان کا سانس لیا۔ بلیک کیٹ کے جاتے ہی وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی اور اسے بولٹ کر دیا۔ دروازہ بند کرنے کے چند لمحے وہ ساکت کھڑی بلیک کیٹ کے وزنی جوتوں کی دھمک سنتی رہی۔

ابھی پوری طرح تاریکی نہیں پھیلی تھی۔ جولیا کو یقین ہو گیا کہ اب اس کمرے میں کوئی نہیں آئے گا۔ بلیک کیٹ ایک رات کی مہلت دے گئی تھی، سامنے والی کھڑکی کی جالی کا کچھ حصہ اس نے توڑ دیا تھا۔ جولیا نے محسوس کیا کہ اس عمارت سے نکلنا زیادہ دشوار ثابت نہیں ہو گا۔

اس کمرے میں روشنی کا قطعاً انتظام نہ تھا۔ جیسے جیسے سورج ڈھلتا رہا کمرے میں تاریکی بڑھتی رہی۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد کمرے پر مکمل تاریکی چھا گئی۔ جولیا کھڑکی کی طرف بڑھی۔ کھڑکی کے پٹ کھول کر اس نے جالی کا جائزہ لیا پھر کٹی ہوئی جالی کے ایک حصے کو جھٹکا دیا۔ باریک جالی کمزور کپڑے کی مانند پھٹتی چلی گئی۔

وہ اچھل کر کھڑکی پر چڑھی اور دوسری جانب کود گئی۔ باہر اندھیرا تھا جیسے اس عمارت کے مکینوں کو روشنی سے نفرت رہی ہو۔

اس نے گردوپیش کا جائزہ لیا۔ کمرے سے نکل کر وہ ایک روش تک پہنچ گئی تھی۔ چاروں طرف خاموشی کا تسلط تھا۔ تاریکی کی وجہ سے وہ سمت کا تعین نہ کر سکی۔ یہ بات تو وہ بخوبی جانتی تھی کہ اس عمارت کی نگرانی سے بے پروائی نہیں برتی گئی ہو گی۔ "ممکن ہے کتے موجود ہوں۔" اس نے سوچا۔ کتوں کا خیال آتے ہی وہ کانپ گئی۔ اندھیرے میں کتے جیسے ہی اس کے جسم کی نامانوس بو کو محسوس کریں گے، وہ چاروں طرف سے اس پر پل پڑیں گے۔ اگر ایسا ہوا تو وہ کسی طرح بھی بچاؤ نہ کر سکے گی۔

اب تک تو اسے خاموشی ہی سے پالا پڑا تھا اس لیے کتوں کا خوف زیادہ دیر تک اس کے ذہن پر سوار نہ رہا۔ وہ اسی روش پر بڑھنے لگی۔ چونکہ اسے بے ہوشی کے عالم میں وہاں لایا گیا تھا اس لیے وہ اس کوٹھی کے حدود اربعہ سے ناآشنا تھی، تاریکی نے اس کی مشکلات میں اور بھی اضافہ کر دیا۔

دفعتاً وہ ٹھٹک کر رہ گئی۔ اس کے عقب میں کسی کے قدموں کی آہٹ ہوئی تھی۔ وہ چونک کر پلٹی اور پھر اس سائے پر ہاتھ چلایا جو قریب آچکا تھا۔ کھڑی ہتھیلی کی ضرب اس شخص کے کندھے پر پڑی۔ وہ لہرایا اور بغیر آواز نکالے زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

جولیا نے جھک کر اس کی تلاشی لی پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ تعاقب کرنے والے کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ ریوالور کی موجودگی نے اس کے خوف کو زائل کر دیا تو حوصلے بلند ہو گئے۔ وہ ایک نئے عزم کے ساتھ اٹھی تو اسے محسوس ہوا کہ اب کوئی طاقت اسے گرفتار نہیں کر سکتی۔

وہ اسی روش پر آگے بڑھ گئی۔ روش کے دونوں طرف پھولدار پودے تھے نیچے کنکریوں کا فرش تھا۔ وہ نہایت آہستگی

ایک خاندان نقل مکانی کرکے مضافات میں چلا گیا تو مقامی لوگوں نے مشورہ دیا کہ انھیں گھر کی رکھوالی کے لیے کوئی خونخوار کتا ضرور رکھ لینا چاہیے۔ گھر کا مالک قریبی کتا فروش کے پاس گیا اور وہاں موجود بے شمار کتوں میں سے ایک بے حد خونخوار اور بڑی جسامت کا کتا خرید کرلے آیا۔ چند دنوں بعد کوئی چور گھر میں گھس آیا اور اطمینان سے سب کچھ سمیٹ لے گیا۔ رکھوالی کا کتا اور گھر والے سوتے ہی رہ گئے۔ گھر کا مالک غصے سے لال پیلا ہوتا کتا فروش کے پاس گیا اور کتے کے سلسلے میں شکایت کی تو اس نے جواب دیا ”میں آپ کی پریشانی سمجھ گیا، جناب! دراصل اس کو جگانے کے لیے آپ کو ایک چھوٹا کتا بھی خرید لینا چاہیے تھا۔“

سے قدم اٹھا رہی تھی۔ کچھ آگے جا کر اسے ایک بار پھر رکنا پڑا۔ پھولوں کی باڑ میں سے کوئی چیز پھدک کر نکلی تھی اور وہ اس کے سامنے سے تیر کی طرح اچھلتی ہوئی دائیں سمت چلی گئی۔ اس کا دل بری طرح دھڑکنے لگا۔

وہ کتے سے بھی چھوٹی کوئی چیز تھی۔ لیکن کیا؟ اس کا ذہن یہ گتھی نہ سلجھا سکا۔ وہ اس چیز کو دماغ سے جھٹک کر آگے بڑھی۔ جیسے ہی وہ دائیں جانب گھومی وہی پراسرار سا وجود ایک بار پھر تیر کی طرح اس کے سامنے سے گزر گیا۔

جولیا کا دل اچھل کر حلق میں آ رہا۔ ”وہ کیا چیز تھی؟“ جولیا سوچنے لگی۔ اس نے ریوالور نکالا اور دستے پر گرفت مضبوط ہو گئی۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اگر اسے ذرا سا بھی خطرہ درپیش ہوا تو وہ فوراً ہی فائر کھول دے گی۔ خوش قسمتی سے اس کا ریوالور محفوظ تھا۔

وہ کچھ آگے بڑھی تو اسے انجانے خطرے کا احساس ہوا۔ اس کے آس پاس خطرہ منڈلا رہا تھا... لیکن وہ خطرناک شے کیا تھی؟ وہ کوئی اندازہ نہ لگا سکی۔ ایک بار تو اس نے سوچا کہ بلا دریغ فائرنگ شروع کر دے لیکن اس اندیشے کے تحت کہیں فائرنگ سے مصائب میں اضافہ نہ ہو جائے اس نے بڑھتے ہوئے ہیجان پر قابو پایا اور پھونک پھونک قدم اٹھانے لگی۔

اس نے عمارت کے عقبی حصے میں کچھ گڑبڑ سی محسوس کی۔ عین اسی لمحے دو سائے دکھائی دیے۔ وہ فوراً ہی جھک گئی۔ باڑ کی اوٹ میں جھکے ہوئے اس نے آگے بڑھنا جاری رکھا۔ اگرچہ اس طرح چلنے میں اسے خاصی دشواری ہو رہی تھی تاہم اس نے کسی بے احتیاطی کا مظاہرہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔

قسمت نے یاوری کی اور اس کے ہاتھ دیوار سے ٹکرا گئے۔ اچانک اس کی سماعت سے کسی کار کی گڑگڑاہٹ ٹکرائی۔ وہ اس آواز کو سنتے ہی مسکرا دی۔ اس دیوار کی دوسری جانب سڑک تھی۔

اب وہ قید سے رہا ہونے کے لیے بالکل آخری مرحلے میں تھی۔ وہ دونوں پراسرار سائے اب بھی ادھر ادھر منڈلا رہے تھے۔ جولیا نے سوچا اگر وہ سفید کپڑوں میں ملبوس رہی ہوتی تو یقیناً اس وقت تک پکڑی جا چکی ہوتی۔ ذرا جھک کر وہ پوری قوت سے اچھلی۔

اس کے ہاتھ دیوار کی سطح سے ٹکرائے، رگڑ کھاتے کھاتے اوپر اٹھے لیکن وہ کنارہ نہ پکڑ سکی۔ وہ نیچے آ رہی۔ گرتے ہی اس نے بے اختیار ٹریگر پر انگلی کا دباؤ بڑھا دیا۔ رات کے سناٹے میں فائر کا دھماکا گونج اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی کسی خونخوار بلی کی غراہٹ آمیز میاؤں کی آواز گونجتی چلی گئی۔

پھر جولیا کی چیخ سے پوری فضا کانپ اٹھی۔ بلی اس پر جھپٹ پڑی تھی۔ اس نے بلی سے بچاؤ کے لیے فائر کرنے کی کوشش کی لیکن ریوالور تو اس کے ہاتھ سے نکل کر نہ جانے کہاں چلا گیا تھا۔ عین اسی لمحے اس کی سماعت سے بلیک کیٹ کی جانی پہچانی آواز ٹکرائی ”ٹام... ہٹ جاؤ... ہٹ جاؤ۔“

جولیا دم سادھے وہیں پڑی رہی، اس کے کانوں سے کسی کے قدموں کی آہٹ ٹکرا رہی تھی جو لمحہ بہ لمحہ اس کے قریب ہوتی جا رہی تھی۔

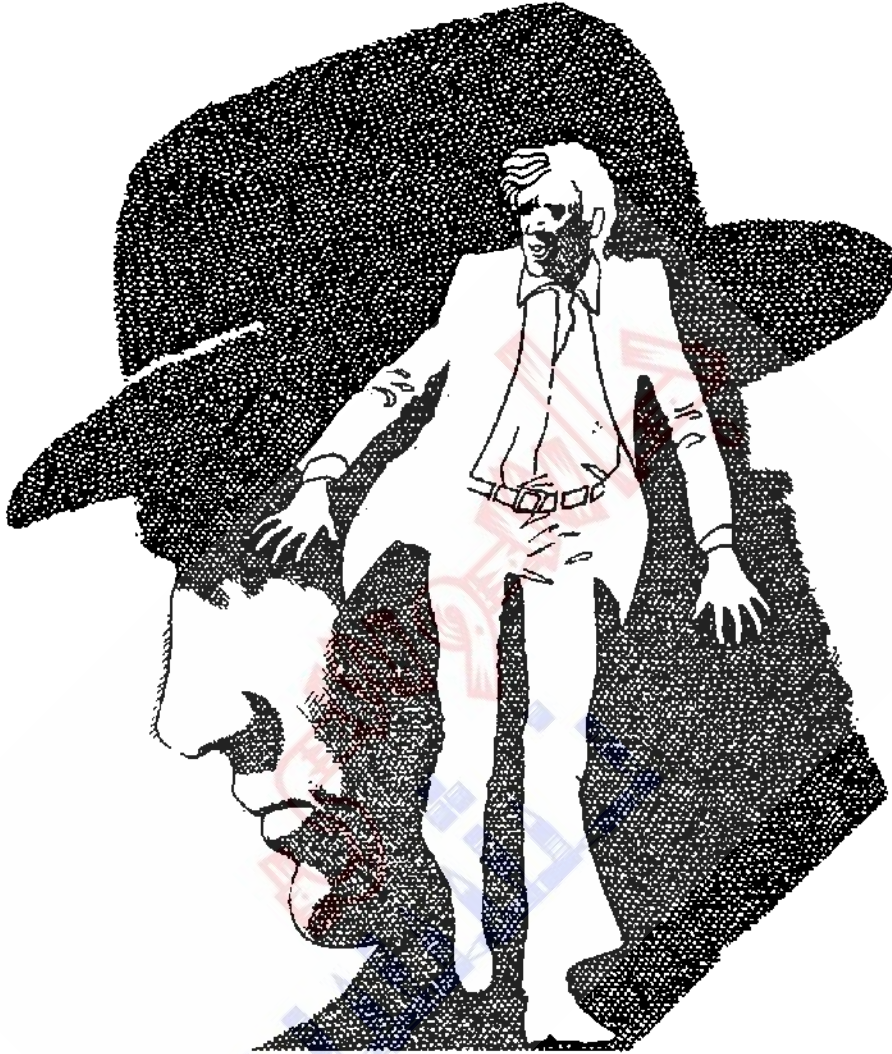
اس سلسلے کا دوسرا مکمل ناول آئندہ پیش کیا جائے گا۔



اظہر کلیم

بلیک گیٹ

احمق اعظم علی عمران کا سنسنی خیز کارنامہ
بدحواسیاں، حماقتیں، بوکھلاہٹیں اور قہقہوں کے آبشار



صفدر نے اگنیشن میں کنجی گھمائی، انجن ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے بعد بیدار ہو گیا اس نے ایکسیلریٹر پر پاؤں کا دباؤ بڑھا دیا اور کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ لمحہ بہ لمحہ رفتار میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ایکسٹو کی ایک کال نے اس کے ذہن میں طوفان سا اٹھا دیا تھا۔ یہ تقریباً گیارہ بجے دن کی بات تھی۔ وہ باہر جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا کہ یکایک فون کی گھنٹی بجنے لگی اس نے کال ریسیو کی اور پھر ایکسٹو کے حکم پر وہ پوائنٹ تھری کی طرف روانہ ہو گیا۔

پوائنٹ تھری شہر کا ایک تفریحی مقام تھا، چڑیا گھر اور کچھ فاصلے پر ایک سینما ہاؤس ہونے کی وجہ سے وہ جگہ خاصی بارونق رہتی تھی۔ جب اس کی کار راکو رینا ہاؤس کے قریب پہنچی تو اس کے ذہن کو دھچکا سا لگا۔ سڑک پر لوگ اس طرح بھاگ رہے تھے جیسے ان کے درمیان کوئی درندہ گھس آیا ہو۔ کچھ گاڑیاں تیزی سے آ رہی تھیں۔ اندھا دھند ڈرائیونگ کی وجہ سے پے در پے کئی حادثات ہوئے۔ ایک کہرام برپا ہو گیا۔ صفدر نے ایکسیلریٹر پر پاؤں کا بوجھ کم کر دیا۔ بمشکل تمام وہ ٹریفک کے ہجوم میں راستہ بناتا ہوا بڑھنے لگا۔

اس ناول کی آخری کڑی جو گزشتہ سے پیوستہ شمارے میں شائع ہوا تھا





اس کی کار کے عقبی حصے میں وہ مخصوص سلیٹ نکل آئی تھی جس کی وجہ سے سڑک کا آسیب اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتا تھا۔

صفدر بری طرح چونک پڑا۔

اس کی نگاہ اچانک ہی سڑک کے ایک ایسے حصے کی طرف اُٹھ گئی جہاں دس بارہ کاریں کھڑی تھیں اس کے دیکھتے ہی دیکھتے کئی کاریں اُلٹ گئیں، کچھ کے ٹائر یکدم پگھل گئے اور پھر اچانک ہی دھماکے ہونے لگے۔

کاریں ٹکڑوں میں تبدیل ہونے لگیں۔ جن کاروں میں لوگ بیٹھے ہوئے تھے اُن سے مرنے والوں کی آخری چیخیں بھی سنائی دی تھیں، جن سے اور کہرام برپا ہو گیا۔ ان کاروں میں ایک پولیس کی گاڑی بھی تھی جس میں دس بارہ پولیس کے سپاہی بیٹھے ہوئے تھے، صفدر نے اُن کے جسم پل بھر میں منتشر ہوتے دیکھے، اچانک اس نے کار کو لہرا کر بائیں جانب کر لیا ورنہ سامنے سے آتی ہوئی ایک کار اس سے ٹکرا ہی جاتی۔

صفدر کا دل شدتِ غم سے چیخ اُٹھا۔

جونہی اس کی کار تھوڑی سی آگے بڑھی، اس کے ... جسم پر ایک عجیب سی دباؤ کی کیفیت طاری ہو گئی۔ ذہن بھی بھاری بھاری سا ہو رہا تھا، اس کی نگاہیں بے تابی سے اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں۔

اس نے جیب سے ایک مخصوص گھڑی نکال لی۔ یہ عجیب وغریب ساخت کی گھڑی تھی، جو بظاہر تو قطب نما جیسی ہی نظر آتی تھی لیکن افادیت کے لحاظ سے اس کا اندازہ صرف ایکسٹو ہی کو ہو سکتا تھا جس نے ایک رات قبل ایسی ایک ایک گھڑی سیکرٹ سروس کے ہر ممبر کو مہیا کی تھی۔ کار کے شیشے اتارنے کے بعد جسم پر جو بے پناہ دباؤ تھا وہ تو فوراً ہی ختم ہو گیا لیکن صفدر اس وقت گھڑی کی طرف متوجہ تھا۔ گھڑی کی دونوں سوئیاں تیزی سے چکرا رہی تھیں۔ ایک دوسرے کی طرف لپکتی ہوئی یہ دونوں سوئیاں چکراتی ہوئی بارہ کے ہندسے پر رک گئیں، پھر ایک سرخ رنگ کا خانہ نمودار ہوا اور صفدر نے کار کا رخ بائیں جانب دکھائی دینے والی ایک چھوٹی سڑک کی طرف موڑ دیا۔

اس طرف ایک ہی عمارت تھی۔ سرفراز مینشن... سرفراز کو وہ اچھی طرح جانتا تھا، وہ ایکسپورٹ کے حلقے میں ایک بااثر شخصیت تھی۔ گھڑی کی سوئیوں سے اس نے جس مقام کا تعین کیا تھا وہ سرفراز مینشن ہی تھا۔ صفدر کی کار تیزی سے آگے بڑھنے کے بعد ایک جگہ رک گئی۔ وہاں سناٹا تھا، کوئی آدمی بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن صفدر کی سماعت سے ان لوگوں کی آوازیں ٹکرا رہی تھیں جو غیر ارادی طور پر گھبراہٹ میں چیخ رہے تھے۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔ سرفراز مینشن کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس میں کوئی ذی روح موجود ہی نہ ہو۔ کار سے اُتر کر وہ عمارت کی طرف بڑھ گیا۔

پہلی منزل کی سیڑھیاں طے کر کے وہ جلدی سے دوسری منزل پر ہوتا ہوا اوپر چڑھا تو ایک جگہ اسے ٹھٹک جانا پڑا۔ ایک کمرے میں روشنی ہو رہی تھی غالباً یہی وہ کمرہ تھا جہاں وہ پُراسرار آسیب چھپا ہوا تھا جس نے پل بھر میں درجنوں آدمی موت کے گھاٹ اتار دیے تھے۔

وہ دروازے کے قریب رک گیا۔ کچھ دیر آہٹ لینے کے بعد اس نے دروازے پر دباؤ ڈالا تو اطمینان کی ایک سانس اس کے حلق سے نکل گئی، دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے دروازے کے پٹ کو دھکیل کر تھوڑی سی جھری پیدا کی اور پھر جھک کر اندر دیکھا۔ کمرہ نشست خالی تھا۔ وہ اندر داخل ہو گیا۔ غیر محسوس انداز میں وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا دوسرے دروازے کی طرف بڑھا، اس کے سامنے وہ کمرہ تھا جس کا رُخ سڑک کی جانب تھا۔

صفدر دروازے کے کی ہول پر جھک گیا۔ اس کی آنکھیں یکدم حیرت سے پھٹ گئیں، سامنے ایک انتہائی حسین لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ صفدر کی نگاہ، لڑکی سے ہٹ کر اس مشین کی طرف مبذول ہو گئی جس سے ہلکی سی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی۔

اس نے آہستگی سے دروازہ کھولا۔ کمرے میں اس لڑکی کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔ ایک بار تو صفدر کا جی چاہا کہ آگے بڑھ کر اس لڑکی کو دونوں ہاتھوں میں جکڑے اور پھر اتنی قوت سے نیچے سڑک پر پھینک دے کہ اس کی ہڈیاں تک سرمہ ہو جائیں لیکن یہ وقت جذباتی ہونے کا نہیں تھا۔

اس نے بڑھتے ہوئے ہیجان کو فوراً ہی روکا اور خود پر قابو پانے کی کوشش میں کامیاب ہو گیا، نتیجتاً اسے دائیں ... جانب ایک کھٹکا سنائی دیا۔ کھٹکا سنتے ہی وہ اُچھلا

اور پھر اس نے خود کو فرش پر گرا دیا۔ اگر ایک لمحے کی بھی تاخیر ہو گئی ہوتی تو اس کی کھوپڑی میں بیک وقت کئی روشندان کھل جاتے۔

اس طرح سے گرنا ہی زندگی کا پیغام بن گیا۔ دائیں جانب سے اسٹین گن نے قہقہہ لگایا۔ گولیوں کی بوچھاڑ اس کے سر پر سے گزر گئی۔

گولیاں کچھ ایسی بوکھلاہٹ سے چلائی گئی تھیں کہ صفدر تو محفوظ رہا البتہ مشین آپریٹ کرنے والی لڑکی کی آخری چیخ بڑی بھیانک ثابت ہوئی۔ گولیاں صفدر کے سر سے گزرتی ہوئی اس حسینہ کی پشت میں پیوست ہو گئی تھیں۔

فرش پر گرتے ہی صفدر اپنی جگہ سے تھوڑا سا لڑھک گیا۔ اگلے ہی لمحے وہ قریب کے ایک صوفے کی آڑ میں پہنچ چکا تھا۔ اسٹین گن نے دوبارہ قہقہہ لگایا۔ کئی گولیاں صوفے میں پیوست ہو گئیں۔

صفدر نے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکالنے میں کسی قسم کی سستی کا مظاہرہ نہیں کیا لیکن جب وہ اوٹ سے جھانکنے لگا تو اس نے دیکھا کہ اسٹین گن والا بھی کسی اوٹ کی تلاش میں ہے۔ اس نے دوسرے صوفے کی طرف چھلانگ لگا دی لیکن وہ چھپنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ صفدر نے فائر جھونک مارا۔

گولی اس شخص کو لگی اور وہ فضا میں اُچھلا۔ پھر اس کے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکلی۔ گولی اس کی ران میں لگی تھی۔ گرتے ہی وہ دوسرے صوفے کی آڑ لے چکا تھا۔

دوسرے صوفے کی اوٹ میں دبکے ہوئے شخص نے کراہ کر جیب ٹٹولی اور پھر انڈے کی جسامت جتنی کوئی چیز نکال کر ہاتھ میں لے لی۔ یہ جدید طرز کا ہینڈ گرینیڈ تھا۔ گرینیڈ کو منہ کی طرف لے جا کر اس نے پن کو دانتوں میں دبایا اور اُسے صفدر کی طرف اچھال دیا۔

یہ انتہائی خطرناک صورت حال تھی۔ صفدر اُلجھن میں پڑ گیا۔ اگر وہ صوفے کی اوٹ سے نکلتا تو اسٹین گن سے نکلنے والی گولیوں کی بوچھاڑ اسے چاٹ جاتی، وہیں بیٹھے رہنے کی صورت میں گرینیڈ اس کے پرخچے اُڑا سکتا تھا۔

ایک ہی لمحے میں اس نے فیصلہ کر لیا۔ وہ صوفے کی اوٹ سے اُچھلا۔ ہینڈ گرینیڈ کو فرش پر گرنے سے پیشتر صفدر نے اُسے کیچ کر لیا اور ایک سیکنڈ کے قلیل وقفے میں ہی دوبارہ اُچھال دیا۔

اگرچہ اس کے اُچھلتے ہی گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی تھی لیکن صفدر اس وقت تک دوبارہ جھک چکا تھا۔ گولیاں عقبی دیوار پر پڑیں۔ ایک فریم چکنا چور ہو گیا اور دیوار میں جگہ جگہ سوراخ دکھائی دینے لگے۔

صفدر نے دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ وہ فرش پر جھک گیا تھا اور ٹانگیں سمیٹ لی تھیں۔ گھٹنے اس کے پیٹ سے لگ گئے۔ اسی لمحے ایک دھماکے سے گرینیڈ پھٹ گیا۔ دھماکا ہونے کے بعد وہ چند لمحے تک تو کسی ردِعمل کا منتظر رہا پھر اس نے جھانک کر دیکھا، صوفے کے ساتھ اس شخص کے بھی چیتھڑے اُڑ چکے تھے۔

اس جانب جگہ جگہ گوشت کے پارچے دیکھ کر ایک بار تو صفدر بھی سر سے پاؤں تک کانپ گیا۔ اس نے ریوالور کی طرف دیکھا اور پھر تیزی سے مشین کی جانب بڑھ گیا۔

یکایک اس کے ذہن میں ایکسٹو کی ہدایت گردش کرنے لگی "زرد بٹن کو دبانے کی کوشش نہ کرنا" صفدر نے آگے بڑھ کر جیسے ہی اس سیاہ رنگ کے بٹن کو دبانے کی کوشش کی جو زرد بٹن کے بالکل نیچے دکھائی دے رہا تھا، اسے ایک بار پھر چونک کر رک جانا پڑا۔ دروازہ ایک دھماکے سے کھل گیا تھا۔ صفدر نے فوراً ہی جست لگائی۔

یہ بروقت اُچھلنا ہی اس کے لیے سود مند ثابت ہوا ورنہ وہ جہنم رسید ہو گیا ہوتا۔ گولی سنسناتی ہوئی اس کے بازو کو چھو کر گزر گئی، وہ اُلٹ کر فرش پر گرا اور پھر دوسری زقند اسے ایک بار پھر صوفے کی اوٹ میں لے گئی۔ دروازے میں ایک اور لڑکی دکھائی دے رہی تھی، اس کے دائیں ہاتھ میں پستول تھا۔

غالباً یہ لڑکی اس کمرے میں ہونے والی فائرنگ اور دھماکوں کی وجہ سے ہی ادھر متوجہ ہوئی تھی۔ صفدر بُری طرح اُچھل پڑا۔ اس کے کانوں سے تیز سرسراہٹ کی آواز ٹکرا رہی تھی۔ اس نے آواز کے رُخ گھوم کر دیکھا تو ایک طویل سانس اس کے حلق سے نکل گئی، گولی اس کے بازو کو چھونے کے بعد مشین پر پڑی تھی۔ مشین دھڑا دھڑ جل رہی تھی۔

صفدر فوراً ہی دروازے کی طرف لپکا دروازے پر پہنچتے ہی اسے ٹھٹک کر رہ جانا پڑا۔ ایک بار پھر وہ بال بال بچا تھا۔ اس نے دروازے کی آڑ سے فائر جھونک مارا نشانہ خطا نہیں گیا تھا لیکن اس کی صحت پر صفدر نے فوری طور پر یقین نہیں

کیا کیونکہ فائر کے جواب میں سُنائی دینے والی آواز دھوکا بھی ہوسکتی تھی۔

وہ قدرے توقف کے بعد دوبارہ جھانکنے پر مجبور ہوگیا۔ جھک کر فوراً ہی وہ سیدھا ہوگیا لیکن اس بار فائر نہیں ہُوا۔ صفدر وہاں سے نکل کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

گولی اس نے محض اندازے سے ہی چلائی تھی لیکن نشانہ ٹھیک ہی نکلا' لڑکی فرش پر خون میں لتھڑی ہُوئی پڑی تھی۔ . . . صفدر اس کے قریب پہنچ گیا۔ گولی اس کی ران میں لگی تھی۔ صفدر نے جُھک کر لڑکی کا جائزہ لیا' وہ بے ہوش ہوچکی تھی۔

صفدر نے ریوالور ہاتھ میں دبایا اور دوسرے کمروں کا جائزہ لینے لگا۔ بالآخر مایوس ہوکر وہ اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں مشین رکھی ہُوئی تھی۔ مشین جل کر راکھ ہوچکی تھی۔

کمرے میں لڑکی کی لاش اور اسٹین گن والے شخص کے جسم کے ٹکڑے بکھرے ہُوئے تھے' اس فلیٹ میں کوئی قابلِ ذکر چیز نہیں تھی کم از کم صفدر تو ایسی کوئی چیز تلاش کرنے میں ناکام ہی رہا تھا۔

جب وہ واپس کمرۂ نشست میں پہنچا تو زخمی لڑکی ہوش میں آچکی تھی۔ صفدر اس کی طرف دیکھ کر مُسکرایا۔ "اب کیسی طبیعت ہے ڈیئر۔" اس نے جُھک کر پوچھا۔ ریوالور وہ بغلی ہولسٹر میں ڈال چکا تھا اور اس کے ہاتھ میں لڑکی کا آٹومیٹک پستول دبا ہُوا تھا' وہ براہِ راست لڑکی کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"تم کون ہو؟" لڑکی بڑبڑائی۔

"یہی سوال میں تم سے بھی کرنا چاہتا ہُوں۔" صفدر نے مُسکرا کر کہا۔

"مَیں . . . مَیں تو دھماکوں کی آواز سُن کر ادھر متوجہ ہُوئی تھی۔" لڑکی نے بڑی صفائی سے جھوٹ بولنے کی کوشش کی۔

"پھر خود بھی دھماکے کرنے لگیں۔"

"تم مجھ سے کچھ دریافت نہیں کرسکتے۔" وہ غرائی۔

"ظاہر ہے' آجکل عورتوں اور مردوں میں برابری کا باقاعدہ مقابلہ ہورہا ہے' بھلا میں کس طرح تم سے کچھ اُگلوا سکتا ہُوں۔" صفدر نے کہا اور اپنا ریوالور نکال کر لڑکی کا پستول اس کی طرف بڑھا دیا۔ "لو۔ یہ پستول رکھ لو۔"

"کیا؟" لڑکی نے حیرت سے کہا۔ شاید اُسے یقین نہیں آرہا تھا کہ صفدر جیسا شخص اس قدر احمق بھی ہوگا۔ اس نے غیر یقینی حالت میں ہاتھ بڑھایا لیکن اگلے ہی لمحے اس کی کھوپڑی پر کہکشاں اُتر آئی۔ صفدر نے پوری قوت سے ریوالور کا دستہ اس کی کھوپڑی پر دے مارا تھا۔ لڑکی ایک بار پھر بے ہوش ہوچکی تھی۔

صفدر نے لڑکی کا پستول جیب میں ڈالا اور مطمئن انداز میں جُھک کر اُسے اٹھانے لگا۔ لڑکی کو کندھے پر ڈال کر وہ دروازے کی جانب بڑھا۔ وہ پوری طرح چوکنا تھا۔

ریوالور اس وقت بھی اس کے ہاتھ میں دبا ہُوا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہُوا دروازے تک پہنچا' ایک نظر جھانک کر وہ باہر نکل آیا۔ راہداری سنسان تھی' وہ سیدھا سیڑھیوں کی جانب بڑھنے لگا۔ سیڑھیاں اُتر کر وہ عمارت کے صدر دروازے تک پہنچ گیا۔ راستے میں کسی ذی روح سے ملاقات نہ ہُوئی' البتّہ اس وقت بھی اس کی سماعت سے لوگوں کے چیخنے چلّانے کی آوازیں ٹکرا رہی تھیں' اگرچہ مشین کے جل جانے کے بعد ٹرک کا آسیب تو بھاگ چکا تھا تاہم ہیجان میں کمی نہ ہُوئی تھی۔ کار تک پہنچ کر صفدر نے لڑکی کے بے ہوش جسم کو عقبی نشست پر ڈالا اور خود اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ اس کی کار اگلے ہی لمحے تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔

دُور کہیں پولیس کاروں کے سائرن خوفناک آواز میں چیخ رہے تھے۔

جولیا کے حواس قدرے بجا ہُوئے تو اس کا سر بُری طرح گھوم رہا تھا۔ کروٹ بدلتے ہی اسے اپنا پورا جسم درد کی لہروں میں لپٹا ہُوا محسوس ہونے لگا' وہ کراہنے لگی۔ "لیٹی رہو ڈیئر۔" مترنم آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ بلیک کیٹ اس پر جُھکی ہُوئی تھی۔ جولیا کا دل دھڑکنے لگا' گویا وہ ایک بار پھر اسی قید میں تھی۔ وہاں سے فرار ہونا آسان ثابت نہیں ہُوا تھا۔

اسے یاد آیا کہ وہ دیوار پر چڑھنے کی کوشش میں گر گئی تھی اور گرتے ہی ایک خوفناک بلّی نے اس پر حملہ کردیا تھا۔ ڈوبتے ہُوئے ذہن کے ساتھ اسے یہ بھی یاد رہا کہ عین

اسی لمحے بلیک کیٹ کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔
"ٹام۔۔۔ چھوڑ دو اسے۔"
"ہاں۔ ٹام نے تمہارے فرار کی کوشش ناکام بنادی تھی۔"
بلیک کیٹ نے کہا۔
"کیا وہ بلی ؟"
"نہیں بلا، میرا ٹام۔"
"تم مجھ سے کیا چاہتی ہو ؟" جولیا نے گردن گھما کر اِدھر اُدھر دیکھا، کمرے کی کھلی کھڑکی سے سورج کی کرنیں اندر داخل ہو رہی تھیں، گویا صبح ہو چکی تھی، اس نے بے تابی سے اُٹھ کر کہا۔ "مجھے جانے دو، میں آفس جاؤں گی۔"
"آفس ؟" بلیک کیٹ نے حیرت سے دُہرایا۔ "کس آفس کی بات کر رہی ہو ڈیئر ؟"
"جہاں، میں ملازم ہوں۔"
"ہوں، تم گویا، تم اب بھی اس ڈرامائی تاثر کو برقرار رکھنا چاہتی ہو۔" بلیک کیٹ کی سبز آنکھیں روشن ہو گئیں۔
"کیسا ڈرامائی تاثر۔۔۔؟"
"میں تمہیں ایک مشورہ دوں گی۔"
"کیا ؟"
"یہی کہ تم اب ہر طرح سے خود کو بے بس محسوس کرنے کے بعد ذہنی طور پر خود کو آمادہ کر لو کہ تمہیں ایک لفظ بھی جھوٹ نہیں بولنا۔ میں رات ہی رات میں تمہارے بارے میں بہت کچھ معلوم کر چکی ہوں۔"
جولیا کا دل دھڑکنے لگا۔
"تم جس فلیٹ میں مقیم ہو وہاں تقریباً چار سال سے رہ رہی ہو جس دفتر میں ملازم ہو وہاں سال میں شاید چار یا پانچ بار ہی جاتی ہو، اور تمہاری تنخواہ اتنی نہیں کہ تم اس فلیٹ جیسی عیاشی کی متحمل ہو سکو جس میں آجکل مقیم ہو۔"
جولیا خاموش لیٹی رہی۔ اس کے چہرے پر خراشیں خاصی گہری اور تکلیف دہ تھیں۔ سینے پر جو زخم تھا وہ الگ تکلیف دے رہا تھا لیکن ان دونوں تکلیفوں سے بڑھ کر یہ سچوئشن تھی جس سے دوچار ہونے کے بعد وہ بالکل ہی بے بس ہو گئی تھی۔
"تمہارے اخراجات کسی طرح بھی چھ ہزار روپے مہینہ سے کم نہیں ہیں جبکہ تمہاری تنخواہ غالباً چھ سو روپے ہے، تمہارا دارالحکومت تو کیا پوری دنیا میں کوئی عزیز یا رشتے دار نہیں ہے، صرف چند دوست ہیں جن میں ایک شخص عمران ہے، باقی دو افراد بھی ہماری نگاہ میں ہیں، ان کی نگرانی جاری ہے، بہرحال اب تک جو معلوم ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ لوگ بھی تمہاری ہی طرح دکھاوے کی ملازمت کرتے ہیں۔"
"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی ؟" جولیا نے انجان بن کر کہا۔
"بیکار ہے مس جُولی۔"
"تمہیں میری نجی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہیے۔" جولیا نے سخت لہجے میں کہا۔
"بہرحال ذکر یہ تھا کہ تمہیں خصوصی مراعات حاصل ہیں اور یہ سب کچھ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب تم کسی خاص کام کے لیے مامور کی گئی ہو، کیا تم اس کام کی نوعیت نہیں بتاؤ گی ؟"
"میں اس وقت بے پناہ کرب کی حالت میں مُبتلا ہوں۔" جولیا نے کراہ کر کہا۔ "لہٰذا مجھے تنہا چھوڑ دو۔"
"تمہیں یوں تو نہیں چھوڑا جا سکتا، بہنی۔"
"جہنم میں جاؤ۔"
"یقیناً، لیکن دنیوی کاموں سے فارغ ہونے کے بعد۔"

* اللہ کا ذکر کرنے والا زندہ ہے اور نہ کرنے والا مُردہ ——— حدیث نبوی
* اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں ——— حدیث نبوی
* جب عقل کامل ہو جاتی ہے تو کلام کم ہو جاتا ہے ——— حضرت علیؓ
* اگر تو اس قدر نماز پڑھے کہ پشت خم ہو جائے اور اس قدر روزے رکھے کہ بدن ہلال ہو جائے، تو ہرگز فائدہ نہ پائے جب تک کہ حرام سے پرہیز نہ کرے ——— امام غزالیؒ
* جو کوئی عمل کرتا ہے اس کا اجر بھی گن کر ملتا ہے ——— بایزید بسطامیؒ
* کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ دل آزاری ہے خواہ مومن کی ہو خواہ کافر کی۔ ——— مجدد الف ثانیؒ

"تم مجھے زچ کر رہی ہو۔"

"یہ تمہارا خیال ہے، میں صرف تمہیں بہلا رہی ہوں، ٹام نے جس انداز میں تمہیں رات کے وقت شکار کیا تھا، اگر میں بروقت نہ پہنچ گئی ہوتی تو مجھے اس وقت تمہارے انجام پر افسوس ہو رہا ہوتا۔" وہ بولی۔

جولیا نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔

"تم ایک آئرش لڑکی ہو؟"

"نہیں، میں سوئس ہوں۔"

"خیر، کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس ملک سے تمہاری ہمدردیاں کس خانے میں فٹ کی جائیں، کیا تم اپنے ملک کے لیے کام کر رہی ہو؟"

"کیا بک رہی ہو؟" جولیا غرائی۔

"میرا مطلب واضح ہے۔" بلیک کیٹ نے بدستور نرم لہجے میں کہا۔ "اگر تم اپنے ملک کے لیے یہاں کام کر رہی ہو تو تمہیں مجھ سے خاصی مدد مل سکتی ہے۔"

"میرے کان پک گئے ہیں۔" جولیا نے کراہ کر کہا۔ "تم یہ طنزیہ لہجہ ترک نہیں کر سکتیں؟"

"اگر یہ تمہاری خواہش ہے تو ایسا ہی سہی لیکن ان باتوں کی وضاحت کیے بغیر تم مجھ سے نرمی کی توقع نہ رکھنا۔"

"جو جی میں آئے کرو۔"

"نہیں، شکست خوردگی کا یہ عالم مجھے قطعاً پسند نہیں، تمہیں باقاعدہ جدوجہد کرنا چاہیے۔ تم جیسی لڑکی بے بسی سے ایک طرف بیٹھ جائے کچھ اچھا نہیں لگتا۔"

جولیا نے آنکھیں بند کر لیں۔

بلیک کیٹ ہنسنے لگی، اس کی ہنسی میں نہ جانے کیا بات تھی کہ جولیا سر سے پاؤں تک کانپ گئی۔

بلیک کیٹ کی سبز آنکھیں بالکل روشن نقطوں کی طرح دکھائی دے رہی تھیں، جولیا نے اس چمک کو دیکھ کر سوچا کہ اس قسم کی خونخوار آنکھیں صرف پوما ہی کی ہوتی ہیں۔

گرین پوما۔۔۔ اس کے ذہن میں بلیک کیٹ کے لیے ایک نام گھوم گیا اور پھر وہ واضح طور پر لرزنے لگی، سیاہ رنگ کے اس بلی نما درندے، جس کا نام پوما ہے کی تباہ کاریاں وہ دیکھ چکی تھی۔

"کیا ٹام پوما ہے؟" اس نے کانپ کر دریافت کیا۔

"معلوم ہوتا ہے، تم اس سے بہت متاثر ہو، خود ہی دیکھ لو۔ میں ابھی اسے بلاتی ہوں۔" یہ کہہ کر بلیک کیٹ نے دروازے کی طرف منہ کر کے تیز آواز میں کہا۔ "ٹام۔۔۔ کم ہیئر۔"

غالباً تیسری آواز پر جولیا نے محسوس کیا کہ اس کے کانوں سے بلی کی میاؤں جیسی آواز ٹکرائی ہے۔ اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔

دروازے میں ایک خوفناک بلا کھڑا تھا۔

جولیا کا پورا جسم ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ اگلنے لگا، یہ سوچ کر ہی اسے جھرجھری سی محسوس ہونے لگی کہ رات اسی خوفناک بلے نے اس کے فرار کی کوشش کو ناکام بنا دیا تھا۔ یہ سوچتے ہی چہرے اور جسم کی خراشوں سے ٹیسیں سی اٹھتی محسوس ہونے لگیں۔

"دیکھو ٹام، اِدھر آؤ، ہماری مہمان تم سے ملنا چاہتی ہے۔" بلیک کیٹ نے کہا اور بلا جست لگا کر دروازے سے سیدھا مسہری پر آ گیا۔

جولیا نے سمٹنے کی کوشش کی لیکن بلا قدم قدم چلتا ہوا اس کے چہرے کے بالکل قریب آ گیا۔ اس کی آنکھیں بالکل بلیک کیٹ جیسی تھیں، چمکدار اور انتہائی پرکشش۔

بلے نے جھک کر اس کے چہرے کو چھونے کی کوشش کی لیکن جولیا نے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھایا اور پوری قوت سے فرش پر دے مارا۔

"اس بات کی تلافی بہت ضروری ہے مس جولی۔" بلیک کیٹ نے عجیب اور ناقابلِ فہم لہجے میں کہا۔ "میں ٹام سے اس قسم کا سلوک پسند نہیں کرتی۔" یہ کہہ کر وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

جولیا تکیے پر سر پٹخ کر رہ گئی، بلیک کیٹ ناقابلِ فہم شخصیت کی مالک تھی پھر وہ ٹام۔۔۔ جولیا اس سے زیادہ نہ سوچ سکی، یہ بات تو بالکل ہی واضح ہو گئی تھی کہ ٹام کی حیثیت بلیک کیٹ کے لیے بہت اہم ہے۔

وہ اس عجیب و غریب جنجال سے گلوخلاصی کے لیے دل ہی دل میں دعا مانگتی ہوئی سسک پڑی۔۔۔ اس بار وہ واقعی عجیب سی صورتِ حال سے دوچار ہو گئی تھی۔

*

تنویر نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھا۔ اسے اس جگہ کھڑے ہوئے پورے بیس منٹ ہو گئے تھے۔ کوئی دو گھنٹے قبل ایکسٹو کی طرف سے اسے براہِ راست

فون کال کے ذریعے یہ اطلاع ملی تھی کہ اسے فوراً جولیا کے فلیٹ کی نگرانی کے لیے پہنچ جانا چاہیے۔ وہ فوراً ہی ادھر روانہ ہو گیا تھا۔

تقریباً نصف گھنٹے بعد تنویر نے ایک مجہول سے بوڑھے کو عمارت کی سیڑھیوں سے اُترتے دیکھا۔ بوڑھے کو دیکھ کر تو خیر اس نے کوئی خاص بات محسوس نہیں کی لیکن جب وہ بوڑھا ایک معنی خیز اشارہ کرتا ہوا آگے بڑھ گیا تو اسے اُلجھن ہونے لگی۔ اس بات کا فیصلہ مُشکل ہو گیا کہ... بوڑھے کی اس حرکت کو کیا معنی پہنائے جائیں، آیا اس کا تعاقب کیا جائے یا نہیں؟ ابھی وہ اسی اُلجھن میں تھا کہ اس کی نگاہ ایک کار کی طرف اُٹھ گئی۔ یہ پُراسرار کار سڑک کے ایک ایسے حصّے میں کھڑی تھی جہاں درختوں کا سایہ تھا، بوڑھے کے جاتے ہی وہ کار اسٹارٹ ہُوئی اور عمارت کے بالکل سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

ایک غیر ملکی نیچے اترا۔

اس کے چہرے سے کرختگی کے آثار مترشح تھے، اس نے نیچے اتر کر اِدھر اُدھر دیکھا لیکن کوئی خاص بات محسوس نہ کر کے وہ سیدھا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ تنویر کو اس شخص کا رویّہ بہت ہی پُراسرار سا محسوس ہُوا۔ اس شخص کی حرکات سے اُسے فوراً ہی بوڑھے کا وہ معنی خیز اشارہ بھی یاد آ گیا۔ فوراً ہی اس اشارے کا مفہوم اس کی سمجھ میں آ گیا۔ تنویر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل گئی۔

یقیناً وہ سیکرٹ سروس ہی کا کوئی ممبر تھا لیکن کون؟ فوری طور پر اس کے دماغ میں کچھ نہ آ سکا، مگر وہاں کھڑے ہو کر وقت ضائع کرنا بھی اس نے مناسب نہیں سمجھا۔ وہ قدرے ٹھہر کر اس غیر ملکی کے پیچھے اس عمارت میں داخل ہُوا۔ اس کے قدموں کی ہلکی ہلکی دھمک اب بھی اُوپر سے آ رہی تھی۔ وہ غیر ملکی دکھائی تو نہیں دے رہا تھا مگر تنویر اندازہ لگا سکتا تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہو گا۔

وہ بغیر کوئی آہٹ پیدا کیے سیڑھیاں طے کرنے لگا۔

پہلی منزل... دوسری منزل... تیسری منزل... تک قدموں کی وہ ہلکی ہلکی چاپ سُنائی دیتی رہی اور تنویر، غیر ملکی کو دیکھے بغیر اس کا تعاقب کرتا رہا... پھر اچانک ہی آواز آنا بند ہو گئی۔

تنویر بوکھلا گیا۔

غیر ملکی یقیناً تیسری منزل کے کسی فلیٹ میں داخل ہو چکا تھا۔ تنویر کو اپنا خیال بدلنا پڑا کہ وہ سیکرٹ سروس کا کوئی ممبر ہے کیونکہ جولیا کا فلیٹ پانچویں منزل پر تھا۔ اگر اس کا تعلق سیکرٹ سروس سے تھا تو اسے جولیا کے فلیٹ تک جانا چاہیے تھا یا پھر ابتدا ہی میں ٹھہر کر تنویر کی غلط فہمی دُور کر دینا چاہیے تھی، اس سے یہ کہہ دینا چاہیے تھا کہ وہ تنہا جولیا کے فلیٹ کی نگرانی کر سکتا ہے لہٰذا وہ وہاں رُک کر وقت ضائع نہ کرے۔

پھر اس وقت تنویر کی بوکھلاہٹ قابلِ دید تھی جب اس نے سیڑھیوں پر تیز چاپ سُنی۔ وہ دوسری منزل کی لینڈنگ پر رُک گیا۔ اوپر سے غیر ملکی تیزی سے سیڑھیاں طے کرتا ہُوا واپس آ رہا تھا۔

تنویر بوکھلا کر ایک طرف ہو گیا، تاکہ غیر ملکی اس سے متصادم ہُوئے بغیر وہاں سے نکل سکے۔

گویم مشکل والی بات تھی۔

وہاں کھڑا بھی نہیں رہا جا سکتا تھا اور ایک دم سے غیر ملکی کا تعاقب بھی نہیں کیا جا سکتا تھا تنویر کو اچانک پیچھے آتے دیکھ کر وہ ہوشیار ہو سکتا تھا۔ بہتر یہی تھا کہ وہ وہاں چند لمحے توقف کر کے اس کا پیچھا کرتا۔

غیر ملکی کی اتنی عجلت سے واپسی ظاہر کرتی تھی کہ وہ جس کام سے اوپر گیا، اسے انجام دے چکا ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ تیسری منزل پر کیا کرنے گیا تھا جبکہ جولیا کا فلیٹ پانچویں منزل...

تنویر کا جی چاہا کہ وہ اپنے بال نوچ لے۔ تخیّل کا دائرہ گھوم پھر کر وہیں آ گیا تھا۔ اس نے قدرے توقف کیا پھر تیزی سے سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ اب اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ تیسری منزل پر جا کر تفتیش کرتا۔ اس وقت تو غیر ملکی اہم تھا۔ وہ اسے ہاتھ سے نہیں کھونا چاہتا تھا۔ اسے جولیا کے فلیٹ کی نگرانی پر مامور کیا گیا تھا۔ اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں تھا کہ وہ عمارت میں آنے جانے والوں کی لسٹ بناتا رہے۔ اسے یقیناً مشتبہ لوگوں کو نگاہ میں رکھنا تھا اور ان کے نام و پتے کا بھی سُراغ لگانا تھا۔

وہ عمارت سے نکلا تو اس نے سیاہ سیڈان کو تیز رفتاری سے سڑک کی طرف بڑھتے دیکھا، جبکہ تھوڑی دیر پیشتر وہ عمارت کے سامنے ہی کھڑی تھی سیڈان کی تیز رفتاری دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے غیر ملکی کو کہیں پہنچنے کی جلدی

ہو۔ تنویر پھرتی سے اپنی کار کی طرف بڑھا۔ اس سے پہلے کہ غیر ملکی کی کار ٹریفک کے ہجوم میں شامل ہو کر نگاہ سے اوجھل ہو جاتی، وہ اس کا پیچھا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اب سیاہ سیڈان اس کی نگاہ میں تھی اور وہ محتاط انداز میں اس کا تعاقب کر رہا تھا۔

کیا یہ اسی گروہ کا کوئی آدمی ہے جو ان دنوں دارالحکومت میں قیامت خیز فتنہ سازیاں کر رہے تھے۔ اس نے سوچا اور جبڑے بھینچ لیے جس کے سبب جبڑے کی ہڈیاں ابھر آئیں۔ اسٹیئرنگ پر اس کے ہاتھوں کی گرفت مضبوط ہو گئی، چوراہے سے گھوم کر اس نے تعاقب جاری رکھا۔

سیاہ سیڈان اس وقت فردوس کالونی کی طرف بڑھ رہی تھی، دارالحکومت کے شمالی حصے میں یہ جدید ترین کالونی امراء کی بستی تھی، تنویر سمجھ گیا کہ جولیا کو اسی بستی میں لے جایا جا رہا ہے۔ دفعتاً وہ بُری طرح چونک پڑا۔ عقب نما آئینے میں وہ ایک سبز رنگ کی کار دیکھ رہا تھا جو بڑی خاموشی سے اس کا تعاقب کر رہی تھی۔

تنویر ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اس بات کا اندازہ کرنے کے لیے کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے یا پھر یہ محض وہم ہے، اس نے کار کی رفتار یکدم کم کر دی۔ عقبی کار کی رفتار میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ تنویر کا پورا جسم پسینے میں شرابور ہو گیا۔

وہ اس تعاقب سے تو پریشان نہیں تھا لیکن اپنی کارکردگی کے متاثر ہونے کے خدشے نے اسے کانپنے پر مجبور کر دیا تھا۔ نتائج یقیناً خوفناک ہوں گے۔ اس نے سوچا۔

عقب سے آنے والی کار تیزی سے آگے بڑھتی ہوئی اس کے بالکل قریب پہنچ گئی، اور پھر اسی لمحے اس نے جلدی سے اسٹیئرنگ بائیں طرف گھمایا لیکن یہ اقدام بعد از وقت تھا۔ برابر سے گزرنے والی کار سے گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی تھی۔

تنویر کا دل اچھل کر حلق میں آ رہا۔

اس کی گردن کا عقبی حصہ یوں جل اٹھا جیسے کسی نے وہاں سرخ انگارہ رکھ دیا ہو، دائیں سمت کی کھلی کھڑکی سے ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی تھی اور اس کی گردن کا عقبی حصہ ادھیڑتی ہوئی نکل گئی تھی۔ اس نے کار کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ اس کا ذہن اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا۔

کار کا ایک ٹائر بھی گولی سے برسٹ ہو گیا تھا۔ گاڑی یوں لڑکھڑا رہی تھی جیسے لنگڑا رہی ہو، اس نے بریک پر پاؤں کا پورا بوجھ ڈال دیا۔ اس کی جلتی ہوئی گردن اعصاب پر اثر انداز ہو رہی تھی، آنکھوں میں روشن ذرات ناچ رہے تھے اور پھر رفتہ رفتہ اندھیرا سا چھانے لگا، اس نے ڈوبتی ہوئی نگاہوں سے دیکھا۔

حملہ آور کار واپس آ رہی تھی۔ جولیا کو جس کار میں اغوا کر کے لے جایا جا رہا تھا اس کا دُور دُور تک پتہ نہ تھا، اس کیفیت میں بھی اس نے حوصلہ نہ ہارنے کی جدوجہد کی لیکن کب تک۔ . . کار اس وقت بھی لڑکھڑاتی ہوئی چل رہی تھی۔ اس نے سر کو جھٹکا دیا اور گردن کے عقبی حصے میں درد کی لہریں محسوس کر کے وہ کراہا لیکن بے سود۔ . . کار تیزی سے درخت کی طرف بڑھ رہی تھی۔

حملہ آور کار ایک بار پھر اس کے نزدیک آتی چلی گئی لیکن اس بار اس سے فائرنگ نہیں ہوئی، تنویر نے ایک بار پھر بریک لگانے کی کوشش کی، لیکن اس وقت تو غالباً اس کے ستارے ہی گردش میں تھے، بریک تک فیل ہو گئے تھے۔

اچانک اس کی سماعت سے پولیس کار کے سائرن کی آواز ٹکرائی، اس نے دُھندلائی ہوئی نگاہوں سے عقبی منظر پیش کرنے والے آئینے کی طرف دیکھا۔ ایک پولیس کار صاف نظر آ رہی تھی۔ تنویر نے گاڑی کا گیئر بدل دیا۔

گیئر بدلتے ہی ایک جھٹکا سا لگا اور رفتار کم ہو گئی۔ اس نے درخت کے تنے سے تصادم سے بچاؤ کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہا، گاڑی ٹکرا گئی اور پھر اس کا ذہن اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا۔ آخری بار اُسے صرف اتنا ہی یاد رہا تھا کہ کچھ فاصلے پر پولیس کار آ کر رک گئی تھی اور اس کا سائرن خوفناک آواز میں مسلسل چیخ رہا تھا۔

☆ بلیک زیرو نے اسکرین کی طرف دیکھا اور مسکرانے لگا۔ سلاگر ساؤنڈ پروف کمرے میں داخل ہو رہا تھا، جہاں ایک حسین لڑکی صوفے پر بے سُدھ پڑی ہوئی تھی۔ یہ وہی لڑکی تھی جسے صفدر ایک روز پیشتر لایا تھا، لڑکی کی بے ہوشی طویل ثابت ہوئی تھی، بلیک زیرو خاموشی سے اسکرین کی طرف متوجہ رہا، سلاگر نے کمرے میں داخل ہوتے ہی لڑکی کی طرف دیکھا اور بُری طرح چونک پڑا۔

سلاگر کو دانش منزل کے ایک ایسے کمرے میں رکھا گیا تھا جس کا ایک دروازہ ساؤنڈ پروف کمرے میں بھی کھلتا

تھا، بوقتِ ضرورت مخصوص میکنیزم کے ذریعے اس دروازے کو نمایاں کیا جاتا تھا۔ ورنہ عام حالات میں دونوں طرف سے اس پر چپ بورڈ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے بنی ہوئی چادریں سی چڑھی رہتی تھیں۔

بلیک زیرو نے اسکرین سے منسلک لاؤڈ اسپیکر کے ساؤنڈ کو بھی کھول دیا اور پھر سگریٹ سلگا کر مطمئن انداز میں کش لگاتا ہوا ادھر دیکھنے لگا۔ سلاگر جس انداز میں لڑکی کو دیکھ کر چونکا تھا اس سے ظاہر ہوا کہ وہ لڑکی سے خوب اچھی طرح واقف ہے، نہ صرف یہ کہ وہ اس سے واقف تھا بلکہ اسے لڑکی کو ساؤنڈ پروف کمرے میں دیکھ کر حیرت بھی ہوئی تھی۔

اس سے قبل سلاگر پر خوب تشدد کیا گیا تھا لیکن وہ اس سے کوئی کام کی بات اگلوانے میں ناکام ہی رہے تھے، بالآخر صفدر کی محنت کام آئی اور وہ خوب صورت لڑکی ہاتھ لگ گئی۔ "اوہ، ڈوری تم۔۔۔!" سلاگر کی بڑبڑاہٹ واضح تھی۔

وہ لپک کر صوفے کے قریب پہنچا اور لڑکی پر جھک گیا، پھر چونک کر اس کی ٹانگ کی طرف متوجہ ہوگیا جس پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔

بلیک زیرو نے لڑکی کی ٹانگ سے گولی نکال کر فوراً ہی پٹی باندھ دی تھی۔ اس لیے خون ضائع نہیں ہوا تھا، یہ الگ بات ہے کہ وہ رات سے صبح ہونے تک ہوش میں نہیں آئی تھی، صبح اس نے مخصوص دروازے کو کھولا تو اسے توقع تھی کہ سلاگر ساؤنڈ پروف کمرے میں ضرور آئے گا۔

سلاگر کے انتظار میں... نصف گھنٹہ صرف ہوگیا تب کہیں اس کی صورت دکھائی دی تھی، وہ بدستور اسکرین پر نگاہیں جمائے بیٹھا رہا، سگریٹ ختم ہو رہا تھا، بلیک زیرو نے اسی سے نیا سگریٹ سلگا لیا۔ لڑکی کی ٹانگ پر بندھی ہوئی پٹی کو پُرتشویش نگاہوں سے دیکھتا ہوا سلاگر اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ بلیک زیرو نے محسوس کیا کہ وہ بے پناہ اضطرابی کیفیت کا شکار ہے۔

کچھ دیر وہ لڑکی کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا پھر اٹھا اور ساؤنڈ پروف کمرے میں متلاشی نگاہوں سے دیکھنے لگا، نہ جانے اسے کس چیز کی تلاش تھی، بلیک زیرو نے اسکرین پر اس کی یہ حالت دیکھی تو سمجھ گیا کہ اُسے جس چیز کی بھی تلاش تھی، وہ اسے حاصل کرنے یا دیکھنے میں ناکام رہا ہے۔

سلاگر تیزی سے اس دروازے کی طرف بڑھ گیا جس سے وہ کچھ دیر قبل ساؤنڈ پروف کمرے میں داخل ہوا تھا۔

بلیک زیرو نے اسکرین کے نیچے ایک سفید رنگ کے ایسے بٹن کو دبایا جس پر دو کا ہندسہ چھپا ہوا تھا۔ اسکرین پر پہلا منظر ختم ہوگیا، روشن ذرات میں چمک پیدا ہوئی اور پھر ان کی رنگت سیاہی مائل... ہوتے ہوتے ایک منظر میں ڈھل گئی۔ یہ وہی کمرہ تھا جس میں سلاگر کو ان دنوں قید کیا گیا تھا۔

بلیک زیرو نے اُسے تیزی سے صراحی کی طرف بڑھتے دیکھا اور طویل سانس لے کر رہ گیا، اس کے ہونٹوں پر بڑی ہی دلفریب مسکراہٹ پیدا ہوگئی تھی۔ سلاگر یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ اتفاقاً ہی ساؤنڈ پروف کمرے تک جا پہنچا ہے۔

ایک بات جسے بلیک زیرو نے خاص طور سے محسوس کیا تھا وہ یہ تھی کہ سلاگر اس لڑکی کی وجہ سے پریشان ہوگیا تھا ورنہ بلیک زیرو نے بے پناہ تشدد کے دوران بھی اس کے چہرے پر کسی قسم کی تشویش کا سایہ تک لہراتے نہیں دیکھا تھا۔ سلاگر نے صراحی سے ایک گلاس پانی لیا اور تیزی سے دوبارہ بے ہوش لڑکی کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے پہلے تو لڑکی کے حسین رخساروں پر پانی کے چھینٹے مارے، جب وہ ذرا سا کسمسائی تو اس نے ہاتھ روک لیا۔

لڑکی نے آنکھیں پٹ پٹائیں پھر بیدار ہوگئی۔ "اوہ، سلاگر تم۔۔۔!" وہ یکدم چونک کر اٹھ بیٹھی، اٹھنے سے ٹانگ میں درد کی لہر سی پیدا ہوئی، وہ کراہی پھر پُرتشویش نگاہوں سے کبھی سلاگر کی طرف اور کبھی ساؤنڈ پروف کمرے میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

"ڈوری، اب کیسی طبیعت ہے؟"

"میں بے پناہ کمزوری محسوس کر رہی ہوں۔"

"کیا ہوا تھا؟"

"یہ بتاؤ ہم اس وقت کہاں ہیں؟"

"دشمن کی قید میں۔" سلاگر نے جواب دیا۔ بلیک زیرو کا ہاتھ اسکرین کے اس بٹن کی طرف بڑھ گیا جس کا تعلق ٹیپ ریکارڈر سے تھا۔ اب ان کی گفتگو ٹیپ ہونے لگی تھی۔

"اوہ!" ڈورین ایک طویل سانس لے کر رہ گئی۔ بلیک زیرو نے اس کی آنکھوں میں خوف کے گہرے سائے دیکھے۔ وہ کچھ دیر گہری محویت کے عالم میں رہی، پھر اس نے پلکیں اٹھا کر سلاگر کی طرف دیکھا۔ "اس وقت وہ لوگ کہاں ہیں؟"

"معلوم نہیں، میں نے ایسے حیرت انگیز آدمی آج تک نہیں دیکھے ان کا رویہ حیران کن اور بڑی حد تک تشویشناک ہے، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ مجھے سسکا سسکا کر مار ڈالنا چاہتے ہیں۔"

"تم نے بلیک کیٹ سے رابطہ قائم کیا؟"

"اس کی مہلت ہی نہیں مل سکی۔"

"ٹرانسمیٹر" ڈورین نے تیز سرگوشی کی۔

"نہیں! میرے پاس اس نام کی کوئی چیز موجود نہیں ہے، کیا تمہارے پاس ہے؟" سلاگر نے دفعتاً کسی خیال کے تحت چونک کر دریافت کیا۔

"سوری، میں تو یوں ہی پوائنٹ آپریشن تک چلی گئی تھی، وہاں کہرام مچا ہوا تھا، تو لیٹا ختم ہو چکی ہے جیک کے بھی چیتھڑے اڑ چکے ہیں۔ پوائنٹ آپریشن کے اس کمرے میں تباہی کی تمام علامتیں موجود ہیں جس میں مشین ورک کر رہی تھی۔"

"اوہ! کہیں مشین تو ان لوگوں کے ہاتھ نہیں لگ گئی؟" سلاگر نے اچھل کر دریافت کیا۔

"میری گولی سے مشین بھی تباہ ہو گئی تھی۔"

"بہت خوب۔" سلاگر کا چہرہ یکایک کچھ اس طرح کھل اٹھا جیسے مشین کے تباہ ہونے کی خبر نے اس کے ذہن سے ایک بہت بڑے بوجھ کو ہٹا دیا ہو۔ "لیکن میں حیران ہوں کہ پوائنٹ آپریشن تک ان لوگوں کی رسائی کس طرح ممکن ہو گئی؟"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں سلاگر" ڈورین نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ "ایک بات کا مجھے البتہ دکھ ہے کہ کاش ہم لوگ آغاز ہی سے کچھ ایسا انتظام کرتے کہ ان لوگوں کو ٹھکانے لگا دیا جاتا، مجھے حیرت ہے بلیک کیٹ جیسی زیرک عورت نے اس آپریشن کو اندھا دھند کیوں شروع کر دیا تھا؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا ڈوری۔ وہ بھی ایک ناقابل فہم ہستی ہے، ممکن ہے اس کا ذہن کسی خاص لائن پر چل رہا ہو، بہرحال یہ واقعی ضروری تھا کہ مزاحمت کے تمام تر امکانات ختم کر کے ہی آپریشن کا آغاز کیا جاتا۔"

"کیا تم نے یہاں سے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی؟"

اس بار سلاگر کے ہونٹوں پر جھینپی جھینپی سی مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ "ایک بار میں یہ کوشش کر چکا ہوں۔"

"پھر کیا ہوا؟" ڈورین نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"کیا بتاؤں، اب بھی یاد آتا ہے تو جسم کے بعض حصے بری طرح دکھنے لگتے ہیں۔"

"کیا ناکامی کی صورت میں تشدد برداشت کرنا پڑا تھا؟"

"تشدد" سلاگر نے دہرایا۔ "خدا کی پناہ، یہ لوگ تو پکے شیطان معلوم ہوتے ہیں۔ انھوں نے مجھ سے وہ سلوک کیا کہ میں زندگی بھر فراموش نہیں کر سکتا۔"

بلیک زیرو نے اس جملے کو سنتے ہی ایک دبا دبا سا قہقہہ لگایا اور پہلو بدل کر دوبارہ اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا، جیسے کوئی بہت ہی دلچسپ فلم دیکھ رہا ہو۔

ڈورین کے چہرے پر الجھن کے تاثرات تھے۔ "آخر تم بتاتے کیوں نہیں کہ کیا ہوا تھا۔ انھوں نے تم پر کس قسم کا تشدد کیا تھا اور کیا تم نے دوسری بار فرار ہونے کی کوشش نہیں کی۔"

"تشدد" سلاگر نے قہقہہ لگایا۔ "میں نے برابر کے کمرے کی کھڑکی توڑ کر بھاگنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ اس کھڑکی کے بعد دیوار ہے، اسی دوران ایک نیم پاگل سا نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس نے ٹوٹی ہوئی کھڑکی کی طرف دیکھا تو زور زور سے ہنسنے لگا۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا اور کہا۔ میں تمہیں ایسی سزا دوں گا کہ آئندہ کھڑکی توڑنا تو درکنار اس کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرو گے۔ یہ کہہ کر وہ کمرے سے چلا گیا۔"

"تم تو بلاوجہ کا سسپنس پیدا کر رہے ہو۔" ڈورین جھلا گئی۔

"اسی رات اچانک مجھے بیدار ہونا پڑا۔ کمرے کی بتی غائب تھی اور کمرے میں تین چار گدھے گھس آئے تھے، انھوں نے اندھیرے میں وہ دولتیاں جھاڑیں کہ میری طبیعت صاف ہو گئی، ایک دولتی سے سنبھلتا تھا تو دوسری دولتی تیار ملتی تھی۔"

"عجیب بات ہے۔" ڈورین نے غیر یقینی لہجے میں کہا۔

"صبح تک میری ہڈی پسلی ایک ہو گئی تھی۔ رات کو دو بجے کے قریب روشنی واپس آئی اور پھر ان گدھوں سے گلو خلاصی ہوئی۔ میں تو بے ہوش ہو گیا، صبح اٹھا تو چوٹوں پر پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔"

"عجیب کہانی ہے۔ آخر یہ کس قسم کے لوگ ہیں۔" ڈورین نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں تو پریشان ہوگیا ہوں، سچ پوچھو تو میں سوچ سوچ کر اب اس حد تک بیزار ہو چکا ہوں کہ خودکشی تک کی ناکام کوشش کر چکا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"یہی کہ نہ جانے وہ دونوں شخص کس مٹی کے بنے ہوئے ہیں رات دن نہ جانے سوتے ہیں یا نہیں، جب میں نے کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی وہ فوراً چراغ کے جن کی طرح آجاتے ہیں۔"

"کہیں، اس وقت بھی وہ کسی خفیہ ذریعے سے ہمیں دیکھ نہ رہے ہوں؟" ڈورین نے خوفزدہ لہجے میں کہا اور ساؤنڈ پروف کمرے میں ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔

"اس کمرے میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔" سلاگر نے کہا۔ "میں ہر طرح سے اطمینان کر چکا ہوں۔"

"ایسے خطرناک لوگوں کا محاسبہ شروع ہی سے ضروری تھا۔" ڈورین نے کہا۔ "نہ جانے بلیک کیٹ کیا کر رہی ہے، اب کیا ہوگا سلاگر؟"

"کیا کہہ سکتا ہوں، تمہیں دیکھ کر کچھ ذہن ہلکا ہوا ہے ورنہ یہ حقیقت ہے کہ میرا دم گھٹنے لگا تھا۔ میں دعا کر رہا تھا کہ کسی طرح موت ہی آجائے لیکن کیا کروں، ہر طرح سے بے دست و پا ہو کر رہ گیا ہوں۔"

"کیا ان لوگوں نے دیگر آسائشوں سے بھی تمہیں محروم رکھا ہے؟" ڈورین نے کسی خیال کے تحت چونک کر پوچھا۔

"نہیں۔ اس معاملے میں ان کا کوئی ثانی نہیں، مجھے آج تک کسی چیز کی تکلیف نہیں ہوئی۔ میرے کمرے میں اعلیٰ ترین شراب کی بوتلیں ہیں کھانے کے معاملے میں تو یہ کہنا ہی بے سود ہے کہ کس قدر بہترین رہا ہے، لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ اب تک مجھے زندہ کیوں رکھے ہوئے ہیں؟"

"کیا انھوں نے تم سے کچھ اگلوانے کی کوشش نہیں کی؟"

"بہت کچھ... لیکن تم جانتی ہو کہ مجھے معلوم ہی کیا ہے؟" سلاگر نے بے بسی سے کہا۔

"ہوں، یہ تو تم نے ٹھیک کہا۔ بلیک کیٹ نے تنظیم کی تربیت کچھ انداز سے کر رکھی ہے کہ ہمیں غیر ضروری یا غیر متعلقہ باتوں کے بارے میں علم ہوتا ہے اور نہ ہی ہمیں کبھی اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ بلیک کیٹ بڑی بے چینی سے ہمیں رہا کروانے کی فکر میں ہوگی۔" سلاگر نے کہا۔ "کاش کسی طرح اسے یہ معلوم ہو جاتا کہ ہم اس وقت کہاں اور کس حال میں ہیں۔"

"وہ یقیناً کوشش کر رہی ہوگی۔ مشین سے وابستہ افراد اس کے لیے بہت اہم ہیں لیکن سلاگر، جب اسے یہ معلوم ہی نہیں کہ ہم کہاں ہیں تو وہ ہمارے لیے کیا کر سکتی ہے، لہٰذا اس بات کی توقع ختم کر دو کہ وہ ہمیں رہا کروانے کے لیے کچھ کر سکتی ہے۔ ہمیں ذاتی طور پر ہی کچھ کرنا ہوگا۔"

"کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"غور کرو، تمہیں اتنے دن کی تنہائی ملی لیکن تم کچھ بھی نہیں کر سکے، میں فوری طور پر تمہیں کیا بتا سکتی ہوں۔" ڈورین نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔ "کیا تم نے یہ پوری عمارت دیکھ رکھی ہے؟"

"نہیں۔ میں اب تک انہی دو کمروں تک محدود رہا ہوں۔ ایک بار مجھے کسی تہ خانے میں لے جایا گیا۔ اُف، خدا کی پناہ۔"

"کیا ہوا، تم یکایک گھبرا کیوں گئے؟"

"حبشی۔ خوفناک نیگرو، جوزف۔"

"ک... کہاں؟" ڈورین نے حیرت سے کہا۔

"تہ خانے میں۔" سلاگر بڑبڑایا۔ "اُف ڈوری، میں نے اس قدر بھیانک آدمی زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ تشدد کرنے کے جو طریقے اس کی کھوپڑی میں محفوظ ہیں انھیں سُن کر ہی تم بے ہوش ہو جاؤ گی۔"

"اس نے کوئی خوفناک طریقہ تم پر بھی آزمایا؟"

"ہاں۔" سلاگر نے کانپ کر کہا۔

"تم نے قوتِ ارادی کے بل بوتے پر اسے برداشت کر لیا؟" ڈورین نے حیرت اور تجسس سے پوچھا۔

"قوتِ ارادی کی بھی ایک ہی کہی۔ میں کچھ جانتا ہی نہیں تھا اس لیے کہہ بھی کیا سکتا تھا لہٰذا خاموشی سے سہتا رہا۔"

"گویا، انھیں اس بات کا یقین ہو چکا ہے کہ تم کچھ نہیں جانتے۔ کاش وہ سمجھ سکیں کہ ہم کن مصائب میں مبتلا ہیں، اگر مجھے اس نیگرو کے حوالے کر دیا گیا تو میں اسے کس طرح مطمئن کر سکوں گی؟"

سلاگر نے کندھے اچکا دیے "وہ کیا کہا جاسکتا ہے" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ "چلو میرے کمرے میں چلو۔ وہاں مسہری موجود ہے، اطمینان سے لیٹ جانا" اس نے ڈورین کو سہارا دیا۔ صوفے سے اٹھتے وقت ڈورین کو ٹانگ میں بے پناہ تکلیف کا احساس ہوا۔ وہ کراہنے لگی۔

سلاگر اسے سنبھالے ہوئے قدم قدم چلتا ہوا دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ پھر دوسرے کمرے میں پہنچ کر اس نے لڑکی کو مسہری پر لٹا دیا اور خود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دو جام تیار کیے اور ایک ڈورین کو دے کر دوسرا اپنے منہ سے لگا لیا۔ ڈورین نے گلاس خالی کیا اور پھر ہانپنے لگی۔ چند ہی لمحے بعد اس کے چہرے سے کرب کی علامتیں ڈھل گئیں۔ شراب نے ٹانگ کی تکلیف کو فوری طور پر ختم کر دیا تھا۔

سلاگر خاموشی سے چسکیاں لیتا رہا۔ وہ مسہری کے قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر فکر کی گہری سلوٹیں تھیں اور آنکھیں اس کی ذہنی ابتری کا اظہار کر رہی تھیں۔

ڈورین نے اسے خاموش دیکھا تو کمرے کے بوجھل سکوت سے اسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہونے لگا۔ اس نے ایک بار پھر سلاگر کی طرف دیکھا اور آنکھیں بند کر لیں۔

بلیک زیرو ایک طویل سانس لے کر اٹھ گیا۔ اس نے اسکرین آف کر دی اور سگریٹ کے جلتے ہوئے ٹوٹے کو پاؤں سے مسلنے لگا۔ اس کے ذہن میں ایک ہی نام چکرا رہا تھا۔ ۔ "بلیک کیٹ۔"

٭

عمران کی ٹوسیٹر شہر کی معروف ترین سڑک پر تیزی سے چلی جا رہی تھی اور وہ اسٹیئرنگ سنبھالے، یوں بیٹھا ہوا تھا جیسے کسی پریس فوٹوگرافر کو پوز دے رہا ہو۔ اس کے دھنک رنگ کپڑے، سر پر سیاہ فلیٹ ہیٹ جس کے دائیں جانب مرغ کا ایک لمبا سا پر لگا ہوا تھا۔ آنکھوں پر گول شیشوں کی عینک تھی اور بالائی ہونٹ مونچھوں کے بالوں سے تقریباً ڈھکا ہوا تھا۔ دفعتاً اس نے بریک پر پاؤں کا پورا بوجھ ڈال دیا۔ ٹوسیٹر بریک کر کے ایک عمارت کے مین روڈ کے سامنے کھڑی کر دی۔ گاڑی سے اتر کر اس نے سیٹی پر ایک مقبول فلمی نغمے کی دھن چھیڑ دی اور لفنگوں کے سے انداز میں آگے بڑھتا ہوا زینے کے قریب پہنچ گیا۔

یہ وہی عمارت تھی جس کی تیسری منزل پر روشی نے ایک فلیٹ لے رکھا تھا۔ وہ فلیٹ روشی کی ملکیت نہیں تھا اور نہ ہی عمران کے پاس اس کے مالکانہ حقوق تھے، اصل مالک تو جب بھی اس فلیٹ کے بارے میں سوچتا تھا، دانت پیس کر رہ جاتا تھا۔ کوئی تین ماہ قبل عمران نے ایک خاص معاملے کے دوران فیاض کی گردن ناپ لی تھی نتیجتاً اسے فلیٹ کی چابی عمران کے حوالے کرنا پڑی تھی۔ پھر وہ روشی سے اس فلیٹ کا تذکرہ کر بیٹھا۔ روشی نے چابی محض یہ تسلی کرنے کے لیے طلب کی تھی کہ عمران کہیں اس کو بیوقوف تو نہیں بنا رہا۔ عمران نے تاؤ میں آکر چابی اسے دکھا دی اور پھر اسے محسوس ہوا کہ وہ احمق ہی نہیں بلکہ احمقوں کا بادشاہ ہے۔ روشی چابی لے کر غائب ہوگئی اور اسی شام عمران کو معلوم ہوا کہ روشی اس فلیٹ میں منتقل ہوگئی ہے۔ روشی نے سابقہ فلیٹ کی چابی اسے بھجوا دی، جہاں وہ انتہائی تکلیف دہ وقت گزار رہی تھی۔

سڑک سے گزرتے ہوئے اچانک ہی اسے روشی کا خیال آگیا تھا۔ اس نے سوچا کہ اس سے ملتا جائے۔ وہ فلیٹ کے سامنے پہنچا اور دستک دینے لگا۔ روشی ہکتی ہوئی آئی، دروازہ کھولا اور جیسے ہی اس کی نگاہ عمران پر پڑی۔ اس کا چہرہ غصے سے تمتمانے لگا۔ عمران بوکھلا گیا۔

"کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟" وہ غرائی۔

"مم۔ ۔ ۔ میں۔ ۔ ۔ میں۔ ۔ ۔" عمران بدلی ہوئی آواز میں ہکلایا۔

"کیا بکرے کی طرح میں میں لگا رکھی ہے، بولتے کیوں نہیں، کیا بات ہے اور کیا تم اندھے ہو؟" وہ عمران کو پہچان نہیں سکی تھی۔

"نن۔ نہیں تو۔" عمران گھبرا کر آنکھیں ملنے لگا۔

"کیا تمھیں کال بیل نہیں دکھائی دی تھی؟"

"دی تھی۔"

"پھر اسے کیوں نہیں بجایا؟"

عمران نے ایک طویل سانس لی اور منہ چلا کر کہا۔ "مہنگائی کا زمانہ ہے محترمہ، لہٰذا میں نے سوچا کہ کیوں آپ کے بجلی کے بل میں اضافے کا باعث بنوں۔"

"تو اب دماغ چاٹنے کا باعث کیوں بن رہے ہو، بھاگو یہاں سے۔"

"ذرا سنیئے تو . . . " عمران نے گڑبڑا کر کہا۔ "کیا منشی علم دین صاحب یہیں رہتے ہیں؟"

"منشی علم دین!" روشی نے حیرت سے دہرایا۔ "تمہارا دماغ خراب ہو رہا ہے، مسٹر کارٹون۔ کیا یہ منشی قسم کے لوگوں کی عمارت ہے۔ عقل کے اندھے، بھاگ جاؤ ورنہ ابھی پولیس کے حوالے کر دوں گی۔"

"معلوم ہوتا ہے پولیس والوں سے خاصی علیک سلیک ہے۔"

"شٹ اپ، اخلاق کے دائرے میں رہو۔"

"جو ظاہر ہے اس قدر تنگ بھی نہیں ہوتا۔" عمران نے گرہ لگائی۔

"میرا خیال ہے تم شرافت سے باز نہیں آؤ گے۔" روشی نے جھلا کر کہا اور جھک کر سینڈل اتارنے لگی، سینڈل اتار کر وہ سیدھی ہوئی تو اسے چونک کر کئی قدم پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ عمران کے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا۔ "کک۔ کیا مطلب؟" وہ ہکلا دی۔

"اندر چلو۔ لغت دیکھ کر بتاؤں گا۔" عمران غرایا۔ "میں ان لڑکیوں کے کوفتے بنا کر ناشتے میں استعمال کرتا ہوں جو مجھے کارٹون سمجھتی ہیں۔" وہ روشی کو اندر دھکیل کر خود بھی کمرے میں داخل ہو گیا۔ دروازہ بند کرنے کے بعد اس نے گھڑی کی دم جیسی مونچھوں پر تاؤ دیا اور مسکرانے لگا۔ اس کی آنکھوں میں بے پناہ چمک پیدا ہو گئی۔ چہرہ بھی خوفناک ہو گیا۔

"میں اس حرکت کا مطلب نہیں سمجھی۔" روشی کڑے تیوروں سے اسے گھورتے ہوئے بولی، پھر اس کے ہونٹوں پر بڑی ہی دلفریب مسکراہٹ پھیل گئی۔ عمران نے دل ہی دل میں اس کی بے خوفی اور اداکارانہ صلاحیتوں کو سراہا۔ "شاید تم کارٹون کہنے پر برا مان گئے ہو۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔"

"الفاظ واپس کس طرح ہو سکتے ہیں۔" عمران کی آنکھوں سے الجھن ظاہر ہونے لگی۔ پھر وہ غضب ناک لہجے میں بولا۔ "سنو لڑکی، اگر تم مجھ سے اپنے الفاظ واپس لے سکتی ہو تو میں شرافت سے واپس چلا جاؤں گا۔"

"کیا مطلب؟" روشی نے حیرت سے کہا۔

"کیا واقعی تمہاری لغت اس قدر کمزور ہے؟" عمران نے پرتشویش لہجے میں کہا۔ "میرا مطلب ہے، تم اپنے الفاظ واپس لے لو، میں واپس چلا جاؤں گا۔"

"الفاظ کی واپسی سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"مراد۔ . . " عمران پھر چونکا۔ "فلیریا کی مریض دکھائی دیتی ہو، بہرحال، میرا کسی مراد سے کوئی تعلق نہیں، تم تو اپنے الفاظ واپس لو تاکہ میں جلدی سے واپس جاؤں، سرکس والے پریشان ہو رہے ہوں گے۔ لاحول ولاقوۃ۔"

"تم ہی بتاؤ کہ الفاظ کس طرح واپس لیے جا سکتے ہیں؟"

"میں کان سے بولوں گا، تم منہ سے سنو گی۔" عمران نے ترکیب بتائی۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" روشی جھلا گئی۔

"تم الفاظ کے ذخیرے میں اضافہ کر رہی ہو، واپسی میں بے پناہ دشواری ہو گی۔" عمران ریوالور لہرا کر دھمکی آمیز لہجے میں بولا۔

"آخر تم چاہتے کیا ہو، میں نے تو اس سے قبل تمہاری صورت تک نہیں دیکھی، پھر کیوں بلاوجہ مجھے پریشان کر رہے ہو؟"

"چلو سیدھی کچن میں چلو۔" عمران غرایا۔

"کیوں؟" روشی نے حیرت سے پوچھا۔

"بحث مت کرو، پیٹ میں چوہے کود رہے ہیں۔" وہ غرایا اور پھر ریوالور کے زور پر روشی کو سیدھا کچن میں لے گیا۔ وہاں جاتے ہی اس نے فریج کھول ڈالا اور گوشت کے پارچے نکال کر روشی کی طرف بڑھائے۔ "جلدی سے انہیں فرائی کرو۔"

روشی قہر آلود نگاہوں سے اسے گھورتی ہوئی چولہے کی طرف متوجہ ہو گئی، پارچے فرائی کرنے کے بعد اس نے نمک چھڑکا اور پلیٹ عمران کی طرف بڑھا دی جو اس وقت انتہائی اطمینان سے بیٹھا میز پر طبلہ بجا رہا تھا۔

"چائے!" عمران نے پارچہ منہ میں دباتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" روشی بھنا گئی۔

"شکر، دو چمچے۔" عمران نے وضاحت کی۔

روشی تلملا کر چائے تیار کرنے میں مصروف ہو گئی۔ وہ دل ہی دل میں اس گھڑی کو کوس رہی تھی جب اس نے اطمینان کیے بغیر ہی دروازہ کھولا تھا۔ اسے اپنی وہ سہیلی یاد آ گئی جس کا اس نے ایک بار خوب مذاق اڑایا تھا۔ وہ مذاق تو اپنی جگہ، اس وقت دروازے کے اس سوراخ کی افادیت بھی ظاہر ہو گئی جس سے جھانکے بغیر اس کی سہیلی کبھی دروازہ نہیں کھولتی تھی۔

چائے کے کپ میں چینی ملاتے وقت اس نے سنجیدگی

سے فیصلہ کیا کہ وہ اولین فرصت میں دروازے میں سوراخ بنوالے گی تاکہ سامنے بیٹھے ہوئے کارٹون نما نیم دیوانوں سے سابقہ پڑنے کے امکانات ختم ہو جائیں۔ عمران کی ظاہری حالت دیکھ کر روشی یہی سمجھی کہ وہ کوئی پاگل ہے جو محض اسے پریشان کرنے کے لیے فلیٹ میں گھس آیا ہے۔

چائے کی چسکیاں لینے کے بعد عمران نے روشی کی طرف دیکھا جو بپھری ہوئی شیرنی دکھائی دے رہی تھی۔ عمران نے محسوس کیا کہ وہ ریوالور جھپٹنے کے موڈ میں ہے اس نے ریوالور میز پر رکھ دیا تھا اور بڑی بے نیازی سے چائے کی چسکیاں لے رہا تھا، یکایک اس نے روشی کو پہلو بدلتے دیکھا۔ اس سے قبل کہ روشی ریوالور جھپٹ لیتی، عمران نے اطمینان سے ریوالور اٹھایا اور پیالی میں اس کی نال یوں گھمانے لگا جیسے تہ میں بیٹھی ہوئی چینی ہلا رہا ہو۔

عمران کو ریوالور کی نال سے شکر ہلاتے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے تو روشی مبہوت سی رہ گئی پھر اس نے ایک طویل سانس لی اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ عمران نے چائے کا آخری گھونٹ حلق سے اتار کر اسے دوسرے کمرے میں چلنے کا اشارہ کیا تھا۔ دروازے سے نکل کر اس نے تعقب میں دیکھا۔ عمران اس کے تعاقب میں چلا آرہا تھا۔ وہ آگے بڑھتی ہوئی ڈرائنگ روم میں پہنچ گئی پھر صوفے کے قریب رک کر وہ پلٹی اور عمران کی طرف دیکھنے لگی جو ریوالور تانے اس کے پیچھے ہی کمرے میں آگیا تھا۔ وہ اطمینان سے ایک صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔ ریوالور اس نے سامنے تپائی پر رکھ دیا اور اونگھنے لگا۔ روشی چند لمحے تو الجھن سے اس کی طرف دیکھتی رہی پھر دبے قدموں آگے بڑھ کر ریوالور اٹھا لیا۔ عمران کے حلق سے خراٹے نشر ہو رہے تھے۔ ریوالور ہاتھ میں آتے ہی روشی چلائی۔

"اٹھ جاؤ، کارٹون کے بچے ورنہ گولی مار دوں گی۔"

عمران ہڑبڑا کر سیدھا ہو بیٹھا۔ جیسے ہی اس کی نگاہ ریوالور پر پڑی، وہ بری طرح اچھل پڑا۔

"اب بتاؤ کہ تم کون ہو اور اس حرکت کا کیا مطلب تھا؟"

"میں اپنی کسی حرکت کا مطلب نہیں جانتا۔" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"تم کون ہو؟" روشی چیخی۔

"تم مجھے اچھی طرح جانتی ہو۔" عمران نے اطمینان سے جواب دیا اور روشی کو گھورنے لگا۔

"میں تمھیں صرف تین سیکنڈ کا وقت دے سکتی ہوں۔"

"اگر انسان ڈھنگ سے استعمال کرے تو ایک سیکنڈ کی زندگی بھی کافی ہوتی ہے۔"

"پادری کے بچے میں تمھیں گولی مار دوں گی۔"

"سیاسی دھمکیاں نہ دو لڑکی، ورنہ نتائج برے ہونگے۔"

"گویا تم لاتوں کے بھوت ہو۔" روشی نے کہا اور اس کی انگلی کا دباؤ ریوالور کے ٹرائیگر پر بڑھتا چلا گیا لیکن فائر کی بجائے ہلکی سی کلک کی آواز پیدا ہوئی پھر وہ پے در پے ٹرائیگر دباتی چلی گئی۔ ریوالور خالی تھا۔

عمران نے قہقہہ لگایا اور قہقہے کی بازگشت ڈرائنگ روم میں گونجتی رہی۔

روشی نے ریوالور ہی اس پر پھینک مارا، عمران نے ریوالور کو جھپٹ کر ہاتھ میں لیا اور پھر بغلی ہولسٹر میں ڈال کر مونچھ کو تاؤ دینے لگا لیکن زیادہ تاؤ دینے کی وجہ سے مونچھ اکھڑ گئی۔

روشی چونک کر آگے بڑھی پھر اس نے عمران کے ہونٹوں سے مونچھ کھینچ کر اتار دی۔ اس کے ساتھ ہی اس کا بایاں ہاتھ بھی گھوم گیا لیکن عمران تو زقند لگا کر دور جا کھڑا ہوا تھا۔ روشی ہذیانی انداز میں چیخنے لگی۔ "میں تمھارا خون پی جاؤں گی عمران کے بچے، تم اب سوہان روح ہوتے جا رہے ہو، میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" وہ گھونسہ تان کر عمران پر جھپٹی لیکن عمران جھکائی دے گیا اور روشی کو کمرے میں نچانے لگا کچھ دیر بعد روشی ایک جھٹکے سے رک گئی۔ غالباً اسے اپنی حماقت کا احساس ہو گیا تھا۔

یہ کوئی نئی بات نہیں تھی، دھول دھپہ تو ہوتا ہی رہتا تھا لیکن آج تک عمران کو ایک ہاتھ بھی رسید کرنے کی توفیق نہیں ہوئی تھی، وہ بری طرح ہانپتی ہوئی صوفے پر گر گئی، انداز سے نڈھال ہونے کا پتہ چلتا تھا۔ "میں پوچھتی ہوں، آخر اس حرکت کا کیا مطلب تھا؟" روشی نے ہانپتے ہوئے دریافت کیا اور کینہ توز نگاہوں سے عمران کو گھورنے لگی جو دور کھڑا مونچھیں چپکا رہا تھا۔

"بھوک لگی تھی سو پاپڑ کھائے، چائے کی طلب تھی سو وہ بھی کھالی، سوری پی لی، ویسے تم نے اس قدر شرافت کا ثبوت نہیں دیا کہ کسی قاضی کے روبرو نکاح کے دو بول ہی پڑھوالو تو میں تم سے مہمان نوازی کی توقع کس طرح

کر سکتا تھا؟"
روشی بھڑک کر اُٹھی اور اس کی طرف بڑھی لیکن اب عمران وہاں نہیں رُکا۔ وہ تیر کی سی تیزی سے دروازے کی جانب بڑھا اور پھر الوداعی ہاتھ لہراتا ہُوا فلیٹ کے دروازے سے باہر نکلتا چلا گیا۔
سیڑھیاں اُتر کر وہ اپنی ٹو سیٹر کی طرف بڑھا جسے وہ عین دروازے پر ہی چھوڑ گیا تھا، عمارت کے بچّوں کے ہاتھ بھی خوب مشغلہ آگیا۔ انھوں نے ٹو سیٹر کے پہیوں کی ہُوا نکال دی۔ عمران کھوپڑی کے عقبی حصّے کو ٹٹولتا ہُوا غور کرنے لگا کہ روشی کو زچ کرنے کے بعد پارچے کھائے اور چائے پی لیکن نیچے پہنچ کر جب اس کے نہلے پر بچّوں کا دہلا پڑا تو نتیجہ کیا نکلا۔ کتنی رکعتوں کا ثواب ہُوا؟
اس نے اُلّوؤں کی طرح دیدے گھماتے ہُوئے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اس کے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس کی نگاہیں سامنے ہی ایک اسٹال کی طرف اُٹھ گئیں۔ اس نے ایک طویل القامت شخص کو دیکھا جس کی نگاہیں تیسری منزل کی کسی کھڑکی کی طرف اُٹھی ہُوئی تھیں۔
عمران نے دیکھا، تیسری منزل کی صرف ایک کھڑکی کھلی ہُوئی تھی اور اس سے روشی کا چہرہ جھانک رہا تھا، طویل القامت شخص نے ایک معنی خیز اشارہ کیا اور عمران نے فوراً ہی ایک شخص کو تیزی سے سڑک کے اس حصّے کی جانب بڑھتے دیکھا جہاں بہت سی کاریں پارک تھیں۔
بلاتاخیر وہ قریبی فون بوتھ کی طرف بڑھ گیا جلدی جلدی دانش منزل کے نمبر ڈائل کر کے اس نے سلسلہ ملایا۔ دوسری جانب سے فوراً ہی کال اٹینڈ کر لی گئی۔
"ایکسٹو" بلیک زیرو کی خشک آواز سنائی دی۔
"اُلّو کی دُم فاختہ" عمران جواباً غرّایا۔ "روشی خطرے میں ہے، کسی کو فوراً بھیجو، خیال رہے اسے صرف نگرانی کرنی ہوگی، اگر کسی سے تنویر جیسی حرکت سرزد ہُوئی تو اسے سخت سزا دوں گا۔"
"اوہ، عمران صاحب، آپ ہیں۔" بلیک زیرو نے فوراً کہا۔
"اگر مجھے شناخت کرنے میں اتنا وقت صرف ہوگیا ہے تو پھر کسی ماتحت کے یہاں تک پہنچتے پہنچتے تہجّد کا وقت ہو جائے گا۔ ہری اَپ" اس نے کہا اور ریسیور کو ہُک میں لٹکا کر بوتھ سے باہر نکل آیا۔ بات چیت کے دوران بھی اسکی نظریں طویل القامت شخص پر ہی مرکوز رہی تھیں۔
دو ایک بار اس کی نگاہ اس شخص کی جانب بھی اُٹھی جو پارکنگ میں کھڑی ایک سُرخ رنگ کی امپالا گاڑی کو اسٹارٹ کر رہا تھا۔ سُرخ امپالا اسٹارٹ ہُوئی اور پھر گھومتی ہُوئی اسی جانب آگئی جہاں عمران کی ٹو سیٹر کھڑی تھی۔
عمران سڑک پر کھڑا تماشہ دیکھتا رہا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ وہ چوہان کو دیکھ رہا تھا جس نے عین اسی وقت سڑک کے کنارے اپنی موٹر سائیکل روک رہا تھا۔

*

جولیا کا جسم پسینے سے شرابور تھا۔
بلیک کیٹ اس سے کچھ فاصلے پر کھڑی قہر آلود نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ چند لمحے وہ اسے گھورتی رہی پھر تہ خانے میں شڑاپ کی تیز آواز گونجی اور جولیا کے حلق سے چیخ نکل گئی۔
کوڑے کا بَل کُھل کر اس کے جسم سے لپٹ گیا تھا۔
جولیا کو یوں محسوس ہُوا جیسے اس کے جسم کے چاروں طرف جلتا ہُوا کوئی تار لپیٹ دیا گیا ہو۔ وہ کراہ کر پہلو بدلنے لگی لیکن بلیک کیٹ نے اسے اس بُری طرح جکڑ کر باندھ رکھا تھا کہ وہ لاکھ کوشش کے باوجود حرکت کرنے سے قاصر تھی۔
"بتاؤ، عمران کون ہے، ایکسٹو کون ہے اور تمھارا ان دونوں سے کیا تعلق ہے؟" بلیک کیٹ غرّائی۔
"میں کہہ چکی ہُوں کہ مجھے کچھ معلوم نہیں" جولیا نے ذلت لجلجا کر کہا۔ "تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے عمران کو میں بس اتنا ہی جانتی ہُوں جتنا کہ تمھیں اس کے بارے میں علم ہوگا، اس سے زیادہ کچھ نہیں اور ایکسٹو کس بلا کا نام ہے، یہ میرے فرشتے بھی نہیں جانتے اب تم چاہے میری کھال اُدھیڑ دو، میرے مُنہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلے گا۔"
"تم بہت ضدی لڑکی ہو" بلیک کیٹ ہنس پڑی۔
"بات ضد کی نہیں، میں جب کچھ جانتی ہی نہیں تو کیا بتاسکتی ہُوں"
"مجھے تمھاری بات پر کیسے یقین آسکتا ہے؟"
"کیا تمھارا بھی کوئی گروہ ہے؟"
"یقیناً ہے، اور ایسا ہے کہ تم اس کی تفصیلات سُن کر

ہی تو اس کھو بیٹھو گی۔“ بلیک کیٹ نے مسکرا کر کہا۔

”کیا تمہارے کارکن تمہارے بارے میں جانتے ہیں؟“

”ایک بھی نہیں اچھی لڑکی، کوئی میرے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔“ بلیک کیٹ نے فخر و انبساط سے لبریز ایک ہذیانی قہقہہ لگا کر کہا۔

”تو پھر اس بات کو یوں سمجھ لو کہ جن لوگوں کے بارے میں تم مجھ سے دریافت کر رہی ہو، وہ بھی اسی قسم کا گروہ ہے اور اگر تمہیں یہ شبہ ہے کہ میں ان کے گروہ سے تعلق رکھتی ہوں تو بتاؤ میں ان کے بارے میں کیا جانتی ہوں گی؟“

”کیا تمہارا موضوع فلسفہ رہا ہے؟“ وہ جھنجلا کر بولی۔

”تم اپنی زبان کو لگام نہیں دے سکتیں؟“

”سنو لڑکی، تم نے کیا نام بتایا تھا، جُولی، ہاں تو مس جُولی، تم نے جس قدر مضبوط اعصاب ہونے کا مظاہرہ کیا ہے وہ کسی عام عورت کے بس کا روگ نہیں، یہی بات مجھے شبہے میں ڈال رہی ہے بہرحال، اگر تم لاعلمی پر مصر ہو تو یقین کرو تمہیں یوں بھی آسانی سے نہیں جانے دیا جائے گا۔“

”کیا مطلب؟“

”یہی کہ دوسری صورت میں تمہیں اس وقت تک یہاں رہنا ہوگا جب تک اس ملک میں میری مصروفیات ختم نہیں ہو جاتیں۔“

*

عمران نے ٹو سیٹر کو قہر آلود نگاہوں سے دیکھا اور پھر بچوں کی تلاش میں اِدھر اُدھر نگاہ ڈالی لیکن کوئی دکھائی نہیں دیا۔ بچوں پر شبہ کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ جب وہ وہاں گاڑی پارک کر رہا تھا تو کچھ بچوں نے سرگوشیوں میں منصوبہ بندی شروع کر دی تھی اور عمران نے خود اپنے کانوں سے سُنا تھا۔

بصورتِ دیگر وہ اسے بھی مجرموں ہی کی کارروائی پر محمول کرتا، اس صورت میں اسے خاص طور سے محتاط ہونا پڑتا لیکن اب یہ حرکت خواہ کسی کی بھی کیوں نہ ہو۔ اسے برداشت کرنی ہی تھی۔ مرتا کیا نہ کرتا، آستین چڑھا کر دھکا لگانے لگا، ستارے ہی اچھے تھے کہ کچھ فاصلے پر ایک پٹرول پمپ موجود تھا، ورنہ عمران نے اس ٹو سیٹر پر پٹرول چھڑک کر تیلی دکھانے کے امکانات کا جائزہ بھی لیا تھا۔ کبھی کبھی وہ کھڑکی میں ہاتھ ڈال کر اسٹیئرنگ کو بھی سنبھالتا، یوں محسوس ہوتا،



جیسے وہ کسی شترِ بے مہار کو زبردستی کھینچ رہا ہو۔

ایک تو اس نے کارٹون جیسی حالت اختیار کر رکھی تھی اُوپر سے ٹو سیٹر اور اسے بھی دھکا لگانا، لوگوں نے پاس سے گزرتے وقت کیا کچھ نہیں کہا، اِدھر عمران بھی اس معاملے میں کچھ ایسی بے حسی کا مظاہرہ کر رہا تھا جیسے ان کی زبان ہی سے واقف نہ رہا ہو۔ کبھی کبھی کوئی سخت جملہ البتہ اسے کان جھاڑنے پر مجبور کر دیتا۔

دھکا لگاتے وقت بار بار اس کی نگاہیں روشی کے فلیٹ کی طرف اُٹھ جاتی تھیں، وہ اس وقت بھی کھڑکی سے اس کی درگت کا منظر دیکھ رہی تھی۔

عمران نے دیدے نچائے۔ یقیناً وہ خوب خوش ہو رہی ہوگی۔ پٹرول پمپ کی طرف جاتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں پنکچر نہ ہو گئے ہوں، اگر ٹائر برسٹ ہوئے تو پھر یقیناً اسے زحمت اُٹھانا پڑے گی۔ وہ تیزی سے ٹو سیٹر کو دھکیلتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔

دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اس نے ٹو سیٹر کو پمپ کے اس حصے میں روکا جہاں ایک پہلوان صورت شخص اطمینان سے بیٹھا بیڑی پی رہا تھا۔

”پہلوان جی ذرا ہوا بھرنی ہے۔“ عمران نے ہانپتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب؟“ پہلوان کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے۔

عمران کی کھوپڑی گھوم گئی۔ اس نے فوراً ہی نظرِ ثانی

کی اور پھر ہاتھ جیب میں ڈال لیا ایک روپے کا نوٹ نکال کر اس نے پہلوان کی طرف بڑھایا اور گاڑی کی طرف اشارہ کر دیا۔ "بچوں نے ہوا نکال دی ہے۔"

"تو یوں کہیے نہ صاحب۔ میں سمجھا شاید آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں۔" پہلوان نے نوٹ جھپٹ کر جلدی سے جیب میں ٹھونس لیا۔

"اس قدر عظیم الشان مذاق میری ذرا سی کھوپڑی میں جنم نہیں لے سکتا۔" عمران نے کراہ کر کہا۔

وہ عمران کی باتوں کو نظر انداز کرتا ہوا اطمینان سے ہوا بھرنے میں مصروف ہو گیا۔

اس بات کا اطمینان کرنے کے لیے کہ کوئی وہیل پنکچر نہیں ہے، عمران نے تقریباً پندرہ منٹ تک وہیں بیٹھک جمائے رکھی، وہ پہلوان سے بے تکان گفتگو کر رہا تھا اور نگاہیں روشی کے فلیٹ کی جانب مرکوز تھیں۔

اچانک اس نے روشی کو کھڑکی سے ہٹتے دیکھا عمران کے ذہن میں خیالی دستک کی آواز اور خطرے کی گھنٹی ایک ساتھ گونجنے لگی۔ وہ حیران تھا کہ جولیا اور روشی، آخر مجرم عورتوں کو اغوا کرنے کے چکر میں کیوں پڑ گئے ہیں؟

ایک روز قبل اس نے ارادہ کیا تھا کہ وہ اپنے تمام ماتحتوں کو فون کر کے فلیٹ چھوڑ دینے کا حکم دے دے لیکن نہ جانے کیا سوچ کر رہ گیا جولیا کا اغوا اس کے سامنے تھا۔ حضرتِ تنویر اپنی ہی جھونک میں درختوں سے کار ٹکرا بیٹھے تھے۔ وہ تو خیر ہوئی کہ اچانک ہی اسی وقت پولیس کی ایک گاڑی اُدھر سے گزر رہی تھی ورنہ دوسرے راؤنڈ میں مجرم اس کا صفایا کرتے ہوئے ہی گزر جاتے۔

پولیس نے مجرموں کی اس کار کا تعاقب کرنے کی بجائے تنویر کو طبی امداد بہم پہنچانے کو ترجیح دی تھی اور اسے فوراً سول اسپتال پہنچا دیا تھا جہاں سے ایکسٹو کے احکامات کے پیشِ نظر اسے ملٹری اسپتال میں منتقل کر دیا گیا تھا۔

یکے بعد دیگرے تقریباً سارے ہی ممبر مجرموں سے ٹکرا چکے تھے لیکن انھوں نے کسی ایک کو بھی گرفتار کرنے کی کوشش نہیں کی۔ یا تو سیکرٹ سروس کے ممبروں کو موقع پر ہی ہلاک کرنے کا ارادہ کیا گیا یا پھر انھیں زخمی کرنے کے بعد بالکل ہی نظر انداز کر دیا گیا۔ عمران اس منطق پر حیران تھا لیکن سوچ کا دھارا کسی ایسے رُخ بہتا نظر نہ آیا جو نتیجہ خیز صورتِ حال پیدا کرتا۔

روشی کھڑکی سے غائب ہو چکی تھی اور عمران سوچ رہا تھا کہ اس بار اس کا پارہ آسمان سے باتیں کر رہا ہو گا۔ یہ سوچ کر اسے بے اختیار ہنسی آ گئی کہ ممکن ہے، وہ اس شخص کو بھی عمران ہی کا کوئی روپ سمجھ کر مرمت شروع کر دے۔

دفعتاً وہ بُری طرح چونک پڑا۔ تھوڑی دیر پیشتر جو کریہہ المنظر شخص اوپر گیا تھا، روشی اس کے ساتھ نیچے اُتر رہی تھی۔ دونوں کا انداز دوستانہ تھا۔

عمران نے چوہان کی طرف دیکھا وہ اپنی موٹر سائیکل کے وہیل کو گھما کر جائزہ لے رہا تھا اور کن انکھیوں سے روشی کی جانب بھی دیکھ رہا تھا۔

وہ ٹو سیٹر میں بیٹھ گیا۔ اب وہاں رُکنا بیکار تھا۔

ٹو سیٹر اسٹارٹ ہوئی اور تیزی سے آگے بڑھی۔ اچانک سڑک کے بائیں حصے سے ایک مرکری کار نکلی اور کچھ فاصلے سے عمران کی ٹو سیٹر کا تعاقب کرنے لگی۔ اس کے فوراً ہی بعد ایک سیاہ رنگ کی کار بھی دکھائی دی جو کچھ فاصلے پر مرکری کار کے تعاقب میں آ رہی تھی۔ عمران کچھ دیر تو مطمئن انداز میں ڈرائیو کرتا رہا... پھر چونک کر عقب نما آئینے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

مرکری کار کے تعاقب کا شبہ تو اسے پٹرول پمپ سے نکلتے ہی ہو گیا تھا لیکن اب اسے یقین ہو گیا کہ واقعی وہ کار اس کا تعاقب کر رہی ہے۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔

اس وقت وہ ایک انتہائی اہم گفتگو کرنے کے لیے ڈاکٹر داور کی طرف جا رہا تھا یہی وجہ تھی کہ اس نے روشی کی نگرانی کا کام چوہان کے سپرد کر دیا تھا۔ مرکری کار کبھی بہت پیچھے رہ جاتی اور دوسری کار اس کی جگہ لے لیتی اچانک عمران کو ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ "یس آئی ڈس سائیڈ۔"

"میں خاور ہوں، عمران صاحب۔"

"اچھا، میں بھی حیران تھا کہ یہ بے سُری آواز کس کی ہو سکتی ہے؟"

"اس وقت دو کاریں آپ کا تعاقب کر رہی ہیں۔"

"خدا غارت کرے انھیں۔"

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔"

"ظاہر ہے اب غلط بیانی کا زمانہ ہی گزر چکا ہے۔"

انھیں بتاؤ کہ اس ننھی سی ٹو سیٹر سے کیا خطا سرزد ہو گئی ہے کہ اتنی بڑی بڑی دو کاریں لے کر اسے خوف زدہ کرنے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔"

"آپ شاید سنجیدہ نہیں ہیں۔"

"صبح ساڑھے سات بجے تک تو تھا، پھر ہوا نکل گئی، ابھی ابھی ہوا بھروا کر چلا ہوں۔ لیکن سنجیدگی نہ جانے کہاں رہ گئی۔ کہیں ملے تو بھیج دینا میں خود کچھ بھوک سی محسوس کر رہا ہوں۔"

"مرکری کار کے علاوہ وہ سیاہ رنگ کی کار بھی مجرموں کی ہے۔" خاور نے اس کی بکواس کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"اللہ اسے رُو سیاہ کرے، ایک تو میری خالہ جان کو اغوا کر رہے ہیں کم بخت، اوپر سے میرا تعاقب بھی ہو رہا ہے، قبر میں کیڑے اور بچھو نہیں پڑیں گے تو اور کیا کدو کی بیل پھلے پھولے گی۔"

"بہر حال میں نے آپ کو آگاہ کر دیا ہے۔" خاور نے جھنجلا کر کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

عمران نے سوئچ آف کر کے جیب ٹٹول کر چیونگم کا پیکٹ نکالا۔ دو پیس پھانک کر چیونگم چبانا شروع کر دیے۔

اس وقت وہ تینوں کاریں دارالحکومت کے گنجان آباد علاقے پیری گر سے گزر رہی تھیں، یہاں مویشیوں کی چھوٹی چھوٹی منڈیاں لگتی تھیں اس لیے سڑک پر خاصا ہجوم رہتا تھا۔ نہ جانے یہ عمران کی شرارت تھی یا پھر وہ یوں ہی جھونک میں ادھر نکل آیا تھا۔ بار بار بھیڑ، بکریاں، بھینسیں اور بیل ٹو سیٹر کے سامنے آتے تو عمران ملکے سے گاڑی کو لہرا کر نکل جاتا البتہ تعاقب کرنے والوں کی جان پر بن آتی، عمران کار کے ہارن سن کر زیرِ لب مسکراتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔

خدا خدا کر کے بیس منٹ بعد اس سڑک سے جان چھوٹی اور وہ ساحلی سڑک پر نکل آیا۔ یہ سڑک سیدھی اس جدید ترین کالونی کی طرف جاتی تھی جہاں ڈاکٹر داور کی عظیم الشان کوٹھی تھی۔ کوٹھی کا ایک حصہ تجربہ گاہ پر مشتمل تھا۔ عمران کئی بار اس لیبارٹری میں جا چکا تھا۔ یہ تجربہ گاہ حکومت کے تعاون سے تیار ہوئی تھی، اگرچہ ایک بھاری عملہ بھی اس کے لیے موجود تھا تاہم ڈاکٹر داور نے تحقیقی کاموں کے لیے ایک الگ تھلگ شعبہ بنا رکھا تھا جہاں کسی غیر متعلق آدمی کو گھسنے کی اجازت نہ تھی۔

تعاقب کرنے والی گاڑیاں اب پھر اس کے پیچھے تھیں۔ عمران نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کیا۔ فریکوئینسی سیٹ کرنے کے بعد اس نے چوہان سے رابطہ قائم کیا۔ "آئی کالنگ آئی کالنگ، ہاؤ ڈو یو ہیری، اوور۔"

دوسری طرف خاموشی رہی۔

"آئی کالنگ، آئی کالنگ۔" عمران نے دُہرایا۔

"چوہان ریسیونگ، اوور۔"

"کیا رہا؟"

"وہ لوگ روشی کو لے جا رہے ہیں۔"

"اور تم کون سا گانا گا رہے ہو؟"

"فی الحال تو تعاقب ہو رہا ہے۔"

"بہت خوب۔ کوئی فلمی نغمہ زیرِ لب گنگناتے رہو۔ فلموں میں گانا گانے سے ہیرو کی بڑی بڑی مشکلات از خود حل ہو جاتی ہیں، ممکن ہے، تمھاری مشکل بھی حل ہو جائے اس وقت کہاں ہو؟"

"پوائنٹ فارٹی ایٹ۔ نارتھ۔"

"تعاقب ہوشیاری سے جاری رکھو۔"

"میں محتاط ہوں۔"

"خاندانی منصوبہ بندی جیسی احتیاط نہ ہو کہیں۔ میں نے کئی آدمیوں کو اس احتیاط کی پاداش میں چھ چھ ایک ساتھ پیدا کرتے دیکھا ہے۔"

دوسری طرف سے چوہان کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

"اور دُم کو اچھی طرح جھاڑ لو، کہیں کوئی بندھا ہوا نہ ہو۔"

"کوئی نہیں ہے میں دیکھ چکا ہوں۔"

"سامنے والوں کو تعاقب کا شبہ تو نہیں ہے؟"

"فی الحال تو وہ مطمئن ہیں۔ آپ کا کیا حال ہے؟"

"کچھ نہ پوچھو بڑے بھائی۔ یک نہ شد دو شد۔" عمران نے کراہ کر کہا۔

"خاور بھی تو ہے۔ سہ شد کیوں نہیں کہتے؟"

"کہہ دوں گا، تم خالہ جان کا خیال رکھنا، کہیں وہ موئے اسے کچھ نقصان نہ پہنچا دیں ہائے کس قدر نازک مزاج ہے، پنجہ مارتی ہے تو زخمی شیرنی کے کان بھی کتر ڈالتی ہے۔" عمران نے یہ کہہ کر نسبتاً سنجیدگی سے کہا۔ "اور سنو، تمھیں اپنے چوہے کی ہدایت تو یاد ہے نا؟"

"جی ہاں۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ میری طرف سے

کسی قسم کی مداخلت نہ ہونے پائے۔ آپ مطمئن رہیں۔"
عمران نے سوچ کر آؤ نہ کیا، فریکوئینسی بدلی اور آئینے میں مرکری کار کو دیکھنے کے بعد خاور سے سلسلہ ملانے لگا۔
"سنو خاور، میں اس وقت ایک انتہائی کام سے جانا چاہتا ہوں۔ لہٰذا ان لوگوں کو ڈاج دینا ضروری ہے، میں ان سے نپٹتا ہوں۔ تم الگ ہو جاؤ۔"
"کیا مطلب؟"
"مجھے ایسے آدمیوں سے سخت چڑ ہے جو مطلب کی رٹ لگائے رہتے ہیں۔" عمران نے سخت لہجے میں کہا۔ "تم دُور رہو گے، خبردار مداخلت نہ ہونے پائے۔"
"میں سمجھ گیا۔"
"کیا سمجھ گئے۔ وضاحت کرو؟"
"یہی کہ جب آپ ان کا حلیہ درست کر کے چھوڑیں تو میں چپکے سے ان کا تعاقب شروع کر دوں۔" خاور نے کہا۔
عمران نے سلسلہ منقطع کر کے ٹوسیٹر کی رفتار طوفانی کر دی۔ اب وہ اس معاملے کو فیصلہ کُن مرحلے میں داخل کرنے جا رہا تھا، جیسے ہی گاڑی کی رفتار میں تیزی آئی، تعاقب کرنے والی کاریں بھی چڑھ دوڑیں۔
یہ ساحل کا ویران ساحصہ تھا۔ عمران نے اچانک ٹوسیٹر روک دی اور نیچے اُتر آیا۔ دونوں کاریں اس کی ٹوسیٹر کے دائیں بائیں رک گئیں اور پھر چار آدمی نیچے اترے۔ عمران خاموش کھڑا سمندر کی لہروں کا جائزہ لیتا رہا۔ وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بالکل عقب میں آکر کھڑے ہو گئے۔ "اے مسٹر، تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"
"دیکھ رہا ہوں کتنے گیلن پانی یہاں بیکار پڑا ہے اور ہمارے محلّے میں ایک بوند بھی نہیں ہے۔" عمران نے پلٹ کر جواب دیا اور پھر اس کا بایاں ہاتھ برق رفتاری سے ایک کی ٹھوڑی پر پڑا، وہ لڑکھڑا کر گرا، باقی تینوں اس سے لپٹ گئے۔
عمران نے ایک کے ٹخنے کو تاک لیا، ٹھوکر لگی تو وہ بلبلاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ باقی دونوں کی کھوپڑیاں ٹکرائیں۔ غالباً وہ عمران کو زندہ گرفتار کرنے کے چکر میں تھے یہی وجہ تھی کہ دو منٹ کے قلیل وقفے میں ان کا حلیہ بگڑ کر رہ گیا۔ عمران نے ان کی تلاشی لے کر ہتھیار نکالنے میں کسی قسم کی سستی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ پھر اپنی ٹوسیٹر کی طرف بڑھا۔ اس دوران ریوالور اس کے بغلی ہولسٹر سے نکل آیا تھا۔
اس نے ٹوسیٹر میں بیٹھتے بیٹھتے دونوں کاروں کا ایک ایک ٹائر برسٹ کر ڈالا اور اس سے پہلے کہ ان چاروں میں سے کوئی ایک بھی لپک کر ٹوسیٹر تک پہنچتا، عمران ان کی زد سے نکل چکا تھا۔
اب وہ ہر طرح سے مطمئن تھا۔ خاور انہیں ہر ممکن طریقے سے نگاہوں میں رکھ کر ان کی کمین گاہ تک پہنچ سکتا تھا۔ وہ تیز رفتاری سے ٹوسیٹر کو اسی سڑک پر آگے بڑھاتا لیے جا رہا تھا جو ساحل کے ساتھ ساتھ تقریباً پانچ میل تک چلی گئی تھی، پانچ میل بعد وہ کالونی کی طرف گھوم گیا۔ ڈاکٹر داور کی عظیم الشان کوٹھی کا گیٹ اسے دُور ہی سے دکھائی دے رہا تھا۔

ریاضی پُل

برطانیہ کے شہر کیمبرج میں، جو اپنے تعلیمی اداروں کی وجہ سے دُنیا بھر میں معروف ہے، ایک نالے پر لکڑی کا چھوٹا سا پُل ہے۔ جس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اس کا ڈیزائن سترھویں صدی کے مشہور سائنس داں سر آئزک نیوٹن نے بنایا تھا۔ نیوٹن نے ریاضی کے بعض اصولوں کی بنیاد پر اس کا ڈھانچہ کچھ اس طرح سے تعمیر کرایا تھا کہ اس میں پیچ دار کیلوں کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا نام "ریاضی پُل" رکھ دیا گیا۔
کئی برس بعد یہ دیکھنے کے لیے کہ پُل کن اصولوں پر تعمیر ہوا ہے، ماہرین نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا لیکن جب دوبارہ جوڑنے کی نوبت آئی تو وہ ناکام رہے لہٰذا پُل کی از سرِ نو تعمیر میں کیلیں اور کانٹے استعمال کیے گئے۔ "ریاضی پُل" کیمبرج میں آج بھی سیاحوں کی دلچسپی کا مرکز ہے

*

روشی نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ کھیل گئی، عمران کا حلیہ اس وقت دیکھنے والا تھا وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں کبھی ٹوسیٹر اور کبھی اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ ٹوسیٹر کو دیکھنے کا انداز اس قدر مضحکہ خیز تھا کہ اسے بے ساختہ تبسم کا قہقہہ ضبط کرنے کے لیے بڑی جدوجہد کرنی پڑی تھی۔ پھر اس نے عمران کو گاڑی دھکیلتے دیکھا لیکن اس سے پیشتر اس کی پُراسرار حرکات سے اس کے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ عمران کی آمد، ٹوسیٹر کے پہیوں کی حالت اور عمران کا فون بوتھ میں گھسنا، دیکھنے میں تو یہ ایک ہی سلسلے کی تین کڑیاں تھیں لیکن جب فون کرنے کے بعد وہ گاڑی کو دھکا لگانے لگا تو اسے سوچنا پڑا۔

یقیناً کوئی گڑبڑ تھی، لیکن کیا؟ فوری طور پر وہ کوئی اندازہ قائم نہ کر سکی، وہ کھڑکی میں جھکی مسلسل باہر جھانکتی رہی۔ اس کی نگاہیں عمران پر مرکوز رہیں۔

راہگیروں کے لیے وہ اچھا خاصا نمونہ بنا ہوا تھا، وہ دھنک رنگ کپڑوں میں ملبوس کوئی مسخرہ تو لگ ہی رہا تھا، ٹوسیٹر کی موجودگی میں مضحکہ خیزی مزید بڑھ گئی، وہ دل ہی دل میں سوچنے لگی کہ کاش وہ اس وقت نیچے موجود ہوتی۔ لوگوں کے جملوں سے عمران کی جو درگت بن رہی تھی، وہ عمران پر تو خیر کیا اثر انداز ہوتی البتہ اس کے لیے اچھی خاصی تفریح کا سامان مہیا کر سکتی تھی۔ دو ایک بار اس نے سوچا بھی کہ فلیٹ کو لاک کر کے نیچے اتر جائے، پھر نہ جانے کیا سوچ کر رہ گئی۔ عمران نگاہوں سے دور ہو کر پٹرول پمپ تک پہنچ گیا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا روشی پر بوریت سوار ہوتی گئی۔ بالآخر اس نے کھڑکی سے ہٹنے کا فیصلہ کر لیا۔

ابھی وہ کھڑکی سے ہٹنے ہی والی تھی کہ اس کی سماعت سے تیز دستک کی آواز ٹکرائی۔ وہ چونک کر دروازے کی طرف متوجہ ہو گئی 'کون ہو سکتا ہے؟' وہ بڑبڑائی۔

دروازے پر ایک بار پھر دستک ہوئی۔

"کون ہے؟" اس نے دروازے کے قریب پہنچ کر پوچھا۔

"ٹیلی گرام۔" آواز سنائی دی۔

روشی الجھن میں پڑ گئی۔ کچھ دیر غور کرنے کے بعد اس نے دروازہ کھولا اور دروازہ کھولتے ہی کئی قدم لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گئی۔

دروازہ کھلتے ہی ایک بدہیئت شخص ریوالور ہاتھ میں لیے دندناتا ہوا اندر گھس آیا تھا، اس نے ریوالور کی نال روشی کی طرف اٹھا دی اور غرایا۔ "خبردار۔ اگر چیخنے کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا۔"

"تم... تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"میں جو کوئی بھی ہوں، اس سے تمہیں غرض نہیں ہونی چاہیے، البتہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم شرافت کے ساتھ میرے ساتھ چلو۔" اس نے سفاک لہجے میں کہا۔

"کیوں۔ میں کسی کی پابند تو نہیں ہوں۔" روشی غرائی۔

"اس ریوالور کی چھ گولیاں بھی کسی قسم کی پابندی قبول نہیں کرتیں، خاص طور سے مرد اور عورت کے معاملے میں تو کسی قسم کا فرق روا نہیں رکھتیں۔ اگر تم نے دو منٹ کے اندر اندر چلنے کی تیاری نہیں کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

"آخر کیوں۔ تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو؟"

"وہ جگہ تم خود ہی چل کر دیکھ سکتی ہو۔"

"کیا یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ اس حرکت کا کیا مقصد ہے؟"

"تمہاری ہر بات کا جواب مل سکتا ہے۔"

"کب؟"

"وقت آنے پر اور یہاں سے چلنے کے بعد۔"

"اور اگر میں انکار کر دوں تو؟"

"کر کے دیکھ لو، اندازہ ہو جائے گا۔" ریوالور بردار شخص نے غراہٹ آمیز لہجے میں کہا اور پھر اس نے سیفٹی کیچ ہٹا دیا۔

روشی الجھن میں پڑ گئی۔ کچھ دیر غور کرتی رہی پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، وہ سمجھ گئی تھی کہ یہ سب کچھ عمران ہی کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یقیناً عمران اس سے بے خبر نہیں رہا ہوگا۔

اس خیال کے ساتھ ہی روشی کو یہ یقین ہو گیا کہ عمران نے بوتھ سے اسی سلسلے میں کسی کو فون کیا تھا۔ اور اب اسے توقع تھی کہ نیچے کوئی نہ کوئی ضرور موجود ہوگا لیکن کیا واقعی ایسا ہونا ممکن ہے۔

وہ شکوک و شبہات میں مبتلا ریوالور بردار شخص کو گھور رہی تھی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر وہ آدمی بھی اُلجھن میں پڑ گیا، روشی نے محسوس کیا کہ مسکراہٹ سے وہ کچھ غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا ہے کیونکہ وہ واضح طور پر دیکھ رہی تھی کہ اس شخص کی تیوریاں پڑھ گئی ہیں۔

"کیا تم مجھے کپڑے بدلنے کی اجازت بھی نہیں دے سکتے؟"

"نہیں، تم زیادہ ہوشیار بننے کی کوشش کر رہی ہو اور یہ بات تمہارے لیے خطرناک بھی ثابت ہو سکتی ہے۔" اس نے ریوالور والے ہاتھ کو اُٹھا کر ٹرائیگر پر انگلی کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا۔" باہر نکل کر فلیٹ کو لاک کرو، پرس اٹھانے کی ضرورت نہیں اور دروازہ بند کر کے تم خاموشی سے نیچے اتر چلو گی۔"

روشی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"چلو۔ اب دیر نہ لگاؤ۔ ریوالور میری جیب میں موجود رہے گا اس بات کا خیال رکھنا کہ میں جیب سے بھی اتنا ہی سچا نشانہ لگا سکتا ہوں جس قدر کہ عام حالات میں۔ اس کے علاوہ میں عورتوں پر رحم کرنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"صورت سے ہی وحشی لگتے ہو۔" روشی مسکرائی۔ اس کی مسکراہٹ اس قدر دلفریب تھی کہ اگر عام سے اعصاب کا آدمی وہاں موجود ہوتا تو گھائل ہو کر اس کے قدموں میں آ گرتا لیکن روشی نے محسوس کیا کہ اس شخص پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا۔

ناچار اس نے کندھے جھٹکے اور خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے باہر نکل کر دروازہ لاک کیا۔ اس دوران اس کی نگاہ مسلسل نو وارد پر جمی رہی تھی لیکن اس نے اسے ایک لمحے کے لیے بھی غافل نہ پایا۔ گویا مجرموں نے خوب دیکھ بھال کر اس آدمی کا انتخاب کیا تھا، روشی سیڑھیوں کی طرف گئی، سیڑھیاں طے کر کے وہ نیچے پہنچی تو رک گئی۔

"خاموشی سے آگے بڑھ چلو۔" وہ غرایا۔

روشی کے جی میں تو آیا کہ اس سے بھڑ جائے، سرِ عام فائرنگ کرنا کوئی معمولی بات نہیں تھی لیکن اس وحشی شخص سے ہر قسم کی حرکت کی توقع کی جا سکتی تھی۔ روشی نے تھوڑی سی دیر میں ہی اس کے ٹائپ کا اچھی طرح سے اندازہ لگا لیا تھا۔ اس نے ایک نظر پٹرول پمپ کی طرف دیکھا۔ عمران کی ٹو سیٹر اس وقت بھی وہاں موجود تھی، روشی نے دائیں بائیں دیکھا، عین اسی لمحے ایک کار اُن کے قریب آ کر رک گئی۔ روشی چونک کر کار کی طرف متوجہ ہو گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک سیاہ فام بیٹھا ہوا تھا، روشی نے اس سے نگاہیں چار ہوتے ہی جسم میں خوف کی تھرتھری سی محسوس کی وہ انسان تھا یا درندہ اس کا اندازہ فوری طور پر تو اسے نہ ہو سکا البتہ یہ ضرور محسوس ہو گیا کہ وہ بہت ہی خطرناک لوگوں کے ہاتھ لگ گئی ہے۔

"بیٹھو۔" عقب میں کھڑے ہوئے آدمی نے غرا کر دھیمے لہجے میں کہا۔" خبردار ادھر اُدھر دیکھ کر کسی کو متوجہ کرنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ کسی کی مدد پہنچنے سے پہلے ہی تمہاری لاش یہاں تڑپتی دکھائی دے گی۔"

روشی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خود کو بُری طرح بے بس محسوس کر رہی تھی۔ گاڑی میں بیٹھتے بیٹھتے اس نے ایک بار پھر پٹرول پمپ کی طرف دیکھا، اس بار عمران کی ٹو سیٹر تو دکھائی نہیں دی، البتہ اس نے خاور کو دیکھ لیا۔ خاور کی موجودگی سے اسے یقین ہو گیا کہ معاملہ عمران ہی سے متعلق ہے۔ جیسے ہی اسے محسوس ہوا کہ یہ سیکرٹ سروس سے تعلق رکھنے والا کیس ہے، اس کا ذہن دارالحکومت کی ان وارداتوں کی طرف گھوم گیا جن کے سنگین نتائج نے خود اسے بھی متاثر کر دیا تھا۔

کار آگے بڑھ گئی۔ چلتی گاڑی سے اس کی نظر چوہان پر پڑی۔ چوہان موٹر سائیکل کو کک لگا کر اسٹارٹ کر رہا تھا۔ روشی بے ساختہ مسکرا پڑی، پھر اس نے فوراً ہی خود پر قابو پاتے ہوئے اس شخص کی طرف دیکھا جو اس کے پہلو میں ریوالور لیے بیٹھا ہوا تھا۔" ایک عورت کو اس طرح اغوا کر کے تم لوگوں کو شرم آنی چاہیے۔"

"میں اخلاقیات پر لیکچر لینا پسند نہیں کرتا۔" اس شخص نے غرا کر کہا۔

"پھر بھی، یہ ایک غیر اخلاقی اور غیر قانونی حرکت ہے، شاید تم مجھے کوئی بے بس اور مجبور سی لڑکی سمجھ رہے ہو۔ میرے غائب ہونے کے فوراً ہی بعد دارالحکومت کے چپے چپے کو چھان مارا جائے گا۔"

"ہم تمہارے بارے میں خوب اچھی طرح جانتے ہیں

بس روشی۔"

"کیا جانتے ہو؟" روشی غرائی۔

"سب کچھ، ممکن ہے تم خود بھی آگاہ نہ ہو۔"

روشی دانت پیس کر رہ گئی۔ گزشتہ کئی دنوں سے وہ انتہائی لااُبالی زندگی بسر کر رہی تھی، یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے اِرد گرد ہونے والی اِن مجرمانہ کارروائیوں سے آگاہ نہ ہوسکی۔

چوہان اور خاور کو دیکھ کر روشی یہ سمجھ چکی تھی کہ عمران اغوا کی اس واردات سے آگاہ ہے اور اس نے پہلے ہی سے ہر قسم کا بندوبست کر رکھا ہے، اس لیے روشی کے لیے یہ جاننا بھی کچھ مشکل نہ تھا کہ ان کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ جب تعاقب ہو رہا ہے تو پھر تعاقب کرنے والے کو ان لوگوں کی نگاہوں سے بچانے کا ایک ہی ذریعہ تھا۔ اور روشی کو اس پر عمل کرنے میں کسی قسم کا تامل نہ ہوا، وہ بے دریغ باتیں کرنے لگی۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم مجھے کیوں لے جا رہے ہو؟"

"میں بتا چکا ہوں کہ خود ہی معلوم ہو جائے گا۔" پہلو میں بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے شخص نے قہقہہ لگا کر رفتار بڑھا دی۔

"میں اس بات کی وضاحت کر دینا چاہتی ہوں کہ میں کوئی تر نوالہ نہیں ہوں۔ تم مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔" روشی نے تلملا کر پہلو بدلا۔

"یہ فیصلہ کرنا بلیک کیٹ کا کام ہے، ہمارا نہیں، جہاں تک ہمارا تعلق ہے، تم دیکھ ہی رہی ہو کہ ہم سینکڑوں کی موجودگی میں تمہیں مکھن سے بال کی طرح نکال لائے ہیں۔"

"تڑاخ۔" روشی نے پوری قوت سے ہاتھ گھمایا اور ریوالور والا شخص بوکھلا گیا۔ "میں بدتمیزی برداشت نہیں کرسکتی۔ اپنی کھال میں رہو۔"

"سنو لڑکی۔" وہ شخص بے چینی سے پہلو بدل کر غرایا۔ لہجہ انتہائی خوفناک تھا۔ "اپنے ہاتھ قابو میں رکھو۔ ورنہ گولی مار کر لاش یہیں پھینک دوں گا۔"

"پھینک دو، میں ذلت سے موت کو بہتر خیال کرتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بلیک کیٹ سے درخواست کروں گا کہ وہ کچھ عرصے کے لیے تمہیں میری تحویل میں دے دے، پھر میں دیکھوں گا تمہارے کس بل۔"

"شٹ اپ۔" روشی چلائی۔ کار میں خاموشی طاری ہو گئی۔

کار تیز رفتاری سے آگے بڑھتی ہوئی دارالحکومت سے باہر جانے والی سڑک پر نکل آئی تھی، گوریلا نما ڈرائیور یوں کار ڈرائیو کر رہا تھا جیسے یہ تیز رفتاری اس کا معمول ہو۔ کار کی رفتار اس وقت ساٹھ سے تجاوز کر چکی تھی۔ دارالحکومت سے چند میل آگے جا کر گوریلے نے پلٹ کر دیکھا اور اپنے ساتھی سے بولا۔ "میرا خیال ہے اس خونخوار بلی کو سُلا دو، یہ خطرناک دکھائی دیتی ہے۔"

روشی کے پہلو میں بیٹھے ہوئے شخص نے اثبات میں سر ہلایا۔

ابھی روشی اچھی طرح سمجھ بھی نہیں پائی تھی کہ کیا ہونے جا رہا ہے کہ ایک ریوالور کا دستہ اس کی کھوپڑی کے عقبی حصے پر پڑا اور وہ بغیر آواز نکالے لڑھک گئی۔

عمران نے ٹوسیٹر روک دی۔

ڈاکٹر داور کی کوٹھی کا مین گیٹ بند تھا۔ اس نے ہارن بجایا تو گیٹ کھول دیا گیا۔ وہ گاڑی آگے بڑھاتا ہوا اندر چلا گیا۔ یہ ایک بہت بڑی کوٹھی تھی جس کے ایک حصے میں ڈاکٹر صاحب کی ذاتی لیبارٹری بھی تھی۔

عمران ٹوسیٹر کو اسی جانب لے گیا اور پھر دروازے سے کچھ فاصلے پر اس نے گاڑی کو روک دیا، ٹوسیٹر سے نیچے اُتر کر اس نے اطمینان سے مُنہ چلایا اور پھر دیدے نچاتا ہوا اُس رائفل بردار شخص کی طرف بڑھ گیا جو پتھر کے مجسمے کی طرح کچھ فاصلے پر کھڑا تھا۔ "سلاما لیکم، بڑے بھائی۔" عمران نے قریب پہنچ کر ہانک لگائی۔

"کہیے جناب، کیسے مزاج ہیں۔" نگران نے مسکرا کر کہا۔ غالباً وہ عمران کو اچھی طرح سے جانتا تھا۔ "اس بار تو بہت دنوں بعد آپ کی صورت دکھائی دی ہے، کہیں باہر گئے ہوئے تھے کیا؟"

"ہاں۔" عمران نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "میں تین سال کے لیے انٹارکٹیکا گیا ہوا تھا وہاں ایک جنگلی لڑکی کے ہاں ہاتھی کا بچہ پیدا ہوا تھا، سوچا اسی کا انٹرویو لیتا آؤں۔" عمران نے بائیں آنکھ دبا کر انکشاف کیا تو مسلح نگران کا مُنہ حیرت سے کھل گیا۔

"ہاتھی کا بچہ جناب؟"

"ہاں بھائی، بالکل ہاتھی کا بچہ، میں نے اس بچے کو گود میں لے کر تین چار لوریاں بھی دی تھیں نتیجتاً اس نے سونڈ سے میری ناک صاف کی اور آنسو پونچھ کر گنگنانے لگا۔ میں نے انٹرویو کے دوران اس کی والدہ سے سوالات کیے۔ ایک سوال کے جواب میں اس نے مجھے بتایا کہ یہ سب فیملی پلاننگ کی وجہ سے ہوا ہے۔"

"کیا مطلب؟" نگران پر اب بھی حیرت طاری تھی۔

"فیملی پلاننگ نہ کرنے سے ہاتھی کے بچے کی پیدائش کوئی عجوبہ نہیں۔ وہاں تو کئی عورتیں انڈے تک دیتی ہیں، میں ایک انڈا لیتا آیا ہوں۔"

"ک... کہاں ہے جناب؟ مجھے بھی دکھائیے۔"

"خاموش۔" عمران نے یکایک سنجیدگی سے کہا۔ "میں ڈاکٹر صاحب سے اس انڈے کا تجزیہ کروانے ہی آیا ہوں۔ اس وقت وہ کہاں ہیں؟"

"اندر ہیں۔ لیکن بڑے سخت احکامات ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"آپ ان سے اس وقت نہیں مل سکتے۔ یہ ان کا حکم ہے کہ کسی کو مخل نہ ہونے دوں۔" نگران نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر کچھ ایسی نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھنے لگا جیسے استدعا کر رہا ہو کہ اسے انڈا دکھایا جائے۔

عمران نے اثبات میں سر کو جنبش دی۔ پھر پُرتشویش لہجے میں کہا۔ "پھر تو بہت بڑا نقصان ہونے کا اندیشہ ہے۔"

"کیا مطلب؟ کیسا نقصان صاحب؟"

"بھائی، عورت کا انڈا ہے، بس دس منٹ بعد پگھل کر ختم ہو جائے گا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جیب اس وقت گرم ہے اور یہ گرمی انڈے کو نقصان پہنچانے کے لیے کافی سے زیادہ ہے۔"

"آپ مذاق کر رہے ہیں۔" نگران بے ڈھنگے پن سے ہلنے لگا۔

"میں سنجیدہ ہوں، اب سامنے سے ہٹ جاؤ، ورنہ ممکن ہے ڈاکٹر صاحب تم پر الٹا ہی بگڑ جائیں کہ تمھاری وجہ سے اتنی عنقا شے ختم ہو گئی۔"

"ان سے معلوم کیے بغیر ممکن نہیں صاحب۔"

"ہوں۔ معلوم کرو۔"

"لیکن انھوں نے کہا تھا کہ میں کسی طرح انھیں پریشان نہ کروں حتیٰ کہ کوئی بہت ہی ضروری بات کیوں نہ ہو۔" نگران نے اُلجھن آمیز لہجے میں کہا۔ "لیکن آپ کا معاملہ بہت خطرناک ہے، خیر میں فون پر صاحب سے معلوم کرتا ہوں۔" نگران نے پول کے ساتھ لگے ہوئے بکس سے ریسیور نکالا اور ڈاکٹر داور کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ وہ مطمئن انداز میں سلسلہ ملنے کا انتظار کرنے لگا۔ عمران حیرت سے پلکیں جھپکاتا ہوا اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔

گزشتہ دو ماہ سے ڈاکٹر داور ایک اہم تحقیقی کام میں مصروف تھے اس لیے انھوں نے اپنی تمام ذاتی مصروفیات ختم کر دی تھیں۔ عمران اس بات سے بخوبی آگاہ تھا لیبارٹری کا مخصوص فون صرف گیٹ تک ہی محدود تھا۔ اس لیے وہ ان سے براہ راست گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔

دروازے سے اندر گھس کر لیبارٹری میں جانا دوسرے لفظوں میں موت کے منہ میں جانے کے مترادف تھا۔ نادیدہ شعاعوں کے جال نے اس دروازے کو بے انتہا خطرناک بنا رکھا تھا۔ عمران جانتا تھا کہ اس مخصوص دروازے سے اندر جانے والا پل بھر میں جل کر راکھ ہو سکتا ہے۔

غالباً دوسری جانب سے ڈاکٹر داور نے کال اٹینڈ کر لی تھی۔ "جناب! عمران صاحب آئے ہیں... جی... جی ہاں۔" نگران نے بات جاری رکھی۔ "جی، بہت ضروری کام ہے۔ ان کے پاس کسی عورت کا انڈا ہے، جی ہاں، وہ تجزیے کے لیے لائے ہیں، مگر... معاف کیجیے جناب، آپ خود ہی بات کر لیں۔" نگران نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے ریسیور عمران کی طرف بڑھا دیا۔ "ہیلو کیا تم عمران ہو؟" ڈاکٹر داور کی آواز سنائی دی۔

"جی عمران ہی بول رہا ہے۔" عمران نے گڑبڑا کر جواب دیا۔

"گدھے۔ کیا تم نہیں جانتے میں آج کل کس قدر مصروف ہوں، تم ابھی اور اسی وقت اپنی شرارتوں سمیت یہاں سے رخصت ہو جاؤ، ورنہ نگران تمھیں گولی مارنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔" ڈاکٹر داور نے سخت لہجے میں کہا۔ "اور یہ تم نے اسے کیا بیوقوف بنایا ہے، وہ عورت کے انڈے والی کیا بات ہے؟"

"جی وہ ایک عورت ہی کا انڈا ہے، میں نے دراصل رات اس کے تکیے کے نیچے سے پار کر لیا تھا۔"

"کیا بکتے ہو؟" ڈاکٹر داور نے غصے سے کہا۔

"اگر اجازت ہو تو بالمشافہ وضاحت کر دوں۔ فون پر بات کرتے کرتے میرے کان بولنے لگتے ہیں اور زبان سے سننا ممکن نہیں رہتا۔"

"بھاگ جاؤ!" ڈاکٹر داور کی دہاڑ سنائی دی۔

عمران نے ریسیور رکھ دیا اور ساتھ ہی بڑبڑایا۔ "شکریہ ڈاکٹر، میں ابھی حاضر ہو رہا ہوں۔" پھر اس نے نگران کی طرف پلٹ کر دیکھا۔ "جلدی کھولو دروازہ ڈاکٹر صاحب سے بمشکل دو منٹ کا وقت لینے میں کامیاب ہوا ہوں۔"

"میں ابھی دریافت کرتا ہوں۔"

"احمق۔" عمران پاؤں پٹخ کر دہاڑا۔ "وقت بہت کم ہے۔" یہ کہہ کر اس نے چوکیدار کو دھکا دیا اور وہ بے اختیار دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ایک میکنزم کو حرکت دے کر پہلے ان تباہ کن شعاعوں کے جال کو بے اثر کیا، اور پھر دروازہ کھول دیا۔ عمران جلدی سے آگے بڑھا اور لیبارٹری میں داخل ہو گیا۔

لیبارٹری کے اس حصے میں روشنی ہو رہی تھی جہاں ڈاکٹر داور کسی پیچیدہ مسئلے پر غور و فکر کر رہے تھے۔ عمران کے قدموں کی آہٹ سن کر وہ بری طرح چونک پڑے۔ جیسے ہی ان کی نگاہ عمران پر پڑی وہ اچھل پڑے۔ "تم... تم اندر کیسے آ گئے؟" وہ غرائے۔

"جی۔ جی پیدل۔"

"شٹ اپ، باہر نکل جاؤ، میں ایک ہفتے تک کسی سے نہیں مل سکتا۔"

"اب تو آپ کو غصہ آ ہی چکا ہے۔" عمران بڑبڑایا۔ "غصے کو دور کرتے کرتے چند منٹ تو گزر ہی جائیں گے۔ اگر اجازت دیں تو ان چند منٹوں کو ہی استعمال کر لوں۔ دراصل میں آپ سے بہت ہی اہم گفتگو کرنے آیا ہوں۔"

"عورتوں کے انڈے اور ہاتھی کے بچے کے علاوہ اگر کوئی اور بات ہے تو فوراً بیان کرو۔" ڈاکٹر داور عمران کی بات پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔ "سنو، اگر تم واقعی سنجیدہ ہو تو بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں پندرہ منٹ دے سکتا ہوں۔"

"شکریہ، باقی میں خود ہی بندوبست کر لوں گا۔"

"کیا مطلب؟"

"آپ نے اس اونٹ اور خیمے کے مالک کا قصہ تو سنا ہی ہو گا، اونٹ سردی سے ٹھٹھر رہا تھا اس لیے اس نے مالک سے اگلی ٹانگیں اندر رکھنے کی اجازت چاہی، کچھ دیر بعد اس نے گردن اندر کی اور صبح کے وقت مالک خیمے سے باہر لیٹا ہوا تھا اور اونٹ اندر تھا، لوگوں نے صبح اسے دیکھا تو بہت خوش ہوئے کیونکہ وہ بہت ہی بدمزاج آدمی تھا لیکن اس صبح وہ خلاف معمول ہنس رہا تھا، بعد میں معلوم ہوا کہ سردی کی وجہ سے اس کی روح قطب شمالی کی طرف پرواز کر گئی تھی اور وہ وفات پا گیا تھا۔"

عمران نے کہا۔ "اناللہ وانا الیہ راجعون۔"

"میرا خیال ہے اب تمہیں کان سے پکڑ کر ہی باہر نکالنا پڑے گا۔"

"خیال تو ٹھیک ہے، لیکن اس میں تھوڑا سا جھول نظر آتا ہے۔"

"وہ کیا؟" ڈاکٹر داور نے جھونک میں پوچھ لیا۔

"یہی کہ باہر مجھے نکالنا ہے، لہٰذا اپنے کان پکڑ کر آپ مجھے کس طرح نکال سکتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔"

"بس، وقت پورا ہو گیا۔" ڈاکٹر داور نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اللہ غریق رحمت کرے، جنازہ کب ہے؟"

"شٹ اپ اینڈ گیٹ آؤٹ۔"

"خیر۔" عمران ایک طویل سانس لے کر سنجیدہ ہو گیا۔ کچھ دیر وہ غور کرتا رہا جیسے ذہن میں خیالات کے سلسلے کو مرکوز کر رہا ہو پھر اس نے مختصراً حالات کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔ "اب تک تو جو ہوا جناب، آئندہ ایک ہفتے بعد مجرم کی دھمکی انتہائی خطرناک انداز میں سامنے آئی ہے۔ اس کا صاف مطلب ہے، دارالحکومت کی تباہی۔ جب تک ہم ان کے ٹھکانوں پر پہنچیں گے شہر تباہ و برباد ہو چکا ہو گا۔"

"اوہ... یہ تو بہت پرتشویش بات ہے، تم نے مجھے پہلے کیوں اطلاع نہیں دی؟" ڈاکٹر داور نے تشویش ظاہر کی۔ "مجھے پروفیسر کے مرنے کا بہت دکھ ہے۔ اس نے نئی نئی شادی کی تھی اور اس ممتاز سیاستدان کی موت کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔"

"یہ سب قومی نقصان کی باتیں ہیں جناب۔"

"خیر، اب تم اس مشن کے بارے میں تفصیلات بتاؤ۔ میری ریسرچ بعد میں بھی جاری رہ سکتی ہے۔ افسوس میں ان

حالات سے آگاہ نہ ہو سکا۔ حیرت تو یہ ہے کہ تم نے بھی مجھے نظر انداز کیے رکھا۔"

"اس وقت تک مجھے حالات کی سنگینی کا احساس نہیں ہُوا تھا۔" عمران نے جواب دیا۔" اب حالات نہ صرف بے قابو ہو چکے ہیں بلکہ جولیا اور روشی کی زندگی بھی خطرے میں ہے۔"

"کیا وہ دونوں مجرموں کی قید میں ہیں؟"

"جی ہاں، جولیا کو تو آج پانچواں دن ہے۔"

"ہُوں، مشن کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔"

عمران نے جیب ٹٹول کر چیونگم کا پیکٹ نکالا اور پھر دو پیس پھانک کر آہستہ آہستہ انھیں کچلنے اور غور کرنے لگا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ سب کچھ بتاتا چلا گیا۔

"گویا تمھاری دانست میں وہ مخصوص شعاعیں صرف تارکول یا ڈامر ہی کے لیے تباہ کن ثابت ہوتی ہیں؟"

"جی ہاں۔ میرا ابھی یہی خیال ہے۔" عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"ہُوں، اگر ایسا ہے تو تمھارے ذہن میں کوئی خاص بات بھی ہوگی۔ میرا مطلب ہے، صرف تارکول پر ہی شبہ کیوں ہُوا؟"

"عمارت کے جس حصے سے وہ شعاعیں سڑک کی طرف آ رہی تھیں، اس راستے پر الیکٹرک وائر بھی لگے ہُوئے ہیں میں نے ٹیلی فون کی تاریں بھی دیکھیں، ان میں سے کوئی بھی چیز متاثر نہیں ہُوئی۔"

"یہ محض تمھارا خیال ہے۔ اگر ایسا رہا ہوتا تو صفدر کی رپورٹ کے مطابق وہ گوریلا نما شخص کیوں ان شعاعوں کا شکار ہو گیا۔ میرا خیال ہے تارکول ان سے مل کر کوئی خاص ایکشن ضرور کرتا ہوگا۔ لیکن اس قسم کا فیصلہ کرنا مشکل ہی ہے کہ وہ محض تارکول کی وجہ سے ہی تباہ کن ثابت ہوتی ہیں یا اور کوئی وجہ ہے۔"

"کچھ بھی سہی۔ میں آپ سے الٹرا اسگمار یز استعمال کرنے کی درخواست کرنے آیا ہُوں۔"

"تم ان کے بارے میں کس طرح جانتے ہو؟" ڈاکٹر داور اُچھل پڑے۔

عمران کان جھاڑنے لگا۔

ڈاکٹر داور مسکرائے اور کہا۔" خوب یاد دلایا۔ لیکن عمران، ان سے تم اس پُراسرار مشن کو تباہ تو کر سکتے ہو لیکن پراسرار شعاعوں کا کس طرح علم ہوگا؟"

"کچھ بھی سہی، میں اب اپنا ایک بھی آدمی ضائع کرنا نہیں چاہتا۔"

"میری طرف سے تمھیں مکمل اجازت ہے، لیکن اس کے لیے میرے پاس ذخیرہ بہت ہی کم ہے، خیر، میں آج سے اِدھر کام شروع کر دیتا ہُوں۔" ڈاکٹر داور نے اُٹھتے ہوئے کہا۔" آؤ میرے ساتھ، میں تمھیں وہ مخصوص ہتھیار دیتا ہُوں جو الٹرا اسگمار یز کی جدید ترین شکل میں گزشتہ ماہ تیار ہو چکا ہے۔"

عمران ایک طویل سانس لے کر اُٹھ گیا۔

ڈاکٹر داور تیزی سے لیبارٹری کے آخری حصے کی طرف بڑھ رہے تھے، عمران منہ چلاتا ہُوا اُن کا تعاقب کرنے لگا اور بالآخر وہ خوشی سے کلکاری مار کر ہنس پڑا کیونکہ ڈاکٹر داور نے اس کی بہت بڑی اُلجھن ختم کر دی تھی۔

وہ حیرت سے اس مخصوص ریوالور کو دیکھ رہا تھا جس میں چیمبر کی جگہ شیشے کی ایک ٹیوب لگی ہُوئی تھی اور ٹیوب میں سبز رنگ کا چمکدار سیال صاف دکھائی دے رہا تھا۔

گویا یہ ایک طرح سے واٹر پسٹل سے مشابہ ریوالور تھا جس کی نال کا اندرونی حصہ بھی شیشے کا بنا ہُوا تھا۔

ڈاکٹر داور نے مُڑ کر ریوالور اس کی طرف بڑھا دیا۔

جولیا نے کراہ کر کروٹ بدلی اور پھر آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحے حیرت سے اِدھر اُدھر اندھیرے میں دیکھا پھر اچک کر بیٹھ گئی، یہ ایک ایسا کمرہ تھا جس کے طول و عرض کا اندازہ ممکن نہ تھا۔

اس کے جسم کا ایک ایک جوڑ دُکھ رہا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی آرے کی مدد سے بند بند الگ کر دیا گیا ہو۔ آنکھیں بند کر کے چند لمحے اس نے اندھیرے سے مانوس ہونے کی کوشش کی پھر اس نے محسوس کیا کہ وہ اس وقت اس کمرے میں نہیں ہے جس میں وہ بلیک کیٹ کے ساتھ خونی کھیل کھیلنے پر مجبور ہو گئی تھی۔

دفعتاً اس کے حلق سے سسکاری نکل گئی۔ اس کا ہاتھ بے اختیار کندھے کی طرف رینگ گیا، کندھے پر پٹی بندھی ہُوئی تھی۔ گویا تہ خانے سے نکلنے کے بعد اس کی مرہم پٹی بھی کی گئی تھی۔ لیکن اس وقت وہ کہاں ہے۔ یہ سوچ کر وہ اُلجھن

میں پڑ گئی۔

وہ حیران تھی کہ اس بار اُس کا پراسرار چیف کس قدر بے بس ہو گیا ہے کہ وہ اس کا سراغ تک نہ لگا سکا، ورنہ مایوسی کی انتہا ایکسٹو کی آمد کا پیغام بن جاتی تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ اس بار حالات کچھ زیادہ ہی بے قابو ہیں۔

عمران کی ریڈی میڈ کھوپڑی بھی اندھی ہو گئی ہو گی، جولیا نے سوچا، پھر وہ پلنگ سے اتر آئی، نیچے اترتے ہی وہ بُری طرح چونک پڑی۔ اس کے پاؤں کچی زمین سے ٹکرائے تھے۔

'یہ کون سی جگہ ہے؟' وہ غور کرنے لگی۔ آہستہ آہستہ فرش پر چلتی ہوئی وہ آگے بڑھی تو اس کا ہاتھ دیوار سے جا ٹکرایا، دیوار بھی پختہ نہیں تھی، وہ حیران رہ گئی کہ آخر ان پراسرار لوگوں نے اُسے یہاں کہاں پھینک دیا۔

دیوار کے سہارے ٹٹولتی ہوئی وہ گھومنے لگی۔ تقریباً دس منٹ بعد اس نے اس کچے کمرے کا اچھی طرح سے جائزہ لے لیا اور ایک کھڑکی کی بھی تلاش کر لی۔ کھڑکی سے باہر جھانکنا بے سود ہی تھا کیونکہ جس قدر تاریکی کمرے میں تھی اس سے زیادہ اندھیرا باہر پھیلا ہوا تھا۔

البتہ کھڑکی کے قریب کھڑے کھڑے اس نے کسی کے قدموں کی آواز ضرور سن لی تھی، یہ تعداد میں کتنے تھے اس کا فوری طور پر اندازہ تو ممکن نہیں تھا، ویسے جولیا کا خیال تھا کہ وہ کسی طرح بھی نصف درجن سے کم نہ رہے ہوں گے۔

وہ خاموش کھڑی دھڑکتے دل کے ساتھ ان آہٹوں کو سنتی رہی۔ جب کچھ وقت گزر گیا تو وہ خاموشی کے ساتھ کھڑکی سے ہٹ گئی۔ لیکن ابھی وہ دو قدم ہی آگے بڑھی ہو گی کہ ٹھٹک کر رہ گئی۔ اندھیرے میں اسے کسی کے قرب کا احساس ہوا تھا۔

"کون ہے؟" اس نے سرگوشی کی۔

کوئی جواب نہ ملا۔

"کون ہے؟" اس نے سرگوشی کی۔

خاموشی طاری رہی۔

جولیا کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا، کوئی اس کے آس پاس موجود تھا لیکن وہ پُراسرار وجود کس کا تھا اور اس سے کیا چاہتا تھا یہ اسے فوری طور پر نہ معلوم ہو سکا۔

وہ پے در پے کچھ ایسے حالات سے دو چار ہوئی تھی کہ لاکھ کوشش کے باوجود نہ تو اس سے نباہ کر سکی اور نہ ہی فرار ہونے میں کسی قسم کی کامیابی کا امکان نظر آیا۔ تھک ہار کر وہ اب آخری داؤ کھیلنے کا ارادہ کر چکی تھی۔

دفعتاً وہ چونک پڑی۔ اس نے لکڑی کے دروازے کو چرچراہٹ کے ساتھ کھلتے محسوس کیا، پھر اسے ہلکے سے دھندلکے میں دروازہ کھلا ہوا محسوس ہوا کمرے میں کسی کے تیز تیز سانسوں کی آواز محسوس ہو رہی تھی لیکن وہ کسی کو دیکھنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ البتہ دروازہ کھلا دیکھ کر وہ یہ سوچے بغیر نہ رہ سکی کہ اس نعمتِ غیر مترقبہ سے فیض یاب ہو ہی جائے تو بہتر ہے۔

وہ آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھی۔ باہر ٹہلتے ہوئے قدموں کی آوازیں مسلسل پیدا ہو رہی تھیں جنھیں سن کر اس کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوتی رہیں لیکن وہ دروازے کی طرف پیش قدمی نہ روک سکی۔

دروازے سے نکلنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ باہر نکل کر اس نے دیکھا کہ عمارت کے اس حصے میں کوئی نہیں ہے۔ گویا نگراں صرف عقبی حصے میں کھڑکی ہی کی دیکھ بھال کرنے میں مصروف تھے۔ اس خیال نے اس کے جسم میں تازگی کی لہر دوڑا دی اور فرار ہونے کی خواہش شدت پکڑ گئی۔ باہر نکلتے ہی وہ ایک طرف بھاگ اٹھی۔

یہ کوئی دیہاتی علاقہ تھا۔ وہ اس وقت کھلے میں تھی۔ تاروں بھرے آسمان کے نیچے اندھیرے کے سمندر میں ٹھنڈی ہوا بہہ رہی تھی۔ وہ ہوا کے جھونکوں کو محسوس کرتی ہوئی

ایک پادری مجمع میں یتیموں اور بیواؤں کے لیے چندہ جمع کر رہا تھا۔ اس نے تقریر کرتے ہوئے کہا: "میں سب لوگوں سے چندہ دینے کی درخواست کرتا ہوں مگر بیوائیں اور یتیم چندہ نہ دیں کیونکہ وہ تو حق دار ہیں۔"

اگلے اتوار کو اس نے دوبارہ مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "صاحبو! پچھلے ہفتے میں نے لوگوں سے بیواؤں اور یتیموں کے لیے چندہ مانگا تھا اور کہا تھا کہ بیوائیں اور یتیم چندہ نہ دیں... لیکن دو عظیم جنگوں سے اس قدر بیوائیں اور یتیم نہ ہوئے ہوں گے، جتنے میری چندے کی اس اپیل سے ہو گئے۔"

بھاگتی رہی۔ میدانی علاقہ تھا، اندھیرے میں یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کدھر جا رہی ہے۔ کدھر جانا تو تھیر ایک جملۂ معترضہ تھا اُسے تو قطعی علم نہ تھا کہ وہ اس وقت کس جگہ ہے؟ وہ بھاگتی رہی مسلسل، جس قدر تیزی سے ممکن تھا، اس کے پیروں میں گویا پَر لگ گئے تھے۔ اس احساس نے کہ وہ آزاد ہے، ہر قدم پر اسے قوت مہیا کی اور وہ ہر قدم تازہ دم ہو کر نئے حوصلے کے ساتھ اُٹھاتی ہوئی بھاگتی رہی، تیزی کے ساتھ۔ ہر ممکن تیز رفتاری کے ساتھ۔ دفعتاً اس کے دل نے بھی تیزی سے دھڑکنا شروع کر دیا۔ کوئی اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ کون ہو سکتا ہے؟ وہ سوچنے لگی۔

اس احساس کے باوجود کہ کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ اس نے بھاگنا ترک نہیں کیا بلکہ تعاقب کو محسوس کر کے وہ اور بھی زیادہ تیزی سے بھاگنے لگی۔ لیکن جیسے جیسے وہ آگے بڑھتی رہی تعاقب کرنے والا آسیب اس کے حواس پر قبضہ کرتا رہا۔

یکایک وہ رک گئی۔ اس کا سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ آس پاس کوئی نہیں تھا لیکن کوئی آسیب کی طرح اس کا تعاقب کر رہا تھا اور وہ اس کی موجودگی کو محسوس کر رہی تھی، یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی غیر مرئی جسم اس کے بالکل قریب ہی موجود رہا ہو۔

وہ جدھر منہ اُٹھا ایک بار پھر بھاگنے لگی وہ ہر لحظہ اس منحوس احساس سے دُور ہو جانا چاہتی تھی جس سے اس کا دم گھٹنے لگا تھا... وہ بلیک کیٹ کے خیال تک کو ذہن سے جھٹک دینا چاہتی تھی۔

بلیک کیٹ نے اُسے اس ویرانے میں اس انداز سے کیوں منتقل کر دیا کہیں وہ اس سے کوئی نیا کھیل تو نہیں کھیلنے جا رہی، یہ سوچ کر ہی اس کا دل دھڑکنا بھول گیا۔

بھاگتے بھاگتے محسوس کیا کہ آخر وہ کب تک یونہی بھاگتی رہے گی اور اس کے یہ لڑکھڑاتے قدم اسے کہاں تک لے جا سکیں گے۔ وہ بے سروسامانی کے عالم میں کدھر جا رہی ہے اور انجام کیا ہو گا؟ اس قسم کے سینکڑوں خدشات اس کے ذہن میں پیدا ہوئے لیکن اس نے بھاگنے میں کسی قسم کی سُستی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ یہ بات اسے تسکین بہم پہنچا رہی تھی کہ وہ لمحہ بہ لمحہ اس منحوس عورت سے تو دُور ہوتی جا رہی ہے جس کا سامنا کرنے کی کم از کم اس میں دوبارہ تو ہمت نہیں تھی۔

حیرت کی بات تو یہ تھی کہ وہ ایک میدانی علاقہ تھا۔ نہ جانے کہاں تک یونہی پھیلا ہوا لاتناہی میدان اور بیکراں اندھیرے میں لپٹی بھاگتی ہوئی آخر بے دم سی ہو گئی۔ دفعتاً اُسے کلائی کی گھڑی یاد آگئی۔

ارڈیم ڈائل کی گھڑی پر چار بجے کا وقت تھا۔ سردیوں کی رات، چار بجے کا عمل، ٹھٹھرتی ہوئی ہوائیں، تنہائی، اندھیرا اور ویرانی کے ساتھ ساتھ کسی نادیدہ تعاقب کرنے والے کا خیال، جولیا کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی طویل اور بھیانک خواب دیکھ رہی ہو۔

نائٹ میئر کا یہ سلسلہ واقعی بڑا بھیانک تھا لیکن کیا واقعی یہ کوئی بھیانک خواب تھا۔ اسے ایک بار تو اس حالت کی یقین دہانی کے لیے اپنا بایاں ہاتھ تک چبا ڈالنا پڑا۔ بھاگنے کی وجہ سے سردی کا احساس تو زائل ہو گیا تھا لیکن ٹانگیں شل ہو گئی تھیں۔ اب ایک قدم بھی آگے بڑھنا اس کیلئے مشکل ہو رہا تھا۔ یکایک اس کی سماعت سے بلی کی آواز ٹکرائی اور وہ یوں ایک جھٹکے سے رک گئی جیسے اچانک ہی اس کے سامنے دیوار آگئی ہو۔

اس کا پورا جسم پسینے میں شرابور ہو گیا۔

"اُف خدایا، کس جنجال میں پھنس گئی، اس نے بڑے کرب سے سوچا، پھر دائیں بائیں سر مارتی ہوئی دوبارہ بھاگنے لگی۔ بلی کی آواز نے اس کے حوصلے پست کر دیے تھے۔ اس منحوس آواز کو سنتے ہی اُسے یقین ہو گیا کہ بلیک کیٹ کا وہ خونخوار بلا جسے وہ ٹام کے نام سے پکارتی تھی، اس کے آس پاس ہی کہیں موجود ہے۔

جولیا نے فیصلہ کر لیا کہ اب وہ بلیک کیٹ کے ہاتھ لگنے کی بجائے موت کو ترجیح دے گی۔ اس عزم نے اُسے نئی قوت دی اور وہ اس قدر تیزی سے بھاگنے لگی کہ خود اُسے اپنا جسم ہوا کے دوش پر محوِ پرواز محسوس ہونے لگا۔

اُسے بھاگتے بھاگتے کئی گھنٹے ہو گئے، جسم پسینے اور تھکن سے نڈھال ہو چکا تھا، بالآخر وہ ایک جگہ ٹھوکر کھا کر گر گئی۔ گرتے ہی اس کے کانوں میں ننھے ننھے پھُدکتے ہوئے قدموں کی آواز پہنچی اور اس نے حوصلہ ہار دیا۔

ڈوبتے ہوئے ذہن اور مشرق کی جانب سے نمودار ہوتے ہوئے سپیدۂ سحر میں اس نے کسی کو اپنے اُوپر جھکتے دیکھا۔

اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ اس جھکی ہوئی شخصیت کو صاف دیکھ سکتی تھی۔

وہ بلیک کیٹ تھی!

*

بلیک زیرو سے فارغ ہو کر عمران کی ٹو سیٹر ایک بار پھر تیزی سے نکلی اور دانش منزل کے دروازے سے باہر سڑک پر آ گئی۔ کچھ ہی دیر قبل اسے صفدر کی کال ملی تھی جس نے دو گھنٹے بعد چوہان کی جگہ لینے کے بعد روشی کو اغوا کرنے والوں کی دیکھ بھال کا کام سنبھال لیا تھا۔ اس وقت وہ اس اطلاع کی وجہ سے راما نگر کی طرف جا رہا تھا۔

راما نگر دارالحکومت کے مضافات میں ایک خوبصورت آبادی تھی۔ جہاں کے لوگ شہر میں تجارت کرتے تھے یا پھر دارالحکومت کے چاروں طرف پھیلے ہوئے لہلہاتے کھیتوں کا سلسلہ ان ہی لوگوں کی ملکیت تھا۔

اس علاقے میں بڑی خوبصورت عمارتیں بھی تھیں۔ اگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو راما نگر گاؤں یا قصبے کی آبادی سے بہت مختلف تھا۔ دارالحکومت کے جدید ترین حصوں کی طرح جدید ترین عمارتیں اور دیگر زیبائشی مناظر وہاں بھی دکھائی دیتے تھے۔

ٹھیک سات بجے عمران کی کار مطلوبہ بنگلے تک پہنچ گئی۔ ٹو سیٹر کو احتیاط سے ایک طرف پارک کر کے اس نے واچ ٹرانسمیٹر پر صفدر سے سلسلہ ملانے کی کوشش کی "آئی کالنگ۔"

"صفدر ہیئر۔ اوور" جلد ہی صفدر کی آواز سنائی دی۔

"کوئی تبدیلی؟"

"نہیں جناب۔"

"ہوں۔ اس وقت کہاں ہو؟"

"عمارت کے بائیں رخ پر" صفدر نے جواب دیا۔

"آپ کہاں ہیں؟"

"مطلوبہ عمارت سے چند گز کے فاصلے پر۔"

"گاڑی ہے؟"

"ہاں کنواری ہے" عمران نے جھونک میں جواب دیا۔

دوسری طرف سے بے ساختہ ہنسنے کی آواز سنائی دینے لگی۔

"روشی کہاں ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"ابھی تک اندر ہے۔"

"کیا تم لوگوں نے احتیاط سے نگرانی کی ہے؟" عمران نے کسی قدر تلخ لہجے میں پوچھا۔

"بے فکر رہیں جناب کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے۔"

"اور اسی بے فکری سے میں بھی گردن پھنسا لوں، کیوں؟"

"وہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔"

"خیر، میرا خیال ہے کہ روشی خطرے میں ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ یہ لوگ گیٹ سخت نگرانی میں رکھتے ہیں اور میں ان لوگوں کی صورت پر برستی ہوئی شیطنیت بھی دیکھ چکا ہوں، اس لیے جو بھی ارادہ ہو، فوراً شروع کیجیے۔"

"ٹھیک ہے" عمران نے اثبات میں سر ہلایا "تم اپنی ٹھیک لوکیشن دو۔"

"میں اس وقت گیٹ کے بائیں ہاتھ تقریباً بیس گز کے فاصلے پر ایک اندھیری جگہ روپوش ہوں۔"

"تم اسی جگہ مورچہ بنائے رکھو۔"

"کیا آپ تنہا ہیں؟"

"دنیا میں ایسا ہی آیا تھا ایسا ہی رہوں گا اور رخصت کے وقت بھی میرے ساتھ کوئی نہ ہوگا" عمران نے پرتکلف لہجے میں جواب دیا۔

"پھر کیا ارادے ہیں، بھڑ جائیں؟"

"ایسا ہوتا تو تمہیں ٹانگ اڑانے سے کیوں روکتا تم اپنی بھڑوں کے چھتے سمیت اپنے خیمے میں مست رہو۔"

"کیا آپ اندر جا رہے ہیں؟"

"تمہیں میرا غم کیوں ستا رہا ہے؟"

"کیا کروں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔"

"ہوں" عمران نے ایک طویل ہنکارہ بھرا "خیر دل کو دبائے پڑے رہو۔ کوئی قدر دان مل گیا تو تمہاری طرف روانہ کر دوں گا۔ بصورت دیگر آہیں بھرتے رہنا۔"

"ٹھیک ہے میں منتظر ہوں۔"

"میں اندر پہنچتے ہی واچ ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کروں گا۔"

جواباً صفدر نے ایک طویل سانس لیا اور سلسلۂ گفتگو منقطع کر دیا۔ عمران نے گھڑی کی سوئیوں کو بارہ کے ہندسے پر اکٹھا کرنے کے بعد چابی کو دبایا اور پھر اندازے سے ہی وقت ملا کر درست کر لیا۔ ٹو سیٹر اس وقت عمارت سے کچھ فاصلے پر ایک درخت کے نیچے کھڑی تھی، عمران ایک طویل انگڑائی لے کر نیچے اترا۔ احتیاط سے چلتا ہوا وہ عمارت

کے پہلو میں پہنچ گیا۔

اس طرف پہنچ کر اُسے محسوس ہُوا کہ وہاں سے دیوار پھاندنا تو مشکل نہیں البتہ نگرانی کرنے والوں کو جُل دینا ناممکن ہے۔ وہ آہستگی سے عقبی حصّے کی طرف رینگ گیا۔ اُدھر سے اندر داخل ہونا کسی قدر سہل دکھائی دیا۔

دوسرے ہی لمحے اس نے جوتے اتار کر جیبوں میں ٹھونسے اور زمین پر جھک گیا۔ اچانک وہ کسی طاقتور اسپرنگ کی طرح اُچھلا اور اندھیرے میں اس کا جسم دیوار کے ساتھ ساتھ بلند ہونے لگا۔ دیوار کی منڈیر ہاتھوں سے ٹکرائی تو وہ چپک گیا۔

چند لمحے وہ وہیں دبکا آہٹ لیتا رہا۔ کسی قسم کی آواز سُنائی نہیں دی۔

اچانک وہ پنجوں کے بل نیچے کُود گیا، ہلکا سا دھماکا ہُوا اور عمران اس آواز کا ردِعمل دیکھنے کے لیے جہاں کا تہاں دُبک گیا۔ وہ دیوار کے اندرونی رُخ ایک کیاری میں گرا تھا۔

مکین غالباً بے پروا ہو گئے تھے۔

دفعتاً عمران چونک پڑا، اس نے قریب ہی کسی کے قدموں کی آہٹ سنی تھی "کون ہو سکتا ہے؟" وہ سوچنے لگا۔

وہ ایک سایہ تھا۔

عمران نے بغور دیکھا، وہ اس کے قریب سے گزرنے لگا۔ عمران کا ہاتھ فوراً ہی بغلی ہولسٹر کی طرف رینگ گیا۔ ریوالور کی نال پر سائیلنسر تو وہ پہلے ہی فٹ کر چکا تھا، ایسے میں اگر وہ قریب آیا ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ عمران اس کی کھوپڑی میں ہَوا کی آمدورفت کا بندوبست نہ کر دیتا۔ وہ سایہ ٹہلتا ہُوا آیا اور کچھ فاصلے سے ہی آگے بڑھ گیا۔ عمران دُبکا بیٹھا رہا۔ وہ اس شخص کے اندر داخل ہونے کا منتظر تھا۔ دفعتاً اس کے حسّاس کانوں سے کسی کے کُودنے کی آواز ٹکرائی۔

اُلوؤں کی طرح دیدے گھما کر خوب اِدھر اُدھر دیکھا لیکن فوری طور پر کوئی دکھائی نہیں دیا۔ غالباً کُودنے کے اس دھماکے کو عمارت کی نگرانی کرنے والوں نے بھی سُنا تھا۔ عمران کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گیا۔ اس کی تمام تر احتیاطی کارروائیوں پر پانی پھر گیا تھا۔ نگرانوں کا ایک پورا گروہ اس ہلکے سے دھماکے کی سُن گُن لینے کے لیے اِدھر اُدھر بُو سونگھنے نکل کھڑا ہُوا تھا۔ اندھیرے میں رینگتے ہُوئے ہیولوں کی تعداد رفتہ رفتہ بڑھتی رہی اور عمران دم سادھے پڑا رہا۔

دفعتاً دو سائے عمران کے قریب رک گئے۔ ان کی باتوں سے عمران نے اندازہ لگایا کہ روشنی ان کے قبضے سے نکل بھاگی ہے۔ عمران نے حیرت سے کھوپڑی کا عقبی حصّہ ٹٹولا۔ روشی اگر فرار بھی ہُوئی تھی تو کس طرف سے؟ اس نے سوچا کیونکہ اسے تو وہ قطعاً دکھائی نہیں دی تھی، یقیناً وہ ہلکے سے کودنے کے دھماکے کی آواز روشی ہی کے قدموں کی رہی ہو گی عمران پھولوں کی ایک کیاری میں چھپا بیٹھا تھا۔

جب تک سرچ لائٹ براہِ راست اس پر نہ ڈالی جاتی، اس کا نگاہوں میں آنا مشکل تھا تاہم وہ ہر طرح کے حالات سے نبرد آزما ہونے کا تہیّہ کیے بیٹھا تھا، حتیٰ کہ اس نے ریوالور بھی ہولسٹر سے نکال رکھا تھا۔

اس کے آس پاس بے قراری سے منڈلاتے ہُوئے سائے کوئی بیس منٹ تک پریشان رہے پھر وہاں سکوت چھا گیا۔

وہ اچانک ہی اُٹھا تھا اور اُٹھتے ہی اس کی سماعت سے کسی کی بھیانک غراہٹ ٹکرائی تھی۔ "خبردار حرکت کی تو گولی مار دوں گا"۔

"اب اندھیرے میں کون دیکھتا ہے کہ میں حرکت کر رہا ہوں یا نہیں"، عمران نے مزاحیہ لہجے میں کہا اور اس جگہ کو چھوڑ دیا۔

کیاری سے ہٹتے ہی اس کے ریوالور سے ایک شعلہ نکلا تھا، شعلہ لپکا اور غراہٹ سُنائی دی لیکن اس بار غراہٹ میں تکلیف کا عنصر گہرا تھا، گویا عمران کا نشانہ خطا نہیں گیا تھا۔

"بس دوست زیادہ ہوشیاری نہیں"، عقب سے ایک آواز سُنائی دی۔

عمران کے ہاتھ بے اختیار بلند ہو گئے جلد ہی اس کے سامنے دو سائے دکھائی دینے لگے۔ دفعتاً عمران نے ایک سائے کو دوسرے کی جانب جھپٹتے دیکھا اور اس کے ساتھ ہی دھماکے کی آواز سُنائی دی۔

عمران بُری طرح چونک پڑا۔

ایک چیخ دھماکے کے فوراً بعد سُنائی دی تھی عمران کے ٹھٹکنے کی وجہ وہ چیخ ہی تھی، اس چیخ کو بھلا وہ کیسے بھلا سکتا تھا وہ روشی کی آواز تھی۔

اس کا دل اُچھل کر حلق میں اٹک گیا۔

ریوالور والا ہاتھ اٹھا اور پھر اس نے آواز کے اندازے سے ہی دوسری جانب فائر جھونک مارا تھا۔ اس دوران وہ عقب میں کھڑے ہُوئے شخص سے نپٹ کر فارغ ہو چکا

تھا اور اس کی لاش عمران کے قدموں میں پڑی تھی۔
عمران نے محسوس کیا کہ فائرنگ سے پوری کوٹھی میں کہرام برپا ہو گیا ہے اس کے ساتھ ہی اس کی واچ میں بھی بار بار جھماکے ہونے لگے تھے۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رقصاں ہو گئی۔ وہ سمجھ گیا کہ صفدر نے فائرنگ کی آواز سن لی ہے۔
فائرنگ کی آواز سن کر ظاہر ہے صفدر کے ذہن میں سب سے پہلا خیال یہی آیا ہو گا کہ وہ مجرموں سے بھڑ گیا ہے۔ اس فائرنگ کا نتیجہ کیا رہا۔ غالباً گھڑی میں ہونے والا بار بار سگنل اسی غرض سے دیا جا رہا تھا کہ عمران فوراً رابطہ قائم کرے۔ ادھر اُدھر سالیوں کی بھگدڑ جاری تھی۔
عمران نے ٹرانسمیٹر کھولنے کی بجائے روشنی کو دیکھنا زیادہ ضروری خیال کیا اور اس خیال کے پیش نظر وہ تیزی سے ادھر رینگ گیا جدھر اس نے روشنی کے ہیولے کو گرتے دیکھا تھا۔ قریب پہنچ کر وہ روشنی کے بے ہوش جسم پر جھک گیا۔ بھاگتے ہوئے قدموں کی آہٹ آس پاس تھی اس نے جلدی سے روشنی کے بے ہوش جسم کو کیاری میں کھینچ لیا۔
جیسے ہی وہ خود کو قدرے محفوظ خیال کرنے لگا اس نے فوری طور پر روشنی کا جائزہ لینے کی کوشش کی۔
روشنی بے حس و حرکت لیٹی ہوئی تھی۔
کبھی کبھی اس کی اُکھڑی ہوئی سانسیں عمران کے دل پر آری سی چلا دیتیں اور پھر وہ اس کی نبض ٹٹول کر رہ گیا دفعتاً اس کا ہاتھ زخم سے مَس ہو گیا تھا۔ گولی پسلی میں لگی تھی۔
خون نکل نکل کر کپڑوں کو تر بتر کرنے کے ساتھ ساتھ روشنی کو بے حال کر رہا تھا۔ عمران نے محسوس کیا کہ اگر اسی طرح خون کا اخراج ہوتا رہا تو روشنی کو بچانا ناممکن ہو جائے گا۔ عین اسی لمحے اسے دوسرے دھچکے کا سامنا کرنا پڑا۔ نگرانی کرنے والوں نے سرچ لائٹ کے ذریعے انھیں تلاش کرنا شروع کر دیا تھا۔
یہ ایک خطرناک صورتِ حال تھی۔ اب کیا ہو سکتا ہے؟ اس کے ذہن میں فوراً یہ خیال پیدا ہوا اور پھر اس کے جبڑے سختی سے بھنچ گئے۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ روشنی کو یوں بے بسی کی موت نہیں مرنے دے گا۔
سرچ لائٹ تیزی سے گردش کر رہی تھی۔ عمران نے ایک طویل سانس لیا۔ اس وقت وہ پھولوں سے ڈھکی ہوئی ایک ایسی کیاری میں تھا جس جگہ خاص طور سے گھنی جھاڑیاں بھی تھیں۔ وہ روشنی کو اُٹھائے ہوئے اُدھر رینگ گیا۔
جھاڑیوں میں پہنچتے ہی اس نے واچ ٹرانسمیٹر پر صفدر سے رابطہ قائم کیا اور اسے کال کرنے لگا۔ ”آئی کالنگ“
”ایس ڈس سائیڈ۔“
”آر زخمی ہو گئی ہے، دیوار کا خیال رکھو۔“
”اوہ... ٹھیک ہے، میں تیار ہوں۔“
”میں دیوار سے کودنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ خیال رکھنا۔“ عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر وہ روشنی پر جھک گیا۔
سرچ لائٹ تیزی سے رینگتی ہوئی اسی جانب آ رہی تھی جہاں اس وقت وہ دونوں موجود تھے۔ عمران نے فوراً جھک کر روشنی کو اٹھایا اور کندھے پر ڈال لیا۔
جیسے ہی لائٹ اس تک پہنچی عمران پوری قوت سے اُچھلا لیکن وہ دیوار تک نہ پہنچ سکا۔ نیچے آتے ہی اس نے روشنی کی کراہ سنی تھی۔
”روشنی۔“ عمران نے سرگوشی کی۔
جواب ندارد۔
”روشنی۔“ عمران کی سرگوشی اس بار قدرے تیز تھی۔ اس بار بھی جواب نہ ملا۔ جس کا واضح مطلب تھا کہ وہ بے ہوش ہو چکی ہے۔
عمران نے فی الفور جھک کر اس کی نبض ٹٹولی تھی۔ نبض ابھی چل رہی تھی۔ عمران نے اسے ہاتھوں پر اٹھا لیا۔
اس سے قبل اس نے ہوائی سگنل دے دیا تھا۔ پھر اُوکی پہنچ کے جواب میں صفدر نے اُسے اطلاع دے دی تھی کہ وہ ان کی حفاظت کے لیے پوری طرح مطمئن ہے۔
عمران نے روشنی کے بے ہوش جسم کو لے کر دیوار تک اور دیوار سے نیچے کود کر اپنی ٹوسیٹر تک کیوں کر رسائی حاصل کی، اس کی روداد خود عمران کے ذہن میں خواب، بلکہ دھندلے سے خواب کی مانند اُجاگر تھی، البتہ صفدر خوب جانتا تھا۔
جیسے ہی عمران نیچے کودا، دیوار پر کئی سائے دکھائی دیے تھے۔ صفدر نے ان پر فائر کھول دیا۔ چونکہ اس کے پاس ایک اسٹین گن موجود تھی اس لیے دیوار کے اوپر رکھی ہوئی وہ تمام کھوپڑیاں جو عمران کے کودتے ہی دکھائی دی تھیں، دھماکے سے چیتھڑوں میں تبدیل ہو کر واپس جا گریں۔
اگلے ہی لمحے وہ ٹوسیٹر میں تھے۔ ٹوسیٹر میں بیٹھتے ہی عمران

نے واچ ٹرانسمیٹر پر صفدر کو اطلاع دی پھر وہ مختصر سی گاڑی عمران کی زندگی کا تیز رفتار ترین سفر کرنے میں طوفان کے بھی کان کترنے لگی۔

گاڑی کا رخ دانش منزل ہی کی جانب تھا۔ کچھ آگے آ کر وہ بلیک زیرو سے رابطہ کر کے اُسے روشی کی حالت سے آگاہ کر چکا تھا۔ ساتھ ہی اُسے یہ بھی ہدایت کر دی تھی کہ فوراً ڈاکٹر جعفری کو طلب کر لے۔

بیس منٹ بعد اس کی ٹو سیٹر دانش منزل میں داخل ہو رہی تھی۔ اگرچہ دارالحکومت تک کسی طرح بھی راستہ نصف گھنٹے سے کم نہ تھا تاہم عمران ٹو سیٹر کو ہوا کے دوش پر سوار کیے رہا تھا۔

بار بار اس کا دل دھڑک اٹھتا تھا گولی نہ جانے کہاں لگی تھی۔ کہیں ٹڈی کی اولاد ٹو سیٹر دغا نہ دے جائے۔ روشی ہمیشہ کے لیے رخصت ہی نہ ہو گئی ہو۔ جب کبھی اس کے ذہن میں روشی کے مرنے کا خیال اُبھرتا بے اختیار یہ خواہش دل میں جنم لیتی کہ گاڑی روک کر زخم کا جائزہ لے کر اپنا اطمینان کرے لیکن وہ خود پہ قابو پا لیتا اور ٹو سیٹر کی رفتار میں مزید اضافہ ہو جاتا تھا۔

ابھی وہ دانش منزل کے ڈرائنگ روم میں ہی پہنچا تھا کہ ڈاکٹر جعفری بھی پہنچ گیا، عمران اُسے دیکھتے ہی خوش ہو گیا۔ اس وقت ڈاکٹر جعفری نے جس قدر برق رفتاری کا مظاہرہ کیا تھا اس نے عمران کی طبیعت باغ باغ کر دی تھی۔ یہ سیکرٹ سروس کا اپنا ڈاکٹر تھا جسے بعض دشواریوں کی وجہ سے ایکسٹو نے صرف ممبروں ہی کے لیے مخصوص کر لیا تھا۔ اس لحاظ سے ایک طرح ڈاکٹر جعفری سیکرٹ سروس کا ہی ممبر تھا۔ فرض شناسی میں اس کا ماضی اس قدر تابناک تھا کہ عمران نے بلا رد و کد اسے دانش منزل کے معاملات تک ہی محدود کر دیا تھا۔ خود عمران اُسے بے پناہ پسند کرتا تھا۔

روشی کو آپریشن ٹیبل پر لٹا دیا گیا۔ ڈاکٹر جعفری نے اندر داخل ہوتے ہی روشی کو آپریشن روم میں پہنچانے کا حکم دے دیا تھا۔ اس وقت بلیک زیرو اور عمران دونوں ہی کے حلیے قابل دید تھے، خود ڈاکٹر جعفری کی آنکھوں سے الجھن جھانک رہی تھی۔ ڈاکٹر نے زخم کا جائزہ لیا، عمران کی طرف دیکھنے کے بعد وہ چند لمحے بے خیالی میں اُسے گھورتا رہا۔ عمران کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

"عمران صاحب" جعفری نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے ڈاکٹر، پلیز" عمران نے گھٹے گھٹے لہجے میں پوچھا۔

"اُمید تو نہیں لیکن ٹرائی کرتا ہوں"

"کیا زخم خطرناک ہے؟"

"ہاں۔ میرا خیال ہے پھیپھڑے متاثر ہیں، اگر اس جگہ آپریشن کر کے فوری طور پر ٹانکے لگا دیے جائیں اور دوران خون قابو میں رہا تو مس روشی کی زندگی کی ضمانت دی جا سکتی ہے"۔

"بلڈ بینک میں خون ہے؟" عمران نے پوچھا۔

بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور ڈاکٹر کو اشارہ کیا کہ وہ نتائج سے بے پروا ہو کر کام شروع کر دے کیونکہ تاخیر کی حالت میں انجام خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔

دانش منزل کے بلڈ بینک میں قوم کے ان جیالوں کا خون گروپ کے لحاظ سے ہر وقت وافر مقدار میں موجود رہتا تھا۔ اس لیے عمران کو یوں تو بے فکری ہو گئی تھی لیکن پھر بھی اس کی بے چینی دُور نہ ہو سکی۔

بلیک زیرو بھی اُلجھا اُلجھا سا تھا۔ عمران مُنہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔ ڈاکٹر جعفری بڑی تندہی سے کام میں مصروف ہو گیا۔

گولی بائیں پسلی میں دل کے مقام سے کئی انچ کے فاصلے پر اندر گھسی تھی اس لیے صورت حال انتہائی مخدوش تھی۔ ڈاکٹر نے اس نازک آپریشن کا آغاز کر دیا۔

عمران کمرے سے باہر نکل گیا، بلیک زیرو کی آنکھیں دھندلا گئیں۔ وہ عمران کی حالت سے بخوبی واقف تھا۔ وہ جانتا تھا کہ روشی اگرچہ سیکرٹ سروس کی باقاعدہ ممبر نہیں ہے تاہم عمران اور سیکرٹ سروس کے ممبروں کے لیے وہ جداگانہ حیثیت کی مالک بھی نہیں تھی۔

عمران اگرچہ ہر معاملے میں درندہ تھا لیکن وہ اپنے سے وابستہ کسی بھی ہستی کو کسی تکلیف میں دیکھ کر بے چین ہو جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ روشی کی حالت نہ دیکھ سکا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

آپریشن کے لیے ضروری انجکشن لگا دیے گئے۔ جیسے ہی ڈاکٹر نے آپریشن شروع کیا روشی کی نبضیں یکلخت ڈوبنے لگیں اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات پھیل گئے۔ بلیک زیرو نے مُنہ پھیر لیا۔

"آپریشن جاری رکھیں ڈاکٹر۔ پریشانی سے کوئی فائدہ نہیں"

ڈاکٹر نے ایک بار پھر تندہی سے کام کا آغاز کیا۔ بلیک زیرو اسے مکمل یکسوئی دینے کے لیے ملحقہ کمرے میں چلا گیا۔ جہاں عمران پہلے سے موجود تھا۔ اسے دیکھتے ہی عمران نے پُراستفسار نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا لیکن بلیک زیرو نے کوئی جواب نہیں دیا۔

عمران کی آنکھوں میں پریشانی کے گہرے سائے لہرانے لگے "کیا بات ہے طاہر؟"

"حالت ابھی خطرے سے باہر نہیں ہے۔"

"کوئی خاص بات؟"

"آپریشن شروع ہونے سے قبل ہی نبضیں ڈوب رہی ہیں۔"

"تم نے ڈاکٹر کو تنہا کیوں چھوڑ دیا؟"

"اسے یکسوئی سے کام کرنے کا موقع ملنا چاہیے۔"

عمران نے اثبات میں سر ہلایا۔ کچھ دیر وہ بیقراری سے کمرے میں ٹہلتا رہا پھر دروازہ کھول کر باہر برآمدے میں چلا گیا۔ بلیک زیرو نے سگریٹ سلگایا اور متفکر انداز میں دھیرے دھیرے کش لگانے لگا۔ وہ ازحد مضطرب تھا۔ بلیک زیرو اور عمران کو ایک ایک لمحہ بھاری محسوس ہو رہا تھا۔

آپریشن روم میں گہری خاموشی طاری تھی۔ ڈاکٹر جعفری تنہا روشی کے آپریشن میں مصروف تھا، کچھ دیر ٹہلنے کے بعد جب عمران سے نہ رہا گیا تو وہ دروازہ کھول کر کمرے میں جا گھسا۔ جعفری نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ عمران خاموشی سے اس کے قریب جا کھڑا ہوا۔ اس کی نگاہیں روشی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں جو اس وقت ڈھلے ہوئے کپڑے کی طرح سفید پڑ گیا تھا۔ خون کا ایک پنٹ بستر سے چار فٹ کے فاصلے پر معلق تھا اور نالی کے ذریعے قطرہ قطرہ خون روشی کے بازو کی اس نس میں سرایت کر رہا تھا جس میں انجکشن کی سوئی پیوست تھی۔

عمران نے جھک کر دیکھا اور پھر ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ جعفری اور عمران کی نگاہیں ملیں۔ عمران نے ڈاکٹر کی آنکھوں میں ایک مخصوص چمک دیکھی اور سمجھ گیا کہ ڈاکٹر اپنی جدوجہد میں ناکام نہیں رہا۔ وہ اطمینان سے سر ہلاتا ہوا ایک بار پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔ بلیک زیرو اس دوران برآمدے میں آ چکا تھا۔ عمران کو دیکھتے ہی اس نے کہا "اب کیا حال ہے؟"

"جعفری کا آپریشن کامیاب رہا۔"

"اوہ گڈ۔ تھینک گاڈ" بلیک زیرو نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ پھر چونک کر عمران کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ان دونوں کو عین اسی وقت کسی کتے کے پلے کی رونے کی آواز سنائی دی تھی۔

"دیکھو کون ہے؟"

"کون ہو سکتا ہے؟" بلیک زیرو نے کہا۔

"ممکن ہے صفدر کی کال ہو" عمران نے جواب دیا۔ بلیک زیرو تیزی سے اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جس میں وہ مخصوص ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا۔

"ایکسٹو" بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"میں صفدر بول رہا ہوں جناب۔"

"کیا بات ہے صفدر؟"

"مجرموں نے اس عمارت کو تباہ کر دیا ہے جناب۔"

"ہوں۔ کیا تم کسی کا تعاقب کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے؟"

"سوری جناب۔ یہ سب کچھ اتنا اچانک تھا کہ ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ پوری عمارت دھماکے سے اُڑا دی گئی۔"

"ڈائنامیٹ؟" بلیک زیرو نے کہا۔

"جی ہاں جناب۔ دھماکوں سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ تم واپس چلے آؤ۔"

"وہ۔ روشی کا کیا حال ہے جناب؟"

"ابھی ڈاکٹر جعفری نے اس کا کامیاب آپریشن کیا ہے گولی نکل آئی ہے اور اس وقت روشی کی حالت خطرے سے باہر ہے۔"

"تھینک گاڈ۔"

بلیک زیرو نے صفدر کی آواز سنتے ہی سلسلہ منقطع کر دیا اور عمران کی طرف چل دیا۔ عمران کو دیکھتے ہی اس نے صفدر کی رپورٹ کے بارے میں بتایا اور عمران کا منہ لٹک گیا۔

"اس بار عجیب صورت حال سے دوچار ہیں" وہ ... بڑبڑایا اور آپریشن روم کی طرف بڑھ گیا۔

ڈورین نے حیرت سے اس دیوہیکل حبشی کی طرف دیکھا جو اس کے سامنے کسی چٹان کی طرح تن کر کھڑا تھا کچھ دیر تو اسے دیکھتی رہی پھر اس کے ہونٹوں پر ایک دلفریب

مسکراہٹ رقصاں ہوگئی۔

"چلو اٹھو!" جوزف نے اس کی مسکراہٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے غرا کر کہا اور دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"میں کہیں نہیں جاؤں گی۔" ڈورین نے گھبرا کر سلاگر کی طرف دیکھا۔ سلاگر نے منہ پھیر لیا۔

جوزف کے بھدے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، اس نے شراب کے نشے میں سرخ آنکھوں سے ایک نظر سلاگر کی طرف اور پھر ڈورین کی طرف دیکھا جو سلاگر کی طرف یوں دیکھ رہی تھی جیسے وہ اسے روک لے گا۔ لیکن سلاگر نے جوزف سے بھڑ جانا تو درکنار ڈورین کی طرف دیکھا تک نہیں۔

"چلو۔ میں زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔" جوزف نے اس بار جارحانہ لہجے میں کہا۔

"کہاں۔ تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو؟"

"تمھیں خود معلوم ہو جائے گا۔"

"تم اپنے مالکوں سے کہو۔ وہ مجھ سے یہیں بات کر لیں۔ میں تم جیسے درندے کے ساتھ کہیں نہیں جا سکتی۔"

ڈورین نے تھوک نگل کر کہا۔ "وہ مجھ سے جو کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں میں انھیں اسی کمرے میں بتا سکتی ہوں۔ لیکن جس قدر میں جانتی ہوں اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتی۔"

"تم بے کار وقت ضائع کر رہی ہو۔"

"میں کہیں نہیں جاؤں گی۔"

"سنو لڑکی۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ باس تم سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں یا تم اسے کیا بتانا چاہتی ہو۔ میں صرف حکم کا غلام ہوں اور احکامات کی بجا آوری میرا فرض ہے۔ لہٰذا تم سیدھی طرح میرے ساتھ چلی چلو ورنہ میں جس انداز میں تمھیں لے جاؤں گا، ممکن ہے وہ تمھیں ناگوار گزرے۔ لیکن اس وقت موقع گنوا کر تمھیں افسوس ہوگا۔"

ڈورین ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔ سلاگر اٹھا اور اس نے ڈورین کے کندھے پر تھپکی دی۔

"مسٹر جوزف ٹھیک کہتا ہے ڈوری... تمھیں اس سے بحث کرنے کی بجائے اس کی باتوں پر عمل کرنا چاہیے۔"

"لیکن سلاگر کہیں میں..."

"کم از کم مسٹر جوزف سے تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، یہ لوگ مجبور اور بے بس لوگوں کی عزت سے کھیلنا پسند نہیں کرتے۔"

ڈورین نے ڈری ڈری نگاہوں سے ایک بار جوزف کی دیو پیکر شخصیت کا جائزہ لیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ جوزف دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ اس وقت وہ ساؤنڈ پروف کمرے کے پہلو میں واقع اس کمرے میں موجود تھے جو ان دنوں سلاگر کی تحویل میں تھا۔

ڈورین کا زخم بڑی حد تک بھر چکا تھا اور اب وہ قدرے دشواری کے ساتھ چل سکتی تھی۔ وہ زخمی ٹانگ پہ ہلکا سا دباؤ ڈال کر چلتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔ جاتے جاتے ایک بار اس نے سلاگر کی طرف بھی دیکھا تھا جو اس سے نگاہیں چار کرتے ہوئے معنی خیز انداز میں سر ہلا کر رہ گیا تھا۔ وہ راہداری میں آ گئے۔

جوزف نے دروازہ بند کر کے باہر سے لاک کر دیا اور راہداری میں آگے بڑھ گیا۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور حتیٰ المقدور اس بات میں کوشاں بھی دکھائی دیتا تھا کہ ڈورین اس سے پیچھے نہ رہ جائے۔ دانش منزل کی نیم تاریک راہداری میں ان کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی رہی اور وہ چلتے ہوئے ایک کمرے تک پہنچ گئے۔ یہ دانش منزل کا آخری کمرہ تھا۔ جوزف نے دروازہ کھولا۔

ڈورین قدرے جھجکی، اس نے عقب میں دیکھا لیکن پوری عمارت خاموشی میں ڈوبی ہوئی تھی، راہداری بھی ویران تھی، وہ متذبذب سی آگے بڑھی اور جوزف کے اشارے پر کمرے میں داخل ہو گئی۔ جوزف نے اس کے اندر گھستے ہی دروازہ لاک کر دیا۔ اس وقت وہ تنہا ایک کمرے میں تھے۔

آرائش سے نشست کے لیے استعمال ہونے والا وہ مخصوص کمرہ کچھ یوں دکھائی دیتا تھا جیسے وہاں خصوصی میٹنگ وغیرہ کا اہتمام کیا جاتا ہو۔ ڈورین نے الجھی الجھی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ "بیٹھ جاؤ لڑکی۔" جوزف نے کہا۔

ڈورین ایک آرام دہ صوفہ پر بیٹھ کر ہانپنے لگی۔ جوزف چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے الماری کھول کر ایک بوتل نکالی اور ڈورین کے سامنے میز پر رکھ دی۔ ڈورین نے شراب کی بوتل کو دیکھا تو چونک پڑی، وہ الجھن آمیز نگاہوں سے کبھی جوزف اور کبھی بوتل

کی طرف دیکھتی رہی جیسے اس شبہ میں مبتلا ہو گئی ہو کہ کہیں جوزف کے ارادے تو خراب نہیں ہو گئے۔ جوزف نے ایک گلاس بھی ساتھ رکھ دیا اور خود ایک طرف رکھے ہوئے ٹیپ ریکارڈر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

اس نے ٹیپ ریکارڈر اٹھا کر بوتل کے قریب ہی رکھ دیا۔ پلگ کو ساکٹ میں لگانے کے بعد اس نے ٹیپ کو آن کر دیا۔ "تم اس بوتل کو ختم کرتے ہوئے باس کی باتوں کا جواب دیتی جاؤ گی، کسی بات کا جواب گول کرنے کی کوشش اس مہمان نوازی کی بجائے دیگر تکالیف کا باعث بن سکتی ہے۔"

ڈورین نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔ ٹیپ مسلسل چل رہی تھی لیکن ابھی تک آواز سنائی نہیں دی تھی، جوزف نے ایک بٹن دبا دیا، جس کا تعلق خفیہ مائک کے ذریعے ایک اور ٹیپ ریکارڈر سے تھا۔ جب ہر طرح سے انتظامات مکمل ہو گئے تو وہ ایک جانب یوں بیٹھ گیا جیسے اس کمرے میں تنہا رہا ہو۔ اس نے ایک بار بھی نگاہ اٹھا کر ڈورین یا اس بوتل کی جانب نہیں دیکھا تھا جس سے ایک گلاس انڈیلنے کے بعد وہ چسکیاں لینے لگی تھی۔ جوزف نے اس کے چہرے پر قدرے اطمینان کی جھلک محسوس کر لی تھی۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" ٹیپ سے عمران کی مخصوص بھرائی ہوئی آواز ابھری، لہجہ ایکسٹو کا سا خشک اور جذبات سے عاری تھا، ڈورین چونک پڑی، وہ اس آواز کی بازگشت روح کی گہرائی میں محسوس کر رہی تھی جب اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تو جوزف نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ جوزف کی خونخوار نگاہوں کو دیکھتے ہی وہ ہوش میں آ گئی۔

"میرا نام ڈورین شننگر ہے۔"

"کس ملک سے تعلق رکھتی ہو؟"

"نسلاً آئرش ہوں اس وقت ہالینڈ سے تعلق رکھتی ہوں۔"

"یہاں کب آئی تھیں؟"

"دو سال قبل۔"

"اس دوران تمہاری مصروفیات کیا رہیں؟"

"سال بھر تو سیاحت کی اور چند ایسی باتوں کا جائزہ لیا جو تنظیم نے میرے لیے مخصوص کر رکھی تھیں۔" ڈورین نے ہونٹ چبا کر جواب دیا اور گلاس منہ سے لگا کر گویا حلق تر کرنے لگی۔

"تم کس تنظیم سے تعلق رکھتی ہو؟"

"بلیک کیٹ تنظیم سے۔"

"اس تنظیم کا کیا لائحہ عمل ہے؟"

"ایٹمی توانائی کے اس سینٹر کو اپنے قبضے میں لینا جو اس ملک میں حال ہی میں قائم کیا گیا ہے۔"

"کیا تم نے وہ سینٹر دیکھا ہے؟"

"ہاں۔ میں نے اس کام میں سال بھر صرف کیا ہے اور میں اس کی مفصل رپورٹ بلیک کیٹ کو دے چکی ہوں۔"

"بلیک کیٹ کون ہے؟"

"اسے آج تک کسی نے نہیں دیکھا، وہ کس ملک سے تعلق رکھتی ہے، یہ بھی کسی کو معلوم نہیں۔ سنا ہے بہت ہی حسین عورت ہے اس قدر حسین کہ عام آدمی اس کے حسن سے متاثر ہو کر اس کے لیے اپنی جان پر بھی کھیل سکتا ہے لیکن وہ مردوں سے نفرت کرتی ہے اس لیے کسی مرد کو اس کے قریب جانے کی جرأت نہیں ہوتی۔ کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ۔۔۔"

کلک کی آواز سنائی دی۔

جوزف نے ٹیپ بند کر کے ریل کو واپس گھمایا اور ڈورین کو اشارہ کیا کہ وہ اپنا بیان جاری رکھے۔

"کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کسی نفسیاتی مرض میں مبتلا ہے اسے بلیوں سے بے پناہ محبت ہے اور اس کے ہاں ایک خونخوار بلا بھی موجود ہے جسے وہ ٹام کہہ کر پکارتی ہے گزشتہ سال میری ایک سہیلی جو اس تنظیم کی ممبر تھی۔۔۔ اسے بعض نامعلوم وجوہ کی تحت موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس سے مجھے معلوم ہوا تھا کہ بلیک کیٹ اور ٹام کے درمیان لطیف جذبات پائے جاتے ہیں اور ٹام اس کے اشاروں پر ناچتا ہے اور وہ کسی کو بلیک کیٹ کے قریب برداشت نہیں کر سکتا۔ میری سہیلی جینکی کو ایک بار ٹام کے حوالے کر دیا تھا، ٹام نے اسے بڑے اذیتناک انداز میں ہلاک کر دیا تھا۔ تنظیم کی بیشتر عورتیں، ٹام کی وجہ سے خودکشی بھی کر چکی ہیں۔"

"کیا بلیک کیٹ اس ملک میں موجود ہے؟" ٹیپ ریکارڈر سے آواز ابھری۔

"ہاں۔ وہ تقریباً چار ماہ ہوئے یہاں آئی تھی۔ اس وقت سے تنظیم کے تمام داخلی و خارجی امور اسی کے ہاتھ میں ہیں۔"

"آسیبی شاہراہ کی کیا حقیقت ہے؟"

"یہ کام صرف آپریشن ڈیپارٹمنٹ کے ہاتھ میں ہیں۔"
"سلاگر کون ہے؟"
"آپریشن ڈیپارٹمنٹ کا ایک کارکن۔"
"اسے تنظیم کے بارے میں کیا کچھ معلوم ہے؟"
"شاید کچھ نہیں۔ ہر کوئی اپنے کام سے کام رکھتا ہے۔ کسی معاملے میں بلا وجہ دلچسپی کا دوسرا مطلب، موت بھی ہو سکتا ہے۔"
"آسیبی شاہراہ کے حادثات کے پس منظر میں کیا تھا؟"
"غالباً اس حصے پر قبضہ کرنا۔" ڈورین نے گلاس رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ بات کوئی بھی نہیں جانتا کہ ایک ایسی شاہراہ کے سلسلے میں تنظیم نے کوشش کیوں کی جس پر قبضہ کرنے سے وہ اپنے آپ کو راز میں نہیں رکھ سکتی۔ تنظیم کے بیشتر لوگوں کو اس پر اعتراض تھا لیکن کوئی آواز بلند نہ کر سکا۔ ابھی تک آسیبی شاہراہ کی ناکامی کے سلسلے میں بھی کوئی ردِ عمل سامنے نہیں آیا۔ معلوم نہیں بلیک کیٹ کیا چاہتی ہے۔ شاید دارالحکومت میں ہونے والے ہنگامے اسی سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں۔"
"اگر سلاگر کو چھوڑ دیا جائے تو کیا ہوگا؟"
"اسے فوراً بلیک کیٹ کے پاس پہنچا دیا جائے گا پھر اس کا کیا حشر ہوگا۔ یہ کسی کو معلوم نہیں۔ لیکن ممکن ہے اسے دیکھتے ہی گولی مار دی جائے۔"
ڈورین نے نیا گلاس بنایا اور یوں جوزف کی طرف دیکھنے لگی جیسے اس سے پوچھ رہی ہو کہ سوالات کا یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا لیکن جوزف تو یوں چھت کو گھور رہا تھا جیسے وہ وہاں تنہا بیٹھا ہوا ہو۔



عمران نے فلیٹ کے دروازے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا اور چونک پڑا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اگرچہ یہ بات سلیمان کی سرشت میں شامل نہیں تھی لیکن پچھلے چند دنوں سے وہ کچھ بے پروا ہو گیا تھا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ پڑوس کی ایک باورچن تھی جو اپنے تمام تر مسالہ جات سمیت سلیمان کی کھوپڑی پر سوار ہو گئی تھی۔ سلیمان کو وہ کچھ اس قدر دلچسپ محسوس ہوئی کہ وہ عمران کے لاکھ غرانے اور چیخنے کے باوجود چاروں ہاتھوں پاؤں سے وادیٔ عشق میں کود پڑا تھا۔

عمران نے کال بیل بجائی اور نہ ہی دروازے پر دستک دی۔ کیونکہ دروازہ کھلا ہونے کا مطلب تھا کہ وہ باورچن اس کے فلیٹ میں موجود ہے۔ وہ دبے قدموں اندر داخل ہوا اور دروازہ بولٹ کر کے آگے بڑھ گیا۔
کچن میں کوئی نہیں تھا۔ پھر اس نے سلیمان کے کمرے میں جھانک کر دیکھا تو چونک پڑا، وہ بستر پر بے سُدھ لیٹا ہوا تھا۔ عمران نے حیرت سے دیدے نچائے۔ گویا باورچن رخصت ہو چکی تھی۔ کمرے میں نائٹ بلب روشن تھا۔ وہ دبے قدموں اندر داخل ہوا۔ سلیمان کے قریب پہنچ کر اس نے دیکھا کہ وہ گہری نیند سو رہا ہے اور اس کے چہرے پر اطمینان کی جھلک تھی۔
"پیارے سلیمان!" عمران نے دھیرے سے پکارا۔
سلیمان بے سُدھ پڑا رہا۔
"میں نے کہا سلیمان صاحب!"
جواب ندارد۔
عمران نے دونوں ہاتھوں سے اُسے جھنجھوڑ ڈالا اور سلیمان ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا پھر آنکھیں مَلتے ہوئے عمران کی طرف دیکھا۔ اور بولا "کیا ہے صاحب؟"
"ابے تو سو رہا تھا کیا؟" عمران نے حیرت سے دیدے نچائے۔
"جی نہیں۔ جھک مار رہا تھا۔"
"خواب میں؟"
"جی ہاں۔" سلیمان نے بڑے خلوص سے جواب دیا۔ "آپ بھی جا کر جھک ماریے۔ رات اسی لیے بنائی گئی ہے صبح بتایئے گا کہ کیا حال ہے؟"
عمران اثبات میں سر ہلاتے لگا۔ "لیکن میں اس وقت چائے پینا چاہتا ہوں۔"
"باہر سے پی کر آئے ہوتے۔"
"سب ہوٹل بند ہیں۔"
"جب ہوٹل بند ہیں تو پھر گھر والوں پر بھی رحم کر دیا کریں۔"
"میں تمہاری جلی کٹی سن سن کر بیزار ہو گیا ہوں۔" عمران دہاڑا۔ "اٹھ کر چائے بناؤ ورنہ ابھی تمہاری بھینگی محبوبہ کی شان میں کچھ نہ کچھ کہنا شروع کر دوں گا۔ اور کم بخت تو اس کے جانے کے بعد دروازہ بھی بند نہیں کرتا۔"
"کیا وہ بند کر کے نہیں گئی؟"

"گئی تھی تو پھر میں اندر کس طرح داخل ہو گیا؟"
"یہ تو آپ کو معلوم ہو گا، کیونکہ اندر آپ آئے ہیں میں نہیں"، سلیمان نے بے نیازی سے کندھے جھٹک کر کہا اور بستر پر دراز ہو گیا۔
"اُٹھ کر چائے بناؤ" عمران دہاڑا۔
"جا کر سو جائیں، صاحب!"
"پھر...؟" عمران نے سوال کیا۔
"میں چائے بناتا ہوں"
"لیکن میں کیوں سو جاؤں؟ چائے کون پیئے گا؟"
"جو بنائے گا، پی بھی لے گا"
"ٹھیک ہے" عمران نے اثبات میں سر ہلایا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ خواب گاہ میں پہنچ کر اس نے بتی جلائی۔ دن بھر وہ ادھر اُدھر کے کاموں میں مصروف رہا تھا اس لیے اب وہ اطمینان سے کچھ غور کرنا چاہتا تھا غور کرنے کے لیے چائے کی ضرورت نہ تھی لیکن اس سنک کا کیا کرتا جو عموماً اس کے ذہن پر سوار ہو کر ایسے ہی بے تکے احکامات دینے کا باعث بن جایا کرتی تھی۔
وہ گلا پھاڑ پھاڑ کر چائے کے لیے آواز لگانے لگا۔
اس نے سلیمان کی بڑبڑاہٹ سنی پھر کچن میں برتنوں کی کھڑ پڑ ہونے لگی گویا سلیمان نے ہتھیار ڈال دیے تھے اور اس کے لیے چائے تیار ہو رہی تھی۔
عمران بیٹھ گیا اور کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ حالیہ کیس نے اس کی کھوپڑی پر کچھ ایسی چوٹیں لگائی تھیں کہ وہ بلبلا اُٹھا تھا۔
سلاگر اور صفدر جس لڑکی کو لائے تھے اس کی گفتگو سے بلیک زیرو نے جو ٹیپ تیار کیا تھا، وہ اسے دانش منزل میں سُن کر گھر آیا تھا اس لیے اس کے ذہن میں بلیک کیٹ کا نام گھوم رہا تھا "یہ بلیک کیٹ کیا بلا ہے؟" وہ زیرِ لب بولا۔
بلیک کیٹ میں ذہن بری طرح الجھا ہوا تھا۔ ادھر مجرموں نے یکایک اپنے عزائم کے سلسلے میں خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اس خاموشی کو عمران کسی طوفان کا پیش خیمہ تصور کر رہا تھا۔ جولیا ابھی تک غائب تھی۔
یہ غالباً عمران کی زندگی کا حیرت انگیز ترین معاملہ تھا کہ وہ اپنے کسی ممبر کے بارے میں لاعلم تھا۔ اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ جولیا کہاں اور کس حال میں ہے۔
"کہیں جولیا کو ٹھکانے نہ لگا دیا گیا ہو" وہ بڑبڑایا اور اس کی آنکھیں متفکرانہ انداز میں سکڑ گئیں۔ ایک آخری عمارت اس کی نگاہ میں تھی لیکن صفدر کی اطلاع کے مطابق مجرموں نے اس عمارت کو بھی تباہ کر دیا تھا۔
روشی کی حالت خاصی سُدھر گئی تھی اور ڈاکٹر جعفری کے بیان کے مطابق اس کی زندگی کو مزید کوئی خطرہ لاحق نہیں تھا۔ عمران، روشی کی حالت سے ایک بات محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ مجرم بے دریغ گولیاں چلانے کے عادی ہیں... اگر یہی بات ہے تو جولیا...؟
یقیناً جولیا خطرے میں تھی لیکن کہاں...؟
وہ جیسے جیسے سوچ رہا تھا، اس کا ذہن اُلجھتا جا رہا تھا، یہی وجہ تھی کہ وہ تین بجے رات اطمینان کی نیند سونے کی بجائے سوچ رہا تھا۔ سلیمان ابھی تک چائے بنا کر نہیں لایا تھا۔ اس نے حلق پھاڑ پھاڑ کر اسے پکارنا شروع کر دیا۔
کچھ دیر بعد دروازے میں سلیمان نمودار ہوا۔ اس نے عمران کی طرف قہر آلود نگاہوں سے دیکھا "کیوں چلا رہے ہیں، صاحب!"
"اپنے صاحب کے بچے۔ چائے"
"تیار ہو رہی ہے" سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔
"ہائیں، خود بخود تیار ہو رہی ہے۔ کم بخت، جب تک اسے تیار نہیں کرے گا وہ کس طرح تیار ہو جائے گی؟" عمران نے آنکھیں نکالیں۔
"رات کے تین بجے تو اسی طرح تیار ہو گی"
"اچھا جیسے بھی ہو، بس لے آؤ" عمران نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا اور آنکھیں بند کر کے اُونگھنے لگا۔ سلیمان کچن کی طرف واپس چلا گیا۔
دفعتاً فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ عمران کاہلی سے اُٹھا اور ریسیور اُٹھا کر خواب آلود لہجے میں بولا "کس کے پیٹ میں درد ہو رہا ہے، بھائی؟"
دوسری طرف سے کوئی آواز نہ سُنائی دی۔
عمران نے ریسیور کو کان سے الگ کر کے اسے بونگوں کی طرح دیکھا اور بڑبڑایا "کیوں بے، کیا خود بخود ہی بجنے لگا ہے، اب" یہ کہہ کر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھا اور مسہری

کی طرف بڑھتے بڑھتے رک گیا۔

فون کی گھنٹی دوبارہ گنگنانے لگی تھی۔

"کیا تمہارے اپنے ہی پیٹ میں درد ہو رہا ہے؟" عمران نے فون کی طرف گھونسہ لہراتے ہوئے کہا اور لپکتا ہُوا فون کے قریب جا پہنچا۔ پھر ریسیور اٹھایا اور دہاڑا "کون ہے، کم بخت جس کے پیٹ میں رات کے اس پہر گھڑ دوڑ شروع ہو گئی ہے؟"

دوسری جانب سے کوئی آواز نہ سنائی دی۔

عمران کی بھویں سکڑ گئیں۔

دوسری طرف سے ابھی تک سلسلہ منقطع نہیں ہوا تھا۔ وہ ریسیور رکھے بغیر ہی کھڑا رہا۔ چند سیکنڈ اسی طرح گزر گئے۔ دونوں طرف خاموشی چھائی رہی "ہیلو..." اچانک آواز آئی۔

عمران کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی لیکن اس نے جواب نہیں دیا، گویا اب اس کے خاموش رہنے کی باری تھی۔

"ہیلو۔ کون صاحب بول رہے ہیں؟" دوسری طرف سے وہی آواز دوبارہ سنائی دی لیکن عمران کے لب ساکت رہے۔ اچانک کلک کی آواز سے یہ ظاہر ہوا کہ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ عمران نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ کوئی شخص فلیٹ میں اس کی موجودگی کا جائزہ لے رہا تھا۔ دفعتاً اس کے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی اور وہ دبے قدموں کچن کی طرف بڑھ گیا۔

اندر سے برتنوں کی کھڑ پڑ اب بھی سنائی دے رہی تھی۔ عمران نے دیمے گھماٹے اور کچن کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ پھر جیسے اس کی کھوپڑی بھک سے اڑ گئی ہو۔

اسے سلیمان کی بڑبڑاہٹ سنائی دے رہی تھی جو دبے لہجے میں گفتگو کرنے سے پیدا ہو رہی تھی۔ اس نے اندر جھانک کر دیکھا تو اس کے ذہن میں خطرے کی گھنٹی مزید پُرشور آواز میں بجنے لگی۔

سلیمان ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہا تھا۔ عمران بغور سننے لگا۔ پھر اس کی سماعت سے سلیمان کی آواز ٹکراتی رہی اور اس کی کھوپڑی پر برف کے گالے سے گرتے رہے۔

تین منٹ تک وہ سنتا رہا پھر کان لپیٹ کر وہیں اکڑوں بیٹھ گیا اور تھر تھر کانپنے لگا۔ سلیمان نے گفتگو ختم کر دی اور چائے بنانے لگا۔ عمران اٹھا اور تیزی سے اپنے کمرے کی طرف دوڑ پڑا۔

جوزف نے ایک طویل سانس لیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

ڈورین نے ایک نظر جوزف کی طرف دیکھا پھر اس کی نگاہ ٹیپ ریکارڈر کی طرف اٹھ گئی جو خاموش ہو چکا تھا۔ جوزف نے ٹیپ نکال کر اس کی چرخی کو الٹ دیا۔ ٹیپ ایک بار پھر متحرک ہو گیا۔ ______ اس کی سماعت سے وہی خوفناک اور سرد جذبات سے عاری آواز ٹکرا رہی تھی جو تقریباً ایک گھنٹے سے اس پر اعصاب شکن حملے کر رہی تھی، وہ غور سے سوال کی نوعیت سمجھنے لگی۔

جوزف ایک بار پھر لاتعلق سا بیٹھ گیا تھا۔

"جوہری توانائی کے ایک سائنسداں کی کار کو ایسی شاہراہ پر ٹکڑوں میں تبدیل کیا گیا تھا' وہ کوئی اتفاق تو نہیں تھا؟"

"نہیں۔ وہ منصوبے کا ہی ایک حصہ تھا۔"

"اس کے علاوہ تمام آدمیوں کو نقصان پہنچانے کی کیا وجہ تھی؟"

"محض کہرام برپا کرنا۔ میں بتا چکی ہوں کہ ہمارا آپریشن سے کوئی تعلق نہیں، اس سلسلے میں میری مصروفیات آپریشن اسکواڈ سے بالکل مختلف تھیں۔"

"الیکٹرونک مشین کی تھیوری کیا ہے؟"

"غالباً اومیگاریز۔ گزشتہ سال اس سلسلے میں ایک زبردست تحقیقی کام ہوا تھا۔ ڈاکٹر زارگو نے ہالینڈ میں اس تحقیقی کام کا آغاز کیا تھا اس نے تجربہ کیا کہ چند مخصوص شعاعوں سے بے پناہ توانائی کا حصول ممکن ہو گیا۔ اس نے..."

جوزف نے اٹھ کر ٹیپ کو ریورس کر دیا کیونکہ ڈورین کا جواب طویل ہو گیا تھا اور ٹیپ سے ایکسٹو کا اگلا سوال شروع ہو چکا تھا۔ ٹیپ بند ہوتے ہی ایکسٹو کی آواز ختم ہو گئی اور جوزف کے اشارے پر ڈورین دوبارہ بولنے لگی۔

"ڈاکٹر زارگو نے اومیگاریز کی تیاری کے بعد الیکٹرونک مشین تیار کی، اس مشین کے ذریعے ان شعاعوں کو پھینکا جا سکتا تھا۔ شعاعیں تارکول سے مل کر اس قدر زبردست توانائی پیدا کر سکتی ہیں کہ چمڑا اور ربر تک پگھل سکتی ہے۔ ڈاکٹر زارگو' تنظیم کا وہ واحد آدمی ہے جس کو بلیک کیٹ سے زیادہ اہمیت

حاصل ہے، بلکہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہی اس خوفناک تنظیم کا سربراہ ہے۔ اس ملک کے تین دشمن بیک وقت اس کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ ان ملکوں کا اتحاد مشترکہ مفاد کے تحت ہے۔" ڈورین نے یہ کہہ کر سگریٹ کا گہرا کش لگایا اور دھواں اُگل دیا۔

"اومیگاریز کی تخریبی یہ ہے کہ تارکول سے مل کر اتنی توانائی پیدا کی جائے کہ ربر گل جائے، یہی وجہ ہے کہ ٹائر فوراً ہی پگھل جاتے ہیں جب لوہے یا کسی اور دھات کا تارکول سے اتصال ہوتا ہے تو اس توانائی کی تباہ کاریوں میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے اس توانائی کی وجہ سے دھات کے ذرات میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ جس سے اس چیز کے چیتھڑے اُڑ جاتے ہیں۔ انسانی جسم بھی اس سے محفوظ نہیں رہ سکتا لیکن آپ لوگوں نے نہ جانے کیا بندوبست کیا کہ وہ توانائی بیکار ہو گئی . . . اس پر بلیک کیٹ جھلا گئی اور اس نے ملک میں تباہی پھیلانے کا ارادہ کر لیا۔"

"تم لوگوں کو اس مشین کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہنے کے لیے کیا چیز دی جاتی ہے؟"

"اس کا فیصلہ بلیک کیٹ کے ہاتھ میں ہے بلکہ اس کا زیادہ تر انحصار اس بات پر ہے کہ سلاگر کیا کہانی سناتا ہے۔ لیکن یہ سب اس صورت میں ممکن ہے کہ اسے بلیک کیٹ تک پہنچا دیا جائے۔"

"کیا بلیک کیٹ پبلک مقامات پر بھی آتی جاتی ہے؟"

"کوئی اس کی صورت سے واقف نہیں، لہٰذا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ممکن ہے آتی ہو لیکن ایسی حالت میں اگر وہ آس پاس بھی گھومتی رہے تو اسے کون پہچان سکتا ہے؟"

"کیا تم بلیک کیٹ نہیں ہو؟" ایکسٹو نے عجیب سے لہجے میں سوال کیا۔

ایک لمحے تک تو ڈورین خاموشی سے ٹیپ کو گھورتی رہی جیسے یہ سوال اس کے لیے ناقابلِ فہم رہا ہو، پھر اس نے ایک قہقہہ لگایا۔

جوزف چونک پڑا۔ اس نے قہر آلود نگاہوں سے ڈورین کی طرف دیکھا۔ "کیا باس نے تمہیں قہقہہ لگانے کے لیے کہا تھا؟" وہ غرایا۔

"نہیں تو۔" ڈورین یک دم سنجیدہ ہو گئی۔

"تو اس بے تکلفی کی کوئی ضرورت نہیں۔" جوزف نے بے حد خشک لہجے میں کہا۔ "اگر تم جواب نہیں جانتیں تو خاموش رہو۔ میں بار بار ٹیپ ریورس نہیں کر سکتا۔" یہ کہہ کر وہ جھومتا ہوا اُٹھا اور ٹیپ ریکارڈر کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ٹیپ ریورس کیا اور ایکسٹو کی مخصوص بھرائی ہوئی آواز دوبارہ سنائی دی۔

"کیا تم بلیک کیٹ نہیں ہو؟"

"نہیں۔ میں بلیک کیٹ نہیں ہوں۔ اس پر مجھے فخر ہے۔ وہ تو دنیا کی سفاک ترین عورت ہے جس کے غیر معمولی دماغ نے اسے غیر معمولی عورت بنا دیا ہے اور میں صرف عورت ہی رہنا چاہتی ہوں، جذبات و احساسات سے گرم دل و دماغ کی مالک عورت۔ مجھے عورت کے اس روپ کے علاوہ دیگر تمام بہروپ ناپسند ہیں۔" ڈورین نے سنجیدگی سے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور جوزف کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "مسٹر جوزف کیا تم مجھے ایک پیگ اور دینا پسند کرو گے؟"

"ضرور۔ باس اس معاملے میں عظیم ہے۔"

جوزف کے دانت نکل پڑے اور وہ اُٹھ کر الماری کی طرف بڑھ گیا اس نے دوسری بوتل نکال کر میز پر رکھ دی پھر ڈورین کی طرف نیم وا نگاہوں سے دیکھنے لگا اور غالباً یہ سوچنے لگا کہ اس نے پہلے بھی اس قدر پکی عورت کہیں دیکھی ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے اس نے پوری بوتل ایک ہی نشست میں صاف کرنے والی عورت اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

ڈورین نے ایک گلاس بنا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ پوری بوتل ختم کرنے کے باوجود اس کے چہرے سے یہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ وہ اتنی زیادہ پی چکی ہے۔ اس کی آنکھیں البتہ اس بات کی غماز تھیں کہ وہ پینے کی عادی ہے۔ اس نے نیا سگریٹ سلگایا اور ٹیپ ریکارڈر کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"سرکاری حلقوں میں کہاں تک رسائی ہے؟" ایکسٹو کی آواز سنائی دی۔

"اگر تمہارا مطلب میری ذات سے ہے تو میں صرف جوہری توانائی سینٹر کے چند افسران سے واقف ہوں، انہی سے میں نے پلانٹ کے بارے میں راز حاصل کیے تھے اور میں ان رازوں کو تنظیم کے علم میں لا چکی ہوں۔ اگر تم تنظیم کے رابطوں کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے ہو تو اس سلسلے میں میری معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں، ویسے میں اس پر خیال آرائی ضرور کر سکتی ہوں۔"

جوزف نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تنظیم کے ہاتھ بہت لمبے ہیں، ایک شعبہ خاص طور سے اس مقصد کے لیے کام کر رہا ہے اس شعبے میں تیس سے زیادہ حسین لڑکیاں ہیں اور کوئی نصف درجن مرد، یہ لوگ بہترین اداکار ہیں، بہروپ بھرنے میں شاید ہی ان کا کوئی ثانی رہا ہو یہ لوگ وقت پڑنے پر ہر قسم کا روپ دھار کر کام نکال لیتے ہیں، یہ لوگ کسی خاص جگہ نہیں رہتے انھیں دارالحکومت میں خصوصی مراعات حاصل ہیں اور یہ افراد بالکل شہریوں کی سی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اگرچہ ان میں سے ہر ایک بظاہر کوئی نہ کوئی کام کرتا ہے لیکن اس کی آمدنی کا ذریعہ بہر طور تنظیم ہی ہے، تنظیم ان لوگوں پر بے دریغ خرچ کرتی ہے اور ان لوگوں سے کسی قسم کا حساب نہیں لیا جاتا۔"

"اور کون کون سے ممالک اس تنظیم کا شکار ہیں؟" ایکسٹو نے دریافت کیا۔

"اس ملک کے تمام دوست ممالک . . . ان ملکوں میں فی الحال ایک ہی شعبہ کام کر رہا ہے جبکہ اس ملک کو خاص طور سے توجہ طلب محسوس کیا گیا کیونکہ یہاں جوہری توانائی کا پلانٹ ہے جس سے تم لوگ سائنسی ترقی کے میدان میں قدم رکھ رہے ہو، تنظیم چاہتی ہے کہ تمھارے بہترین دماغ مفلوج کر دیے جائیں تاکہ سائنسی میدان میں ان کا مقابلہ نہ کر سکو یہی وجہ ہے کہ اس وقت بلیک کیٹ یہاں موجود ہے۔"

"تنظیم میں قاتل گروہ کی سرگرمیوں کے بارے میں تم کیا جانتی ہو؟"

"قاتل گروہ . . . !" ڈورین بڑبڑائی۔ اس نے گلاس اُٹھا لیا اور ٹیپ ریکارڈر کی طرف دیکھا جس کا فیتہ غیر متحرک دکھائی دے رہا تھا، گویا سوال نامہ ختم ہو گیا تھا۔ "اس شعبے میں دُنیا کے خطرناک ترین مجرم شامل ہیں . . . تنظیم نے ان لوگوں کو مختلف جیلوں سے فرار ہونے میں مدد دے کر ہمیشہ کے لیے ان کی خدمات حاصل کر لی ہیں۔ ان لوگوں کو جیل سے فرار ہونے کے بعد تنظیم کی پُشت پناہی حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ تنظیم کے سب سے زیادہ وفادار لوگ خیال کیے جاتے ہیں چونکہ تنظیم سے الگ ہو کر ان لوگوں کا وجود برقرار نہیں رہ سکتا، اس لیے وہ بھی جی جان سے تنظیم کے لیے کام کرتے ہیں۔ کبھی کوئی ایسی رپورٹ نہیں ملی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ ان میں سے کسی شخص نے فرائض میں کوتاہی یا تنظیم سے غداری کی ہو . . . ان کی ایک سیکرٹ سروس بھی ہے جو ان لوگوں کا خیال رکھتی ہے جو درپردہ تنظیم کے خلاف ہوتے ہیں۔ ان کا صفایا بھی اسی شعبے کے ذمے ہے۔ اگر ان کے ہاتھوں تنظیم کا کوئی اہم ترین آدمی بھی مارا جائے تو ان سے کسی قسم کی باز پرس نہیں کی جاتی۔ ان کے اختیارات کا دائرہ کس قدر وسیع ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے۔" ڈورین نے جملہ ختم کیا اور گلاس اُٹھا کر منہ سے لگا لیا۔

جوزف ایک طویل سانس لے کر اُٹھ گیا۔ اس نے دوسرے ٹیپ ریکارڈر کو بند کر دیا جس میں ڈورین کی گفتگو کا ایک ایک لفظ ٹیپ ہو گیا تھا۔ اس ٹیپ کو نکال کر اس نے جیب میں ڈال لیا اور ڈورین کو اُٹھنے کا اشارہ کیا۔ ڈورین گلاس ختم کر کے سگریٹ سُلگا چکی تھی اس لیے خاموشی سے اُٹھ کھڑی ہوئی، جوزف نے اسے دیکھ کر سر کو جنبش دی۔

"ویل ڈن مس ڈورین۔ مجھے اُمید ہے کہ باس تمھاری باتوں سے بہت خوش ہوگا۔ اس جگہ ہٹ دھرم لوگوں کو بہت سخت سزائیں دی جاتی ہیں اگر یہ ناخوشگوار فریضہ مجھے سرانجام دینا پڑتا تو بے حد افسوس ہوتا۔"

"تھینک یو مسٹر جوزف۔ مجھے اپنی ذات سے بے پناہ محبت ہے۔"

"ہر کسی کو کرنی چاہیے۔" جوزف نے کہا اور اسے دروازے کی طرف بڑھنے کا اشارہ کیا۔

وہ آگے پیچھے باہر نکلے اور راہداری میں اس کمرے کی طرف بڑھ گئے جس میں سلاگر بڑی بے چینی سے ڈورین کا انتظار کر رہا تھا۔ ڈورین کو اس کمرے میں چھوڑ کر جوزف نے دروازہ بند کیا اور پھر سیفٹی بولٹ لگانے کے بعد جیب تھپتھپاتا ہوا بلیک زیرو کے کمرے کی جانب بڑھ گیا اس کے بھدّے ہونٹوں پر طمانیت بھری مسکراہٹ تھی۔

❋

عمران کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی جیسے وہ سب کچھ سمجھ گیا ہو۔ یہ بات طے تھی کہ سلیمان کے میک اپ میں مجرموں کا کوئی ساتھی ہی ہے۔ گویا میاں سلیمان بھی گئے کام سے . . . سلیمان کو اغوا کر کے مجرموں نے اپنا ساتھی اس کے فلیٹ میں چھوڑ دیا تھا۔ عمران کے ذہن میں جو دیر سے خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی، وہ خاموش ہو چکی تھی۔ حالات سامنے آ گئے تھے . . . اس نے کچن میں جو گفتگو سنی

تھی وہ کچھ اس طرح سے تھی۔
"ہاں جناب۔" سلیمان کے میک اپ والے شخص نے ٹرانسمیٹر پر کسی سے کہا تھا۔ "وہ ابھی ابھی فلیٹ میں آیا ہے۔"
"تم اس وقت کیا کر رہے ہو؟" دوسری طرف سے مدّھم آواز میں دریافت کیا گیا۔
"میں اس کے لیے چائے بنا رہا ہوں۔" سلیمان نما شخص نے کہا۔ "وہ تو آتے ہی یوں چائے کے لیے کہہ رہا تھا جیسے میں اس کے باوا کا ملازم ہوں۔"
"چائے میں کوئی نشہ آور شے ملا دو۔"
"میں نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے۔"
"پرواہ مت کرو۔ ہم آرہے ہیں۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔
"ٹھیک ہے، میں بند کر رہا ہوں، جلدی سے چائے لے جاؤں ورنہ پھر حلق پھاڑنا شروع کر دے گا۔ میں نے اس جیسا ذلیل آدمی پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ اس قدر غل مچاتا ہے جیسے بار بار دردِ قولنج میں مبتلا ہو۔"
دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔
عمران اپنے کمرے میں اس کا منتظر تھا، اس نے جلدی سے ٹرانسمیٹر چھپایا اور چائے کے برتن اُٹھا کر ادھر بڑھ گیا۔ جیسے ہی اس نے میز پر برتن رکھے اس کی نگاہ عمران کی طرف اُٹھ گئی۔ عمران بغور اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ "پیارے سلیمان!" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم مجھے کب سے جانتے ہو؟"
"تقریباً دس سال سے جناب!"
"حالانکہ تم مجھ سے صرف چند گھنٹے بعد پیدا ہوئے تھے۔" عمران نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "خیر، کوئی بات نہیں، میں دراصل تم سے یہ دریافت کرنا چاہتا تھا کہ کیا تم واقعی مجھے الّو کا پٹھا سمجھتے ہو؟"
"کیا مطلب؟" سلیمان نما شخص بوکھلا گیا اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار نظر آنے لگے کہ کہیں عمران کو اس کی حقیقت کا علم تو نہیں ہو گیا۔ اس نے گھبرائی ہوئی نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھا، انداز ایسا ہی تھا جیسے اس جملے کی وضاحت چاہتا ہو۔
"تم نے جواب نہیں دیا۔" عمران نے اسے للکارا۔
"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا جناب!"
"ابے تم نے صبح مجھ سے کیا وعدہ کیا تھا؟"
"کیا جناب؟"
"یہی کہ رات دو بجے کے بعد مُرغا بنو گے۔"
"مگر جناب...۔"
"بس، کچھ نہیں، جلدی سے مُرغا بن جاؤ۔"
"لیجیے صاحب۔ ویسے میں صبح ہوتے ہی استعفا دے دوں گا۔" سلیمان کے ہمشکل نے کراہ کر کہا اور مرغا بن گیا۔
"آپ چائے تو پی لیں۔" اس نے مرغا بنتے ہوئے کہا اور پھر کن انکھیوں سے عمران کی طرف دیکھنے لگا۔
عمران اُٹھا، اس نے اطمینان سے چائے کا کپ تیار کیا اور اسے لے کر سلیمان کے ہمشکل کی پیٹھ پر بیٹھ گیا۔ اور یوں چسکیاں لینے لگا جیسے باقاعدہ چائے پی رہا ہو لیکن درحقیقت ایسا نہیں تھا۔
"اتریے جناب۔ یہ کیا حرکت ہے، کسی نے دیکھ لیا تو کیا کہے گا؟"
"یہی کہ مالک اور نوکر محبت فرما رہے ہیں۔"
"لیکن اس وقت اور اس طرح؟"
"محبت کے لیے وقت کی قید نہیں ہوتی۔"
"میں مر رہا ہوں ہوں جناب۔ اتر جائیے۔"
"ایک شرط پر۔" عمران بولا۔
"وہ کیا؟"
"یہی کہ، یہ چائے کا کپ تمہیں پینا پڑے گا۔"
"کیوں؟"
"اس لیے کہ مجھ سے شکر زیادہ پڑ گئی ہے۔"
"تو گرا دیں، دوسرا کپ بنا لیں۔"
"ہائیں۔ جانتا ہے آج کل چینی کس بھاؤ مل رہی ہے۔" عمران نے نیچے اُترتے ہوئے کہا۔ "شرافت سے پی لو ورنہ بہت ماروں گا۔"
"مگر صاحب!"
"مگر مچھ کے بچے پیتا ہے یا ماروں گولی...۔" یہ کہہ کر عمران نے ریوالور نکال کر تان لیا۔ ریوالور دیکھ کر سلیمان کے ہمشکل کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس نے بوکھلا کر عمران کی طرف یوں دیکھا جیسے عمران کی دماغی صحت پر شبہ ہو گیا ہو۔ لیکن عمران اب قہر آلود نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا۔ اس نے بڑی سنجیدگی سے چائے کے کپ کی طرف اشارہ کیا۔
"چائے پیو دوست۔ اب یہ اداکاری بے کار ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اب کھل جاؤ، ورنہ عذر مستی رکھ کر چھیڑ چھاڑ پر اتر آیا تو بہت جوتے ماروں گا۔"

وہ خاموش رہا۔

"تم پچھلے جنم میں گدھا تھا۔ لہٰذا دولتیاں جھاڑوں گا۔" عمران نے کہا اور پھر معنی خیز انداز میں کہا۔ "خوب تو اب ہمارا باورچی بھی غدار ہو گیا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے ریوالور والے ہاتھ کو حرکت دی۔ "نہیں دوست، کوئی حرکت کی اور میں نے تمہاری توند میں گھونسلا بنایا، منہ دوسری طرف کر لو۔"

اس نے خاموشی سے منہ پھیر لیا۔

عمران نے اس کی تلاشی لی، اور اس کے ریوالور پر قبضہ کر لیا پھر اسے دھکا دے کر مسہری پر پھینک دیا، ریوالور کی نال اس کی جانب اٹھی رہی اور انداز سے بے دریغ گولی مارنے کے عزم کا احساس ہوتا تھا۔ "ہوں، اب بتاؤ، تمہارے کتنے ساتھی آ رہے ہیں۔" عمران نے کہا۔

اس آدمی نے کوئی جواب نہ دیا تو عمران کا ہاتھ گھوم گیا لیکن ہاتھ کارگر ثابت نہ ہوا البتہ عمران اپنے ہی زور میں گھوم گیا۔

عمران نے فوراً ہی ہاتھ زمین سے لگا دیے ورنہ اس کی کھوپڑی فرش سے ہی ٹکرا جاتی، عمران کو اس شخص سے مزاحمت کی توقع نہیں تھی اس لیے وہ اپنی ہی جھونک میں مار کھا گیا۔

وہ شخص بلا کا پھرتیلا ثابت ہوا تھا۔

عمران نے فرش سے اٹھنے میں بھی بے پناہ پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا لیکن وہ شخص تو جیسے بجلی کا کوندا تھا اس نے فوراً ہی ٹھوکر ماری تھی جو عمران کے کندھے پر پڑی اس نے اٹھتے ہوئے اس شخص کی ٹانگ پکڑ لی اور زور سے کھینچ لیا وہ شخص لڑکھڑایا اور نیچے آ رہا۔ پھر اتنی زور سے پہلو کے بل نیچے گرا کہ حلق سے نکلنے والی بے ساختہ چیخ نہ روک سکا۔

عمران نے ٹانگ کھینچتے ہی دونوں ٹانگوں سے اس کی گردن کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ "ہائیں۔ ابھی سے چیخنا شروع کر دیا۔ ابھی تو میں نے ایک بھی ٹھوکر نہیں ماری۔" عمران نے کہا اور ٹانگوں کا بوجھ بڑھا دیا۔ وہ شخص زخمی بھینسے کی طرح ڈکرایا، لیکن عمران مسلسل اسے رگڑتا رہا۔

عمران نے پوری قوت سے اس کی ٹھوڑی پر ٹھوکر ماری وہ الٹ کر دوسری جانب جا گرا۔ اب عمران نے اسے اٹھنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کے پاؤں مشینی انداز میں حرکت کر رہے تھے۔ پے در پے ٹھوکریں اس کے جسم پر پڑنے لگیں ٹھوکروں کے جواب میں سلیمان کا ہمشکل بری طرح چیخ رہا تھا۔ پھر صرف تیسرے ہی منٹ بعد وہ شخص راہِ راست پر آ گیا۔ اس نے وہ سب کچھ بتا دیا جو عمران اس سے دریافت کرنا چاہتا تھا۔ عمران نے ان معلومات کا انعام دینے کی غرض سے ریوالور کا دستہ اس کی کھوپڑی پر آزمایا تاکہ آنے والوں کے استقبال کے لیے فارغ ہو کر بیٹھ جائے۔

اس کی کھوپڑی پر ریوالور کا دستہ بڑی قوت سے لگا اور پھر عمران نے اسے کھوپڑی پر ہاتھ رکھ کر یوں بیٹھتے دیکھا جیسے کوئی عیال دار شخص صدمے سے نڈھال ہو گیا ہو۔

عمران نے ہاتھ جھاڑ کر ریوالور بغلی ہولسٹر میں ٹھونس لیا اور اطمینان سے مسہری پر بیٹھ کر بے ہوش آدمی کا جائزہ لینے لگا۔ وہ بالکل سلیمان کے قد و قامت کا شخص تھا، حتیٰ کہ لہجہ سلیمان جیسا تھا ورنہ وہ عمران کو کچھ دیر تو کیا ایک لمحے کے لیے بھی بیوقوف نہیں بنا سکتا تھا۔

اچانک اسے دروازے پر بہت ہی دھیمی آہٹ محسوس ہوئی۔ آہٹ اس قدر دھیمی تھی کہ پہلے تو عمران نے اسے سنا تک نہیں۔۔ لیکن وہ مخصوص قسم کی دھمک تھی اور وقفے وقفے سے مسلسل سنائی دے رہی تھی اس لیے عمران ادھر متوجہ ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ یقیناً سلیمان نما شخص کے ساتھی آ پہنچے تھے۔

عمران نے دروازہ کھولنے سے پہلے روشنیاں بجھا دیں صرف ایک بتی جل رہی تھی جس کی مدھم روشنی میں دھندلی دھندلی صورتیں دکھائی دیتی تھیں۔ عمران نے دروازہ کھول دیا۔

"کیا رہا؟" کسی نے پوچھا۔

"بے ہوش پڑا ہے۔ ادھر، خوابگاہ میں۔" عمران نے سلیمان کی آواز میں سرگوشی کی اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ وہ لوگ بھی خاموشی سے اس کے تعاقب میں خوابگاہ تک پہنچے اور اندر قدم رکھتے ہی انہیں حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ عمران نے نہ صرف بتی جلا دی تھی بلکہ اس کے بغلی ہولسٹر سے ریوالور بھی نکل کر ہاتھ میں آ گیا تھا۔ اس نے پلٹ کر ان تینوں کو کور کر لیا' وہ حیرت سے منہ پھاڑے

عمران کی صورت دیکھنے لگے۔
" ہاتھ اُٹھا لو دوستو کہ اس نگری کی یہی ریت ہے۔"
عمران نے جھوم کر کہا۔" جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مترادف جس کے ہاتھ میں پستول وہی مقبوضہ آدمیوں کی کھوپڑیوں کا مالک ہوتا ہے۔"
عمران کی چہکار سے اُن کے حلیے بگڑ گئے۔
" چلو قطار بنا کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں ڈسپلن کا بہت خیال رکھتا ہوں، ہاں۔" عمران غرایا اور ریوالور کی نال پر سائیلنسر فٹ کرنے لگا۔
وہ اُلجھن میں پڑ گئے۔
عمران نے محسوس کیا کہ وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اس سے بھڑ جانے کے اشارے کر رہے ہیں، اس نے ایک بے ساختہ قہقہہ لگایا۔" بے کار ہے دوستو۔ اگر تم لوگ بارود کا نغمہ سُننا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی۔" یہ کہہ کر عمران نے ٹرائیگر دبا دیا۔ ہلکی سی ٹرچ کی آواز سُنائی دی اور ایک شخص نے کراہ کر ہاتھ پکڑ لیا۔ یہ وہی شخص تھا جس کا ہاتھ اپنی جیب کی طرف بڑھ رہا تھا۔
عمران نے دیکھا کہ وہ تینوں مقامی غنڈے ہی ہیں۔
اسے افسوس ہونے لگا کہ جلد بازی میں اس سے چوک ہو گئی۔ یہ لوگ کرائے کے ٹٹو تھے، اگر وہ ان کے ہاتھ لگ جاتا تو ممکن تھا کہ مجرموں تک رسائی ہو جاتی لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔
جیسے ہی ایک کا ہاتھ زخمی ہوا، باقی دونوں محتاط اور خوفزدہ ہو گئے۔ معاً ان میں سے ایک نے گھومنے کی کوشش کی لیکن عمران پوری طرح ان کی طرف متوجہ تھا اس نے دوسرے آدمی کو بھی تاک لیا۔ بے آواز فائر نے اس شخص کو بھی کراہنے پر مجبور کر دیا۔" بے کار ہے، بڑے بھائی میں ایک گناہگار شخص ہوں، شریف آدمیوں کی حرکتوں سے بڑی جلدی ہی غلط فہمی کا شکار ہو جاتا ہوں اور تم جانتے ہو، غلط فہمی حکیم جالینوس کو ہوئی تھی تو اسے سرسام ہو گیا تھا۔"
عمران نے غرا کر کہا۔ ان کے حوصلے مزید پست ہو گئے۔
وہ غیر محسوس انداز میں فون کی طرف بڑھا۔ ریسیور اٹھا کر اس نے اسی ہاتھ سے نمبر ڈائل کیا اور پھر دوسرے ہاتھ سے ریوالور اٹھائے... مطمئن انداز میں دوسری طرف سے سلسلہ ملنے کا انتظار کرتا رہا۔ پھر دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سُنائی دی، وہ غالباً سوتے سے اٹھ کر آیا تھا۔" ایکسٹو۔"
" بڑے بھائی۔ یہ میں بول رہا ہوں۔"
" اوہ۔ عمران صاحب آپ، خیریت، اس وقت؟"
" اس وقت خیریت سے نہیں ہوں، البتہ تمہاری خیریت نیک مطلوب ہے۔ صورتحال یہ ہے کہ میں اس وقت تین آدمیوں کے نرغے میں ریوالور اُٹھائے کھڑا ہوں۔ اگر تم اس منظر کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنا چاہتے ہو تو کالیے سمیت آجاؤ۔"
" کیا مطلب؟"
" کچھ مہمان تشریف لے آئے تھے، میں ان کے اعزاز میں فائرنگ پر اُتر آیا۔ بارود کی سلامی سے دو آدمیوں کے ہاتھ بیکار ہو گئے اور تیسرا آدمی ہاتھ سلامت لیئے سر سے بلند کیے کھڑا ہے۔"
" اوہ، آپ اس وقت غالباً فلیٹ سے بول رہے ہیں، ٹھیک ہے، میں دس منٹوں میں حاضر ہو جاتا ہوں۔"
" جزاک اللہ۔ اس کڑے وقت میں مجھ مظلوم کو سہارا دو گے تو تمہارے قدموں میں بھی جنّت نہیں تو کم از کم ہائیڈ پارک کا ایک آدھ گوشہ ضرور بن جائے گا۔" عمران نے ریسیور رکھ دیا، سلسلہ منقطع کرنے کے بعد وہ ان لوگوں کی طرف گھوم گیا پھر بڑے ہی شائستہ لہجے میں ان کا احوال دریافت کرنے لگا۔
وہ خاموشی سے کھڑے اس کی صورت دیکھتے رہے اور عمران کی زبان کسی معروف درزی کی قینچی کی طرح چلتی رہی۔

⊙

سلاگر نے ایک طویل سانس لے کر پہلے جوزف اور پھر بلیک زیرو کی طرف دیکھا۔ بلیک زیرو ساؤنڈ پروف کمرے میں ٹہل رہا تھا اور اس کی نگاہیں بار بار گھڑی کی طرف اُٹھ جاتی تھیں جو سامنے دیوار میں نصب تھی۔ غالباً وہ کسی کال بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد سلاگر کے چہرے پر عجیب سے تاثرات اُبھر آئے۔ وہ ایسی نگاہوں سے بلیک زیرو کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے کسی معاملے پر فوری اختلاف کا ارادہ ہو لیکن وہ بلیک زیرو سے نگاہ ہٹا کر جوزف کی طرف متوجہ ہوا تو اس کے چہرے سے وہ تاثرات یکدم غائب ہو گئے جیسے اس نے شکست تسلیم کر لی ہو۔ جوزف کی شخصیت سلاگر پر ہی نہیں، اس جیسے دیگر مجرموں پر بھی جس قدر بھاری تھی، اس کا اندازہ سلاگر کی حالت سے بآسانی لگایا جاسکتا تھا... تاہم جوزف یوں مگن اور الگ تھلگ دکھائی دیتا

تھا جیسے وہ سلاگر کو جانتا تک نہ ہو۔ جوزف کو تو کسی بھی چیز سے غرض نہ تھی۔ وہ گوشت پوست کا ہونے کے باوجود ایک مشینی آدمی تھا جس کے نزدیک صرف احکامات کی بجا آوری اہمیت رکھتی تھی۔ اس کی بے نیازی کے باعث سلاگر اس سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہو گیا تھا... یہی وجہ تھی کہ بلیک زیرو کو اس کے معاملے میں زیادہ تگ و دو نہیں کرنا پڑی تھی۔

سلاگر اور جوزف کے درمیان، دانش منزل کے تہ خانے میں صرف چند منٹ ہی گفتگو ہوئی تھی پھر جب جب جوزف اسے لے کر باہر نکلا تھا تو بلیک زیرو سمجھ گیا گیا کہ گوہر مقصود ہاتھ لگ گیا ہے۔ اس نے جو معلومات بہم پہنچائی تھیں، ان کا ڈورین کے بیان سے موازنہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ محض معلومات یا خیالات کے فرق ہی کی وجہ سے تھوڑا بہت اختلاف ہے، ورنہ حقائق کہیں بھی ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہیں۔ ان حالات میں عمران کے لیے فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہونا دشوار نہیں تھا۔ بلیک زیرو نے ڈورین کا ٹیپ عمران کو سنوا دیا تھا اور اب اسے عمران کے فیصلے کا انتظار تھا۔

سلاگر کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات تھے۔ وہ بار بار یوں پہلو بدلتا جیسے کوئی خاص بات کہنے کے لیے بے تاب ہو۔ یہ بات بلیک زیرو نے بھی محسوس کر لی اور وہ ٹہلتے ٹہلتے رک گیا۔ "تم کچھ بے چین نظر آ رہے ہو؟" اس نے کہا۔

"ہاں، میں کچھ اضطرابی کیفیت کا شکار ہوں۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"بلیک کیٹ..."

"وہ تمہارے اعصاب پر بری طرح سوار ہے۔"

"ہاں، یہ تنظیم بلیک کیٹ ہی کی وجہ سے برقرار ہے ورنہ اب تک ان جارحانہ عزائم کا کب سے خاتمہ ہو گیا ہوتا، جن کی وجہ سے سینکڑوں بے گناہ افراد چیتھڑوں میں تبدیل ہو چکے ہیں۔"

"تمہارے جذبات قابلِ قدر ہیں۔ میں تمہارے لیے خصوصی مراعات کی سفارش کروں گا... ویسے اگر تم اپنی زندگی کے سلسلے میں پریشان ہو تو تمہاری حفاظت کی ضمانت دی جا سکتی ہے۔"

"مجھے اپنی زندگی کی کوئی پروا نہیں... لیکن مجھے کچھ ہو گیا تو میرے دل کے وہ ارمان ادھورے رہ جائیں گے جو صرف اور صرف بلیک کیٹ تک محدود رہ گئے ہیں۔ اس نے میری بہن کو سسکا سسکا کر مارا تھا۔"

"مجھے افسوس ہے، بہرحال کبھی موقع آیا تو میں تمہیں انتقام کی آگ بجھانے کا موقع ضرور دوں گا۔"

"شکریہ۔" سلاگر نے کہا اور سوچ میں ڈوب گیا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی۔ بلیک زیرو تیزی سے فون کی طرف جھپٹا اور بولا۔ "طاہر بول رہا ہوں۔"

"عمران دس سائیڈ۔"

"میں آپ ہی کی کال کا منتظر تھا۔"

"اس وقت تمہارے پاس کون کون موجود ہے؟"

"سلاگر اور جوزف۔"

"ڈورین کہاں ہے؟"

"پوائنٹ تھری پر... میں نے آپ کی ہدایت پر اسے بیان دینے کے فوراً بعد روانہ کر دیا تھا، میرا خیال ہے، وہ بڑی حد تک مطمئن ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم سلاگر کے ساتھ فوراً روانہ ہو جاؤ۔"

"بہت بہتر..."

"جوزف کو ساتھ رکھنا۔ اس سے کہہ دو کہ آنکھیں کھلی رکھے۔"

"آپ چاہیں تو اس سے بات کر لیں۔"

"ٹھیک ہے، اسے ریسیور دے دو۔"

بلیک زیرو نے ریسیور جوزف کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"جوزف دی فائٹر۔"

"ابے او کالیے، ہر وقت لڑنے مرنے کی دھمکیاں دیتے رہتے ہو، کھال اُتروا دوں گا، سمجھے!"

جوزف کے دانت نکل پڑے۔ "اوہ باس، یہ تم ہو؟"

"ہاں۔ تمہیں سلاگر کی حفاظت کرنی ہے۔"

"او۔ کے باس۔ یہ محفوظ رہے گا۔"

"آنکھیں کھلی رکھنا اور معدہ خالی۔ اگر اسے کوئی نقصان پہنچا تو بہت بری طرح پیش آؤں گا۔" عمران نے یک لخت سخت لہجہ اختیار کر لیا۔

"رحم کرو باس، معدہ خالی ہو گا تو آنکھیں کس طرح کھلی رہ سکیں گی؟"

"شٹ اپ، ایک بوتل سے زیادہ نہیں۔"

"ڈیڑھ بوتل باس... تھینک یو گریٹ باس۔"

"اچھا..." عمران نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

جوزف نے ریسیور رکھ دیا اور جیب سے ایک چھوٹی سے شیشی نکالنے لگا، بلیک زیرو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ "ٹھیک ہے مسٹر سلاگر۔ اب ہم چلیں گے۔"

سلاگر خاموشی سے اُٹھ گیا۔

بلیک زیرو نے ساؤنڈ پروف کمرے کا دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ پورچ میں ایک سیاہ ویگن کھڑی تھی۔ جوزف ہولسٹروں میں ریوالور درست کرتا ہوا ویگن کے ڈرائیونگ ڈور کی طرف بڑھ گیا۔ بلیک زیرو اور سلاگر عقبی حصے میں بیٹھ گئے اور ویگن گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ باہر نکل کر ویگن کا رُخ اسی سڑک کی طرف ہو گیا جسے کچھ عرصہ قبل آسیبی شاہراہ کا نام دیا گیا تھا۔ جوزف طوفانی رفتار سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

نصف گھنٹے بعد گاڑی آسیبی شاہراہ پر پہنچی تو جوزف نے بلیک زیرو کی ہدایت پر وہ مخصوص حفاظتی نظام کھول دیا جس سے گاڑی بیرونی خطرات سے محفوظ رہ سکتی تھی۔ ہر طرف سے مطمئن ہونے کے بعد اس نے جیب سے شیشی نکالی اور ایک ہی گھونٹ میں خالی کر کے ہونٹ چاٹنے لگا۔

کچھ ہی دیر بعد گاڑی ایک ایسے حصے میں پہنچ گئی، جہاں جوزف نے بلیک زیرو کے اشارے پر اسے روک دیا۔ سب سے پہلے وہ خود ہی نیچے اُترا۔ اس کے بازوؤں کی مچھلیاں پھڑک رہی تھیں اور وہ کسی شکاری کتے کی چاق و چوبند دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے اطراف کا جائزہ لیا۔ اچانک ہی اس کی نگاہ ایک شخص پر پڑی جو بھیڑ بکریوں کا ریوڑ ہانکتا ہوا سڑک کے نشیب میں چلا جا رہا تھا۔

بلیک زیرو نیچے اُترا تو اس کے حلق سے اُلو کی تیز آواز سی نکلی۔ جواباً ویسی ہی چیخ اس کی سماعت سے ٹکرائی اس نے اطمینان کے اظہار میں سر کو جنبش دی اور اشارہ کیا تو سلاگر بھی نیچے اتر آیا۔ "کیا یہ وہی پوائنٹ ہے؟"

"ہاں۔ ہمیں بائیں نشیب میں اُترنا ہے۔" سلاگر نے پُرتشویش نظروں سے گرد و پیش کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

جوزف نے دروازہ لاک کیا اور نشیب میں اُتر گیا... سلاگر اور بلیک زیرو اس کے پیچھے تھے۔

وہ خاموشی سے آگے بڑھتے رہے۔ کچھ دیر بعد وہ چرواہے کے قریب پہنچ گئے۔ چرواہے نے ہاتھ اُٹھا کر انہیں سلام کیا۔ "موسم کافی گرم ہے نوجوان۔" بلیک زیرو نے کہا۔

"جی ہاں۔ لیکن اتنا بھی نہیں کہ کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔"

"بہت خوب۔" بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلایا اور خاموشی سے آگے بڑھ گیا۔ جوزف اس دوران لاتعلق رہا لیکن اس کے ہاتھ ہولسٹروں سے جُدا نہیں تھے۔ سلاگر نے اطمینان سے سر ہلایا اور خاموشی سے آگے بڑھتا رہا۔ اب وہ جوزف کی طرف سے مطمئن تھا۔ جوزف کسی شکاری کتے کی طرح اِدھر اُدھر یوں سُونگھنے لگتا تھا جیسے خطرے کی بُو اس کے نتھنوں سے ٹکرا رہی ہو۔

چرواہا پیچھے رہ گیا۔

سلاگر نے محسوس کیا تھا کہ چرواہے کے لبادے میں ایک آٹومیٹک ٹامی گن چھپی ہوئی تھی۔ حفاظتی انتظام کے احساس نے بڑی حد تک اس کے ذہن سے خدشات نکال دیے تھے... وہ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے آگے بڑھتا رہا۔

بلیک کیٹ کے اس مسکن تک پہنچنے کے دوران انہیں کئی آدمی ملے۔ بلیک زیرو ان سب سے موسم پر تبصرہ سنتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ جوزف خاموش تھا البتہ اس نے دو ایک بار بوتل ضرور مُنہ سے لگائی تھی۔ سلاگر اس کی طرف متوجہ ہوتا تو اس عجوبۂ روزگار شخصیت کے بارے میں اُلجھ کر رہ جاتا۔ جلد ہی وہ اس حصے تک پہنچ گئے جہاں سے غاروں کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ بلیک زیرو اور سلاگر ساتھ ساتھ تھے۔ جوزف اب ان سے چند قدم پیچھے چل رہا تھا۔

وہ ایک تنگ سے راستے پر ہو لیے۔

سورج آگ برسا رہا تھا۔ ویرانے میں گہری خاموشی تھی۔ کبھی کبھی کوئی بھیڑ یا بکری ممیاتی تو سناٹا مجروح ہو جاتا۔ ورنہ ہوا کی سرسراہٹ یا ان تینوں کے قدموں کی آہٹوں کے علاوہ کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔

اچانک جوزف کہیں دور سے آتی ہوئی آواز سن کر چونک پڑا۔ جوزف کو چونکتے دیکھ کر بلیک زیرو اور سلاگر

بھی ٹھٹک گئے۔ انھوں نے الجھن آمیز نظروں سے جوزف کی طرف دیکھا۔ "کیا بات ہے جوزف؟" بلیک زیرو نے پوچھا۔

"میں کچھ خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔" جوزف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

⊙

"آخر تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟" جولیا غرائی۔

"کمال ہے تم ابھی تک نہیں سمجھیں۔" بلیک کیٹ نے مسکرا کر جواب دیا۔

"میں تمھیں کسی ناپاک ارادے میں کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔" جولیا غرائی۔

دوبارہ اس سے کوئی سوال نہیں کیا گیا۔ نہ ایکسٹو کے بارے میں کچھ دریافت کیا گیا اور نہ ہی انھوں نے اسے سیکرٹ سروس کے بارے میں معلومات بہم پہنچانے پر مجبور کیا گیا تھا۔ وہ اسے ایک ایسے ویران علاقے میں لے آئی تھی جسے جولیا نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی اس کے بارے میں اُسے معلومات حاصل تھیں۔ رات بھر اس نے بھاگ دوڑ میں صرف کر دی لیکن بلیک کیٹ کے آہنی پنجوں سے نہ نکل سکی۔

شام ہر قدم پر اس کا تعاقب کر رہا تھا اور وہ خود بلیک کیٹ کے کاندھے پر سفر کر رہی تھی۔

جولیا حیران تھی کہ آخر وہ کس مٹی کی بنی ہوئی عورت ہے۔ رات بھر جاگنے کے بعد جولیا کا جسم پھوڑے کی طرح دُکھنے لگا۔ لیکن وہ رات بھر اس کا تعاقب کرنے کے باوجود تازہ دم تھی۔

"مجھے اتار دو..." جولیا نے کہا۔

"کیوں؟"

"میں اسے پسند نہیں کرتی۔"

"اس میں میری خوشی شامل ہے۔"

"شٹ اُپ۔ مجھ سے بازاری لہجے میں گفتگو کی تو بہت بُری طرح پیش آؤں گی۔" جولیا غرائی لیکن اسے خود اپنی ہی آواز دُور سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ "میں اس قسم کی لغویات کو پسند نہیں کرتی۔"

"میرا خیال ہے، تم کسی خانقاہ کی راہبہ بھی نہیں ہو۔"

"میں کچھ بھی ہوں لیکن کچھ اخلاقی ضابطوں کی مالک ہوں۔"

"شاید تم سفر کی بوریت ختم کرنے کے لیے بات چیت کرنے کے موڈ میں ہو۔ خیر کوئی بات نہیں۔ میں بُرا نہیں مانتی۔"

جولیا دانت پیس کر رہ گئی۔ "میں کہتی ہوں مجھے اتار دو۔"

اس نے بُری طرح ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیے اور بُری طرح اُسے نوچنے کھسوٹنے لگی۔ بالآخر بلیک کیٹ نے اُسے زمین پر پٹخ دیا۔ جولیا گری اور کراہنے لگی۔

جس بے دردی سے بلیک کیٹ نے اسے نیچے پھینکا تھا اگر اس کی جگہ کوئی اور عورت ہوتی تو یقیناً ادھ مری ہو جاتی لیکن جولیا نے خود کو سنبھالا اور پھر اس کے ذہن پر دیوانگی سوار ہو گئی۔

وہ اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ بلیک کیٹ اسے چمک دار نگاہوں سے گھور رہی تھی۔ "کیا لڑنے کا ارادہ ہے؟"

"تم عورت نہیں ناگن ہو۔" جولیا دانت پیس کر بولی۔

"اگر یہ خطاب ہے تو مجھے خوشی ہوئی۔"

جولیا نے آگے بڑھ کر زور سے اس کے منہ پر طمانچہ مار دیا۔ یہ طمانچہ اس قدر زوردار تھا کہ عام عورت کا چہرہ گھوم جاتا۔ بلیک کیٹ بھی جھٹکے سے کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اس کے ہونٹوں سے خون کی ایک باریک سی لکیر نمودار ہوئی اور باچھوں سے بہہ کر نیچے آگئی... بلیک کیٹ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رقصاں ہو گئی۔

جولیا نے آگے بڑھ کر ایک اور طمانچہ مارا لیکن اس بار بلیک کیٹ نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور اس کو اتنی قوت سے مروڑا کہ جولیا کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

بلیک کیٹ کی آہنی گرفت بالکل شکنجے جیسی تھی۔

جولیا دھیرے دھیرے کراہنے لگی۔ "میں گستاخ ہاتھوں کو توڑنا بھی جانتی ہوں لیکن نہ جانے کیا بات ہے کہ تمھاری ہر ادا پر مجھے پیار آ جاتا ہے۔"

"تم غلیظ کتیا... میں تمھارا منہ توڑ دوں گی۔"

"آؤ... جلدی کرو۔" بلیک کیٹ نے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے گھسیٹتی ہوئی تیزی سے آگے بڑھنے لگی... سورج کی کرنیں رفتہ رفتہ آگ برساتی ہوئی حالت اختیار کرتی جا رہی تھیں۔

⊙

غیر ملکی نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹایا اور تیزی سے

نیچے جُھک گیا۔ اس کی نگاہیں سڑک پر جمی ہوئی تھیں۔ اچانک اس نے ایک سیاہ رنگ کی ویگن کو رکتے دیکھا اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے جیب سے ایک چھوٹا لیکن طاقتور ٹرانسمیٹر نکالا... اور فریکوئینسی سیٹ کرنے لگا۔ "آر... او... آر... او... کالنگ۔"

دوسری طرف سے ہواؤں کی سرسراہٹ سنائی دیتی رہی۔

"آراو کالنگ۔ ہری اپ۔" وہ غرایا۔ لہجے سے بے چینی مترشح تھی۔

چند لمحے تک ہواؤں کا شور ہوتا رہا پھر کسی نے جواباً کہا۔ "یس ہیڈ کوارٹر اٹیچ کیو کالنگ اوور۔"

"سلاگر پہنچ گیا ہے۔" آراو نے کہا۔

"اوہ... تو بلیک کیٹ کا خیال درست تھا۔"

"ہاں۔ اس کے ساتھ آدمی ہیں۔" اس نے کہا۔

"یہ کون لوگ ہیں؟"

"ایک تو چھریرے بدن کا نوجوان ہے دوسرا نیگرو، غالباً وہ عمران کا باڈی گارڈ جوزف ہی ہے۔"

"لیکن سلاگر انہیں لے کر یہاں کیوں آیا ہے؟"

"ممکن ہے بلیک کیٹ کی خیال آرائی کے مطابق وہ حفاظت کے لیے یہاں لایا گیا ہو۔"

"تم سے کس قدر فاصلہ ہے؟"

"زیادہ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اسے ٹھکانے لگا دو۔"

"اگر میں نے ایسا کیا تو کوئی وجہ نہیں کر خود مجھے بھی ٹھکانے نہ لگا دیا جائے۔" آراو نے سخت لہجے میں کہا۔

"کیوں بھلا؟"

"اس لیے کہ آس پاس ان کے درجنوں آدمی پھیلے ہوئے ہیں۔"

"پھر کیا کیا جائے؟"

"فوراً بلیک کیٹ سے رابطہ قائم کرو۔"

"تمہیں اس بات کی اطلاع پہلے سے دینی چاہیے تھی۔" جواباً کہا گیا۔

"کس بات کی اطلاع؟" وہ غرایا۔

"یہی کہ ان کی حفاظت کے لیے پہلے سے بندوبست کیا گیا ہے اور وہاں ان کے درجنوں آدمی پہلے سے پھیلے ہوئے ہیں۔" ہیڈ کوارٹر سے بولنے والے کے لہجے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ جھلا گیا ہے۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" آراو غرایا۔ "اگر مجھے علم ہوتا تو میں کیوں اطلاع نہ دیتا۔ یہ تو ان لوگوں کے آنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس علاقے میں جو چرواہے پھیلے ہوئے ہیں، وہ درحقیقت انہی کے آدمی ہیں۔"

"یہ تمہیں کس طرح معلوم ہوا؟"

"میں نے مخصوص سگنل کی آواز سنی تھی۔"

"مخصوص سگنل؟"

"ہاں۔ اُلّو کی چیخ... اور اسی آواز میں جواب بھی دیا گیا ہے۔"

"کچھ بھی ہو، سلاگر کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

"کیا اب میں اس کے لیے دُعا کرنا شروع کر دوں۔"

"تم بہت جھلا رہے ہو، دماغ ٹھنڈا رکھو۔"

"حالانکہ ایسی حالت تمہاری ہے... میں اس بحث و تمحیص کے لیے تم سے خاص طور سے وضاحت طلب کروں گا۔"

"دھمکیاں دینے کی ضرورت نہیں۔" ناخوشگوار لہجے میں کہا گیا۔ "تم نے اطلاع اس قدر کم مدت میں دی ہے کہ میں اُلجھن میں پڑ گیا ہوں۔ آخر اس قدر کم مدت میں کیا ممکن ہو سکتا ہے؟"

"بلیک کیٹ کو اطلاع دو۔"

"میں کئی بار ٹرائی کر چکا ہوں۔"

"پھر...؟"

"ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو رہا۔"

"پوما کو بھیج دو۔"

"گڈ... یہ تم نے اچھا کہا۔ میں ابھی بندوبست کرتا ہوں۔"

"کوشش کرنا کہ ٹام کے ہمشکل پوما کو روانہ کرو۔"

"وہ لوگ اس وقت کہاں ہیں؟"

"گاڑی سے ہٹ کر نشیب میں اُتر رہے ہیں۔"

"میں نے ٹامی پوما کے لیے کہہ دیا ہے۔"

"لانے والے سے کہنا کہ اُسے مقررہ جگہ سے نصف فرلانگ کے فاصلے پر چھوڑ دے۔ میں خود ہی اسے اپنی طرف متوجہ کر لوں گا۔" آراو نے کہا اور ایک بار پھر ہدایت کی کہ جلدی کی جائے۔ سلسلہ منقطع کر کے اس نے ٹرانسمیٹر

کو جیب میں ٹھونس لیا اور سڑک کے اس حصّے کی جانب متوجّہ ہوگیا جہاں سلاگر، بلیک زیرو اور جوزف نشیب میں اُتر کر ایک چرواہے کے قریب جا کھڑے ہوئے تھے۔

آر او اس وقت ایک ایسی جگہ رُوپوش تھا جہاں سے اسے دیکھا جانا ممکن نہیں تھا۔ البتہ وہ بہ آسانی ڈیڑھ میل کی رینج میں آس پاس کے علاقے پر نگاہ رکھ سکتا تھا۔ اس کے قریب ہی ٹامی گن بھی رکھی تھی، لیکن اب تک ایک بار بھی اس کا ہاتھ ٹامی گن کی نہیں بڑھا تھا۔ اس سے بہ آسانی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ شخص جذبات سے بھڑک کر غلط اقدام کا عادی نہیں تھا۔ کچھ دیر بعد ٹرانسمیٹر پر کسی کال کا اشارہ موصول ہوا۔ آواز سنتے ہی اس نے ٹرانسمیٹر نکال کر آن کیا: ”آر... او... اوور“

”پُوما پہنچ گیا ہے۔“

”ویری گڈ۔“ آر او خوش ہوگیا۔ ”تم اب کہاں ہو؟“

”آسیبی شاہراہ کے آٹھویں میل پر۔“

”پُوما کو میری طرف ڈائریکٹ کردو۔ میں اس وقت پوائنٹ ہائی پر ہوں۔ او کے؟“

”سمجھ گیا۔ تم متوجّہ رہنا، میں اُسے چھوڑ رہا ہوں۔“

”آل رائٹ۔ میں متوجّہ ہوں۔“ آر او نے جواب دیا۔

دوسری طرف سے فوراً ہی سلسلہ منقطع ہوگیا۔

آر او نے تھیلے سے ایک دُوربین نکال کر آنکھوں سے لگالی۔ وہ سڑک کے اس حصّے کی طرف متوجّہ تھا جو شہر سے آرہا تھا... تقریباً دس منٹ بعد اسے ایک سیاہ متحرک جسم دکھائی دیا۔

”پُوما...“ وہ بڑبڑایا۔

جیب سے ایک عجیب سی خوشبو میں بسا ہوا رومال نکال کر اس نے فضا میں لہرانا شروع کردیا۔ اتفاق سے اس وقت ہوا کا رُخ بھی پُوما ہی کی جانب تھا۔ اس لیے آر او مطمئن تھا کہ پُوما اس کی طرف متوجّہ ہو جائے گا۔ اس کا خیال صحیح نکلا۔ چند ہی لمحوں میں وہ متحرک سیاہ جسم اس کے پاس پہنچ گیا۔

آر او نے رُومال جیب میں ڈال لیا اور اس خوفناک جنگلی بلّے کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرنے لگا، پھر اس نے تھیلے سے ایک قمیص نکالی اور پُوما کے آگے ڈال دی۔ پُوما نے اسے سُونگھا اور پھر فضا میں نتھنے پھُلائے۔ اس کے بعد اس نے جست لگائی اور اس طرف چلا گیا، جدھر کچھ دیر قبل سلاگر، جوزف اور بلیک زیرو جاتے دکھائی دیے تھے۔

اس غیر ملکی کے چہرے پر خوفناک مسکراہٹ رقصاں ہوگئی۔

◎

بلیک زیرو نے اِدھر اُدھر دیکھا، پھر اس کی نگاہ سلاگر کی طرف اُٹھ گئی جس کا چہرہ کسی لاش کے چہرے کی طرح سپید پڑ گیا تھا۔ جوزف کے دونوں ہولسٹروں سے ریوالور نکل آئے۔ ”کہیں تمھیں غلط فہمی تو نہیں ہوئی؟“ بلیک زیرو نے کہا۔

”آج تک تو نہیں ہوئی، ممکن ہے، اس وقت کوئی فرق پڑ گیا ہو۔“ جوزف نے غرّاتی ہوئی آواز میں جواب دیا اور چوکس انداز میں اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔

”ٹھیک ہے، تم الگ ہٹ جاؤ... اور دیکھو۔“

جوزف نے اثبات میں سر ہلایا اور سلاگر کی طرف متوجّہ ہوگیا۔ ”مسٹر سلاگر، کیا تم بھی کچھ محسوس کر رہے ہو؟“

”ہاں مسٹر جوزف۔ کوئی آس پاس موجود ہے۔“

”گویا میرے کان مجھے دھوکا نہیں دے رہے ہیں...“ جوزف نے کہا اور چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پھر اس کے حلق سے درندے کی سی غرّاہٹ نکل گئی۔ کوئی چیز پھُدک کر اُن کے سروں سے گزر گئی تھی۔

”کیا تھا؟“ بلیک زیرو بڑبڑایا۔

”ٹام... یہ ٹ... ٹام ہی رہا ہوگا۔“

”کون ٹام؟“ بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔

”بلیک کیٹ کا خونخوار بِلاّ۔“ سلاگر نے جواب دیا اور کانپنے لگا۔ اب اس کا چہرہ مزید اُجڑا اُجڑا لگ رہا تھا۔

”تم ایک بِلّے سے اس قدر خوف زدہ ہو!“

”وہ شیطانی بِلاّ ہے۔ مجھے جان سے مار دے گا۔“ سلاگر تھوک نگل کر بولا۔

دفعتاً جوزف نے فائر کھول دیا۔ میاؤں میاؤں کی تیز آواز گونجی اور سنّاٹا چھا گیا۔

جوزف نے پے در پے تین فائر کیے۔ معلوم نہیں وہ بِلاّ تھا یا چھلاوا... گولیوں کی بوچھاڑ میں وہ یوں نکل گیا جیسے اس کے جسم پر پَر نکل آئے ہوں۔

بلیک زیرو نے بھی ریوالور نکال لیا۔ ایک بار تو اس کا دل چاہا کہ وہ حفاظت کی غرض سے ایک ریوالور سلاگر کو بھی دے دے لیکن اسے مصلحت کے خلاف تصور کر کے خاموش ہو رہا۔ اس نے جوزف کو اشارہ کیا۔ جوزف نے سلاگر کو دھکیلا، پھر غار میں داخل ہو گیا۔

غار میں گھُپ اندھیرا تھا۔ اندر داخل ہونے کے چند منٹ بعد سلاگر کی دلدوز چیخ سنائی دی۔ بلیک زیرو پلٹا اور جوزف بھی بھاری قدموں سے بھاگا لیکن اندھیرے میں سلاگر کی کربیہ چیخیں گونجتی رہیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کا نرخرہ کسی درندے کے مُنہ دبا ہُوا ہو۔

"روشنی کرو" بلیک زیرو دہاڑا۔

جوزف نے بوکھلا کر جیب ٹٹولی اور طاقت ور ٹارچ نکال کر روشن کر دی۔ روشنی کے دائرے میں انھوں نے ایک بھیانک منظر دیکھا۔ سلاگر زمین پر گرا بُری طرح تڑپ رہا تھا اور اس کی گردن خون میں لتھڑی ہوئی تھی۔ ایک سیاہ رنگ کا خونخوار بلا اس کے نرخرے پر مُنہ جمائے ہُوئے تھا۔ جوزف نے ریوالور کا رُخ اُدھر کیا اور پھر بوکھلا کر ہٹ گیا۔ اس کے حلق سے ناقابلِ برداشت غرّاہٹ نکلی۔ لیکن بلا اس کے سر کے اوپر سے چھلانگ لگا کر اندھیرے غار میں نہ جانے کہاں غائب ہو گیا۔

بلیک زیرو لپکا اور سلاگر پر جُھک گیا لیکن پھر ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ کیونکہ سلاگر کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی تھی۔

◎

غیر مُلکی نے ایک بار پھر ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ اس نے فریکوئینسی سیٹ کی اور ہلکی آواز سے ٹرانسمیٹر کے ایک خانے کے قریب مُنہ لے جا کر پُکارنے لگا "ہیلو ایچ کیو... آر او کالنگ... آر او کالنگ" چند لمحوں تک دوسری طرف سناٹا طاری رہا اور ہواؤں کے شور کے سوا کوئی آواز سُنائی نہیں دی۔ غیر مُلکی نے اپنا کوڈ دُہرایا تو وہی آواز آئی، جیسے وہ اس سے پہلے بھی سُن چُکا تھا "یس... ایچ کیو... کہو کیا بات ہے؟"

"کامیابی، فتح" غیر مُلکی کے لہجے میں خوشی تھی۔

"کہیں تم یہ تو نہیں کہنا چاہتے کہ..."

"ہاں۔ پوما اس بار بھی کامیاب رہا۔ سلاگر کا جھگڑا نمٹ گیا۔"

"کیا تم ان لوگوں کے بہت قریب تھے اور پوما کو ایکشن میں دیکھ رہے تھے؟"

"نہیں، تھوڑی دیر پہلے، میں نے ایک غار کی طرف سے سلاگر کی دہشت میں ڈوبی ہوئی چیخیں سُنی تھیں۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے سلاگر، پوما کو دیکھ کر خوف سے چیخنے چلانے لگا ہو۔ اور پوما کو اسے ہلاک کرنے کا موقع نہ ملا ہو!"

"پوما اس وقت میرے پاس بیٹھا اپنی خون آلود مونچھیں اور نتھنے چاٹ رہا ہے۔" غیر ملکی نے خوف ناک آواز میں اپنے سامنے بیٹھے ہوئے خون آشام چیتے کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ بلا یکبارگی چونکا اور دھیمی آواز میں غرانے لگا، جیسے اپنے کارنامے پر خوشی کا اظہار کر رہا ہو۔

"بہت خوب!" دوسری جانب سے مطمئن آواز سنائی دی "اب اسے پوائنٹ ہائی پر چھوڑ دو۔ میں اس کی واپسی کا بندوبست کر رہا ہوں۔"

"میرا خیال ہے۔ میں اب واپس آ جاؤں۔"

"نہیں، ابھی وہیں ٹھہرو۔ ان لوگوں کو ایسے تو نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

"تمھارا اشارہ عمران کے باڈی گارڈ اور دوسرے آدمی کی طرف ہے؟"

"ہاں" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ان لوگوں پر اندھا دھند ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا ان کے ارد گرد مسلح آدمی پھیلے ہوئے ہیں!"

"کسی طرح انھیں اسپلی شاہراہ کے دسویں میل تک لے آؤ۔"

"تمھارا مطلب ہے، پوائنٹ ڈیتھ تک!" غیر ملکی نے چونک کر پوچھا "تم ان کے بارے میں کوئی آخری فیصلہ کر چکے ہو؟"

"ہاں۔ اب میں اُن لوگوں کو زیادہ موقع نہیں دینا چاہتا۔ ویسے بلیک کیٹ سے رابطہ نہیں... ہو پا رہا، اس لیے میں پریشان ہوں!"

"گویا یہ فیصلہ تم نے پریشانی کے عالم میں کیا ہے۔" غیر ملکی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"نہیں، چار بڑوں کی مشاورت سے" دوسری طرف

سے خشک لہجے میں کہا گیا۔ حالاں کہ بلیک کیٹ کی غیر موجودگی میں آپریشن انچارج میں ہی ہوتا ہوں اور مجھے یہ حق حاصل ہے کہ میں صورتِ حال کے مطابق جو فیصلہ چاہوں کرسکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں انھیں تلاش کرکے پوائنٹ ڈیتھ تک لاتا ہوں مگر پوما...." وہ اس جنگلی بلّے کے متعلق اپنی تشویش کا اظہار کرنا چاہتا تھا کہ دور سے ایک کار آتی ہوئی دکھائی دی۔ کار کی چھت پر لگا ہوا انٹینا تیزی سے گھوم رہا تھا اور اپنے اطراف میں سُرخ شعاعیں پھینک رہا تھا۔

غیر ملکی نے کار کو دیکھتے ہی ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کرکے اسے جیب میں ڈال لیا اور پوما کو اُٹھاتے ہوئے سڑک کے کنارے آ کھڑا ہوا۔ وہ شروع سے آخر تک سڑک کے کنارے ہی رہا تھا تاکہ اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کرنے میں آسانی رہے۔

کار اس کے قریب رک گئی۔ اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک جسیم اور کرخت چہرے والا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے غیر ملکی پر نگاہ ڈالے بغیر عجیب انداز سے سیٹی بجائی تو پوما جواباً غرّایا۔ پھر اس نے جست لگائی اور کھڑکی سے ہوتا عقبی نشست پر جا گرا۔ ڈرائیور نے ڈیش بورڈ پر لگا ہوا سیاہ بٹن دبایا تو ہلکی سی سرسراہٹ کے ساتھ کھڑکی کے نچلے حصّے سے شیشے کی ایک اسکرین نکلی اور بتدریج اٹھتی ہوئی اوپری سرے سے مل گئی۔ ایسی ہی ایک اسکرین ڈرائیونگ سیٹ کے پچھلے حصّے سے نکل کر چھت سے جا ملی تھی۔ گویا تھوڑی سی دیر میں پوما کار کے اس کیبن میں مقید ہو چکا تھا۔

ڈرائیور نے سر اُٹھا کر آزاد کی طرف دیکھا، مؤدبانہ انداز میں سر کو خفیف سی جنبش دی اور کار آگے بڑھا دی۔

وہ ایک گہرا سانس لے کر پلٹا تو ٹھٹک کر رہ گیا۔ کیونکہ ایک دراز قامت نیگرو اسے کینہ توز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ چند فٹ کے فاصلے پر ایک اور شخص بھی کھڑا تھا۔ آزاد قدرے سراسیمہ تھا۔ وہ دونوں نہ معلوم کب اس کے سر پر آ پہنچے تھے اور اسے ان کی موجودگی کا احساس بھی نہیں ہوسکا تھا۔ نیگرو نے اپنے سفید دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے بھاری آواز میں کہا۔ "عموماً اجنبی مجھ سے مل کر خسارے میں رہتے ہیں۔"

"کیوں؟" غیر ملکی نے لاشعوری طور پر پوچھا۔

"کیونکہ میں جوزف دی فائٹر ہوں۔" نیگرو نے کہا اور بے ڈھنگے پن سے ہنسنے لگا۔

بلیک زیرو کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید اوسان ہی کھو بیٹھتا۔ سلاگر کی موت کا منظر کسی بھی عام سے آدمی کا دل ہلا دینے کے لیے کافی تھا مگر وہ بلیک زیرو تھا... سیکرٹ سروس کا نمبر ون ایجنٹ۔ اس نے سلاگر کی لاش پر ایک اچٹتی سی نگاہ ڈالی اور جوزف کے شانے پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔ "آؤ باہر چلیں۔ یہ تاریکی خطرناک ثابت ہوئی۔ مجھے اس غار میں قدم نہیں رکھنا چاہیے تھا۔"

"اب... اب ہم کیا کریں گے؟" جوزف نے پوچھا۔

"عمران صاحب سے رابطہ قائم کرنے کے بعد ہی کچھ کہا جاسکتا ہے۔" وہ غار سے نکلتے ہوئے بولا۔ جوزف کسی پالتو کتّے کی طرح اس کے پیچھے تھا۔ وہ اپنی ہپ پاکٹ سے چپٹی سی بوتل نکال کر کئی بار گھونٹ لے چکا تھا۔ اس کی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں مگر اس کے قدموں میں خفیف سی بھی لڑکھڑاہٹ نہیں تھی۔ کھلی جگہ پہنچتے ہی بلیک زیرو نے ٹرانسمیٹر نکالا اور عمران کو کال کرنے لگا۔ سلسلہ جلد ہی مل گیا اور دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔ "یس... آئی ایم دس سائیڈ۔"

"سلاگر ختم ہو گیا۔"

"اوہ، کب اور کیسے؟"

"ایک خونخوار بلّے کے ذریعے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ بلّا ہمارا تعاقب بھی کرنے لگا تھا۔ اس پر فائرنگ کی گئی مگر وہ حیرت انگیز طور پر بچ نکلا۔"

"اوہ، بچ نکلا۔" عمران کی چہکار سنائی دی۔ "کہیں اس میں سنگ ہی کی روح تو نہیں حلول کر گئی؟"

"وہ خصوصیت سے سلاگر کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔" بلیک زیرو کہتا رہا۔ "ہم اس سے بچنے کے لیے ایک غار میں داخل ہوئے تو تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بلّے نے سلاگر کی گردن بھنبھوڑ کر رکھ دی۔"

"ہوں۔ اب وہ کہاں ہے؟"

بلیک زیرو نے بے بسی سے کہا۔ "وہ تو چھلاوہ تھا چھلاوہ... بس ایک لمحے کے لیے ہی نظر آیا تھا۔"

"تمھیں اس کا تعاقب کرنا چاہیے تھا۔" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"ج۔ جی ہاں۔" بلیک زیرو ہکلایا۔

"وہ بلا کوئی آسمانی بلا نہیں تھا۔ یقیناً وہ کوئی تربیت یافتہ چیز تھی اور ان لوگوں کے کسی قریبی ٹھکانے سے آئی تھی۔ سمجھ گئے؟"

"جی ہاں۔ اُسے سلاگر کی استعمال شدہ کوئی چیز سنگھا کر اس طرف بھیجا گیا ہوگا اور بھیجنے والا کہیں قریب ہی چھپا بیٹھا ہوگا۔"

"گڈ۔" عمران خوش ہوتے ہوئے بولا۔ "اب تمھاری بیٹریاں صحیح طور پر کام کرنے لگیں۔ اب اگر بلا نہیں تو وہ شخص ضرور دکھائی دے جائے گا جو اسے وہاں پر لایا تھا۔"

"ٹھیک ہے جناب۔"

"آسیبی شاہراہ والے اڈے کی تباہی کے بعد لازماً انھوں نے اپنا ہیڈ کوارٹر کہیں قریب ہی منتقل کیا ہو گا۔ ورنہ وہ خونخوار بلا اتنی جلدی وہاں نہ پہنچتا۔"

"میں سمجھ گیا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔" بلیک زیرو نے مستعدی سے کہا۔

"پھر تو میں بلاوجہ اپنا وقت ضائع کر رہا ہوں۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

بلیک زیرو نے ٹرانسمیٹر آف کر کے جیب میں رکھا اور جوزف کی طرف مڑا تو وہ آسیبی شاہراہ کے آٹھویں سنگ میل کی طرف گھور رہا تھا۔ "بلا ایک کار میں سوار ہو کر چلا گیا، مسٹر ٹائر۔" جوزف بڑبڑایا۔

"اوہ، تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"سب کچھ بہت جلدی میں ہوا۔ بہرحال اس طرف ایک آدمی اور بھی تھا۔"

"تمھیں دھوکا تو نہیں ہوا؟" بلیک زیرو چونک پڑا۔

"آؤ چلیں۔" بلیک زیرو نے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔

وہ اونچی نیچی چٹانوں کی آڑ لیتے ہوئے اس جگہ پر پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ ایک غیر ملکی ٹرانسمیٹر پر کسی سے گفتگو میں مصروف ہے۔ بات ختم کر کے اس نے ٹرانسمیٹر جیب میں ڈالا تو جوزف کسی شکاری کتے کی طرح اس کی طرف لپک پڑا۔

بالآخر وہ جان لیوا سفر ختم ہوا۔ معلوم نہیں بلیک کیٹ تھک گئی تھی یا پھر اس کی منزلِ مقصود آ چکی تھی... اس نے ایک کشادہ غار میں جولیا کو کاندھے سے اتار دیا۔ جولیا اس وقت اپنے ہوش و حواس میں تھی۔ لہٰذا اس نے بلیک کیٹ کو غار کا دہانہ خفیہ طریقے سے کھولتے دیکھ لیا تھا۔

اس کے ہاتھ میں کوئی عجیب سی پنسل نما ٹارچ تھی۔ جسے روشن کر کے اس نے دہانے کے مخصوص حصے پر روشنی ڈالی تو سامنے والی چٹان ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ دائیں جانب ہٹتی چلی گئی۔

وہ اندر داخل ہوئی تو جولیا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ غار کیا تھا... ایک بہت بڑا ہال تھا۔ ہموار دیواریں اور پُرسکون ماحول۔ ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی... ایک ٹھنڈی اور روح میں اُتر جانے والی خوشبو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔

بلیک کیٹ نے لے جا کر اسے ایک آرام دہ بستر پر لٹا دیا۔

جولیا نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس بستر کا گداز اور نرماہٹ اُس کے دُکھتے جسم کے لیے ایک بیش بہا آسودگی کا سامان تھی۔ اس کا جی چاہا کہ وہ اس بستر میں جذب ہو کر رہ جائے۔ اس نے ایک طویل سانس لی۔ ماحول میں بسی خوشبو اس کی سانسوں کے ذریعے اس کی روح میں اُترنے لگی۔ وہ یونہی لیٹی لمبی لمبی سانسیں لیتی رہی تو ذہن پر نشہ سا چھانے لگا۔

"اب تم میری زندگی کا ایک نیا اور حیرت انگیز پہلو دیکھو گی۔" بلیک کیٹ کی اڑتی اڑتی سی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی... لیکن جولیا تو نیند کے جھولے میں سوار ہلکورے لے رہی تھی۔ ایک لحظے کے لیے تار ٹوٹا اور پھر جڑ گیا... جولیا مکمل طور پر نیند کی وادی میں اتر چکی تھی۔

نہ جانے وہ کتنی دیر سوتی رہی۔ اگر بلیک کیٹ نے اُسے اٹھایا نہ ہوتا تو شاید وہ مزید سوتی رہتی۔ اس نیند کے بعد اس کی طبیعت بشاش ہو گئی تھی اور وہ خود کو بہت

ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔ بلیک کیٹ' اسے جگانے کے بعد سیاہ چمڑے کا مخصوص لباس تبدیل کر رہی تھی۔

جولیا نے آنکھیں پٹ پٹا کر اس کی طرف دیکھا اور پھر اچھل کر بستر سے کھڑی ہوگئی۔

دراصل حد درجہ تھکن کے بعد بستر کے گداز اور سحر انگیز ماحول نے اسے وقتی طور پر اس خطرناک صورتحال سے بے نیاز کر دیا تھا... ایک لمحے کو اس نے اس قابلِ نفرت عورت کے گزشتہ رویے اور اپنی جدوجہد کے متعلق سوچا تو کانپ کر رہ گئی۔

اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ ماحول ویسا ہی خوابناک اور انجانا سا تھا۔ فضا میں وہی مخصوص خوشبو تیرتی پھر رہی تھی... پھر اس نے بلیک کیٹ کو اس ہال نما غار کے ایک گوشے سے سُرخ رنگ کی اسپورٹس کار نکالتے دیکھا تو اسے حیرت کا ایک اور جھٹکا لگا۔ اس نے دوبارہ ہال کا جائزہ لیا اور پھر کار کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ جدید ماڈل کی کار تھی البتہ عام اسپورٹس کاروں کی طرح اس کی چھت کھلی نہیں تھی۔

بلیک کیٹ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے جولیا کو عقبی سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ خبیث بلا' جسے وہ ٹام کہہ کر پکارتی تھی، اس کی گود میں بیٹھا تھا اور اس کے سیاہ چرمی لباس کی وجہ سے اس کے وجود ہی کا ایک حصّہ لگ رہا تھا... بلیک کیٹ کے لباس سے، کالر کی جگہ ایک بڑی ٹوپی گردن کے پیچھے لٹک رہی تھی۔ جولیا جانتی تھی کہ وہ ضرورت پڑنے پر اس سے اپنا سر ڈھانپ لے گی اور اس طرح پوری کی پوری زرہ بند ہو جائے گی۔

اسپورٹس کار میں بیٹھتے ہی جولیا کو گھٹن محسوس ہونے لگی۔ ایک تو کار کے شیشے تاریک تھے اور پھر محدود ونڈ اسکرین سے سامنے کا منظر بھی پوری طرح دکھائی نہیں دے رہا تھا ویسے وہاں تھا بھی کیا، جسے دیکھنے کی خواہش ہوتی۔ نظروں کو اکتا دینے والی بے آب و گیاہ پہاڑیاں اور ہولناک نشیب و فراز سے اَٹے راستے، جن پر نگاہ پڑتے ہی جھرجھری سی آجاتی تھی۔

کافی آگے جانے کے بعد بلیک کیٹ نے ڈیش بورڈ پر لگا ہوا بٹن دبایا تو اس کے نیچے لگا ہوا چھوٹا سا اسکرین روشن ہو گیا اور اس پر ایک شخص کی تصویر نمودار ہو گئی۔

"ہیلو آپریشن انچارج!" بلیک کیٹ نے اسے مخاطب کیا۔ "بلیک کیٹ کالنگ!"

"مادام آپ کہاں تھیں!" انچارج نے تشویش سے کہا۔ "میں آپ سے رابطہ قائم کرنے کی مسلسل کوشش کرتا رہا ہوں!"

"میں یہ بتانا ضروری نہیں سمجھتی!" بلیک کیٹ نے خشک لہجے میں کہا۔ "سلاگر اور ڈورین کا کچھ پتہ چلا؟"

"ڈورین کا ابھی تک کوئی سُراغ نہیں ملا۔ البتہ سلاگر کو میں نے پوما کے ذریعے ختم کرا دیا ہے!"

"تم نے ٹھیک کیا!" بلیک کیٹ نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اتنے دنوں تک دشمنوں کی قید میں رہنے کے بعد اس کی وفاداریاں یقیناً تبدیل ہو چکی ہوں گی!"

"یس مادام۔ وہ دو شکاری کتوں کو بھی اپنے پیچھے لگا لایا تھا!"

"اوہ، تو پھر ہمیں محتاط رہنا چاہیے!"

"ان کا بندوبست بھی کر دیا گیا ہے!"

"وہ کیسے؟"

"بس کچھ ہی دیر کی بات ہے۔ آر او ان لوگوں کو پوائنٹ ڈیتھ تک لے کر آتا ہی ہوگا۔ وہاں ہمارے آدمی انہیں سنبھال لیں گے!"

"مجھے تم پر فخر ہے انچارج!" بلیک کیٹ نے اطمینان ظاہر کیا۔ "میری عدم موجودگی میں تم نے خود کو میرے نائب ہونے کا اہل ثابت کر دیا ہے!"

"تھینک یو مادام!"

"میں تھوڑی دیر بعد پہنچ رہی ہوں۔ پھر فائنل آپریشن کی تیاریاں کی جائیں گی۔ اب میں ان لوگوں کو سنبھلنے کا موقع نہیں دینا چاہتی... ہمیں آخری اور فیصلہ کن وار کرنا ہے... ایسا کہ یہ لوگ گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائیں گے!" بلیک کیٹ کے لہجے میں رعونت تھی۔

"میرا بھی یہی خیال ہے!"

"بس تم اس سلسلے کی تیاریاں مکمل کر لو!" بلیک کیٹ نے ہدایت دی اور سوئچ آف کر دیا۔ اسکرین پر دکھائی دینے والی تصویر غائب ہو گئی۔

بلیک کیٹ نے گردن گھما کر جولیا کی طرف دیکھا۔ اس

کے چہرے پر ایک مکروہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ پھر یک دم اس کا چہرہ بہت بھیانک اور خونخوار نظر آنے لگا۔ "تم لوگوں کی مکمل تباہی میرا مشن ہے۔" اس نے سفاک لہجے میں کہا اور پھر سامنے ونڈ اسکرین پر دیکھنے لگی۔

"تمہارا اور تمہاری تنظیم کا منہ کالا ہوگا۔" جولیا نے ترکی بہ ترکی کہا۔ "ہم لوگوں پر ہاتھ ڈالنا اتنا آسان نہیں ہے۔"

بلیک کیٹ نے ایک قہقہہ لگایا۔ "ہاں... ایک چیز ہے جس کی بنا پر تم ترقی کر کے ہم سے آنکھ ملا سکتے ہو۔ لیکن جب تمہارے اعتماد کی وہ دیوار، وہ اٹامک ری ایکٹر ہی تباہ کر دیا جائے گا جس کے سہارے تمہاری نام نہاد تنظیم کا وجود قائم ہے تو..." اس نے رک کر جولیا کی طرف گردن گھمائی اور ایک طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ "کیا خیال ہے... پھر بھی تم یہ بات کہہ سکتی ہو میری بھولی گڑیا؟"

جولیا کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ "تم... تم یہاں سے بچ کر نہیں جا سکو گی۔" اس نے دانت پیس کر کہا۔

"یہ مکالمہ تم کئی بار بول چکی ہو۔" بلیک کیٹ نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "مگر یقین کرو، میرا کچھ نہیں بگڑے گا بے بی۔"

جولیا کچھ نہ بولی۔ اسے دارالحکومت میں ہونے والی تباہ کاریاں یاد آنے لگیں۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کاش کسی طرح میں ان لوگوں کے خطرناک عزائم سے تنظیم کے کسی فرد کو آگاہ کر سکتی... اس نے ایک طویل سانس لی اور سیٹ کی پشت گاہ سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔

وہ سڑک سیدھی ہی سیدھی کسی شیطان کی آنت کی طرح چلی گئی تھی۔ بہت کم سڑکیں اس سے آکر ملتی تھیں۔ اس وقت ٹریفک بہت کم تھا۔ بلیک کیٹ نے آخری چوراہے پر پہنچ کر کار کی رفتار ایک دم سے کم کی تو جولیا نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا اور سامنے دیکھنے لگی۔ ٹھیک اسی وقت ایک کار سامنے سے آکر بائیں جانب مڑی تھی۔ صرف ایک ثانیے کے لیے جولیا کی نگاہ اس کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص پر پڑی تو اس کے حلق سے گھٹی گھٹی سی چیخ نکل گئی۔

عمران ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا خود کلامی کے انداز میں ہونٹ ہلا رہا تھا۔

- دانائی اور عقل مندی حاصل کرو، چاہے وہ دشمن کے سینے میں ہو۔
- تمہارا وہ خیال و تصور جس پر تم شرمندہ ہو جاؤ، تمہاری ان بھلائیوں سے بہتر ہے جن پر تم کو ناز ہے۔
- کہنے والے کو مت دیکھو۔ اس کا قول دیکھو۔
- عقل مند کی زبان اس کے دل میں ہے۔
- معافی نہایت اچھا انتقام ہے۔
- عادت پر غالب آنا کمال فضیلت ہے۔
- بوڑھوں کا مشورہ جوانوں کے جوش سے بہتر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ

***

غیر ملکی چند لمحوں تک انھیں گھورتا رہا پھر جارحانہ انداز میں بولا۔ "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ بات گول مول کیے بغیر یہ بتا دو کہ تم کون ہو اور اس جہنمی بلّے سے تمہارا کیا تعلق ہے؟" جوزف کی بجائے زیرو نے سوال کیا۔

"جہنمی بلا!" اس نے حیرت ظاہر کی۔ "میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"... حالانکہ بظاہر اتنے بدھو نظر نہیں آتے ہو۔" بلیک زیرو نے ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں کہا۔ "میری مراد وہ بلا ہے جسے تم نے ابھی ابھی روانہ کیا ہے اور جو تھوڑی دیر پہلے ایک شخص کو ہلاک کر کے یہاں آیا تھا۔"

"اوہ!" آراو نے ایک گہری سانس لی اور شانے ڈھیلے چھوڑ دیے۔ "یقین کرو دوست، وہ منظر میرے لیے بھی انتہائی حیرت انگیز تھا۔ جب میں نے ایک بلّے کو چھلانگ لگا کر کار میں بیٹھتے دیکھا تھا۔ وہ دائیں جانب کی جھاڑیوں سے نکلا تھا، یہاں ایک کار آکر کھڑی ہوئی۔ اس نے جست لگائی اور..."

"اور تمھیں گڈ بائی کہے بغیر یہاں سے چلا گیا۔" بلیک زیرو نے منہ بنا کر کہا۔ "معاف کرنا بھائی۔ تمہاری اس کہانی پر مجھے یقین نہیں آیا، سچ سچ بتاؤ، اس بلّے سے

تمھارا کیا قریبی تعلق ہے؟"
"آخر تم میری بات پر یقین کیوں نہیں کر لیتے"۔ آراو جھلا گیا۔ "تم آخر کس بنیاد پر اس بلّے سے میرا تعلق گانٹھنے کی کوشش کر رہے ہو!"
"بنیاد... دیکھو تم دونوں میں ایک قدر مشترک ہے"۔ بلیک زیرو نے مزاحیہ انداز میں کہا اور پھر ایک دم ہی تیور بدل کر بولا۔ "وہ بلا تمھارے قلب کی طرح سیاہ اور تمھارے ضمیر کی طرح مجرم اور گھناؤنا تھا، کیا یہ کم ہے... اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ تمھارے پاس سے ہو کر کار کی طرف گیا تھا... مجھے یقین ہے، اسے تم ہی نے ہمارے پیچھے لگایا تھا۔ اور اگر تم اب بھی نہیں مان رہے ہو تو اس نیگرو کو دیکھو، جو ہاتھ دھو کر تمھارے پیچھے پڑنے والا ہے"۔ اس نے جوزف کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ صبح سے شام تک بغیر رُکے تمھاری ٹھکائی کر سکتا ہے"۔
"تم مجھے دھمکی دے رہے ہو؟" آراو غرّایا۔
"یہی نہیں، اس پر عمل کرنے کا ارادہ بھی ہے"۔
"ٹھیک ہے"۔ آراو کے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ اُبھری۔ "مجھے بھی اپنے بارے میں بڑی خوش فہمی ہے۔ دیکھیں، پہلے کون یہاں سے دُم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہوتا ہے..."
اس کا جملہ ختم ہوا ہی تھا کہ جوزف نے کسی درندے کی طرح غرّا کر اس پر چھلانگ لگا دی۔ آراو اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور زمین پر گر گیا۔ پھر وہ دونوں دُور تک لڑھکتے چلے گئے۔

☙

عمران کی کار آندھی اور طوفان کی رفتار سے دوڑ رہی تھی۔
بلیک زیرو سے گفتگو کرتے ہی اسے احساس ہو گیا تھا کہ معاملہ اب گمبھیر صورت اختیار کر گیا ہے اور اب اگر اس معاملے کو ڈھیل دی گئی تو دارالحکومت کو ناقابلِ تلافی نقصان سے نہیں بچایا جا سکے گا۔ ڈورین کے ٹیپ سے اسے یہ تو معلوم ہی ہو چکا تھا کہ دشمن کی نگاہ اٹامک ری ایکٹر پر ہے، مگر وہ کیا کرنا چاہتے ہیں اور اُن کا طریقۂ واردات کیا ہوگا، اس سے وہ ابھی لاعلم تھا۔
بلیک زیرو، جوزف اور سلاگر کو اس ویرانے کی طرف روانہ کرنے سے پہلے اس نے ایسا بندوبست کر لیا تھا کہ وہ اس جگہ سے باخبر رہ سکے، جہاں وہ لوگ اس وقت تھے۔ اس نے ان کی کار میں خفیہ لہریں نشر کرنے والا آلہ لگا دیا تھا اور اس کا ریسیونگ سیٹ اس کی کار میں لگا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ڈیش بورڈ میں لگا ہوا ایک بٹن دبایا تو اس کے نیچے لگا ہوا اسکرین روشن ہو گیا۔ اسکرین پر اس علاقے کا نقشہ بنا ہوا تھا۔ اسکرین روشن ہوتے ہی اس پر ایک ننھا سا نقطہ بھی روشن ہو گیا۔ پھر ہلکی سی آواز سنائی دی اور وہ نقطہ ایک سڑک پر بڑھنے لگا۔ آواز کے ساتھ وہ نقطہ معدوم ہو جاتا تھا پھر اگلے ہی لمحے خفیف سا آگے بڑھ کر روشن ہو جاتا۔
اس وقت نقطہ آسیبی شاہراہ کے ایک خاص حصے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جب وہ آٹھویں میل پر پہنچا تو عمران کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں پر متعدد گاڑیاں ہولناک طور پر تباہ کر دی گئی تھیں... مگر وہ نقطہ وہاں سے گزر گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ بلیک زیرو کی کار کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ قدرے آگے پہنچ کر وہ نقطہ ساکت ہو گیا۔ پھر بلیک زیرو نے ٹرانسمیٹر پر اسے سلاگر کی ہلاکت کی خبر سُنائی۔
عمران محتاط انداز میں ڈرائیونگ کرتا رہا۔ اس وقت سڑک پر ٹریفک کم تھا اور سورج کی کرنیں اطراف میں پھیلی ہوئی چٹانوں کو الوداعی بوسہ دے رہی تھیں... آسمان پر سُرخ لہریے مچل رہے تھے اور تمازت بڑی حد تک کم ہو چکی تھی۔
مین کراسنگ پر آ کر جب اس نے کار دائیں جانب گھمانا چاہی تو اس کی نگاہ خود بخود سامنے سے آنے والی ایک کار پر پڑی، جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر سیاہ لباس والی دلکش سی عورت بیٹھی تھی... یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں تھی۔
حیرت کی بات تو یہ تھی کہ کار کی عقبی سیٹ پر جولیانا فٹنر واٹر بیٹھی تھی، جس کی آنکھیں اپنے گوشوں کے انتہائی حصّے تک پھیلی ہوئی تھیں۔

☙

اجنبی نے جلد ہی ہاتھ پیر ڈال دیے۔
ابتدا میں اس نے جم کر مقابلہ کرنے کی کوشش

کی تھی لیکن جلد ہی اسے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ وہ کسی گوشت پوست کے بنے ہوئے انسان سے مقابلہ نہیں کر رہا ہے۔ بلا شبہ اس نے جوزف پر زبردست ہاتھ آزمائے تھے لیکن جوزف پر اثر نہیں ہوا کیونکہ وہ تو ایک آہنی مشین تھا جس پر انسانی ہاتھ اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ اس نے اس کے کسی حملے سے بچنے کی کوشش قطعاً نہیں کی تھی، وہ خندہ پیشانی سے اس کا ہر وار سہہ جاتا لیکن جوابی حملہ پہلے سے کہیں زیادہ بھرپور اور تیز و تند ہوتا۔ رفتہ رفتہ اجنبی کی مدافعت کم ہوتی چلی گئی۔

"رُک... ٹھہرو... مم... میں... بتاتا ہوں" بالآخر اس نے ٹوٹتی آواز میں کہا۔ وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا اور اس کے چہرے سے بے پناہ اذیت ظاہر ہو رہی تھی۔

"لیکن ابھی ہمارا خون ٹھنڈا نہیں ہوا" جوزف نے پھنکارتے ہوئے کہا اور مزید ایک گھونسہ اجنبی کی ناک پر جما دیا۔ "ابھی ہوا ہی کیا ہے..." اس نے اجنبی کے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"رُک جاؤ جوزف..." بلیک زیرو پوری قوت سے چلایا۔ "اب اسے ہاتھ مت لگانا، ورنہ میں تمہارا جسم چھلنی کر دوں گا" جوزف کو خوف زدہ کرنے کے لیے اس نے ریوالور بھی نکال لیا تھا۔

جوزف کا خون ٹھنڈا ہونے کا مطلب وہ بخوبی سمجھتا تھا۔ اسے تو تربیت کے مطابق اپنی ہارس پاور کو مکمل طور پر استعمال میں لانا ہوتا تھا۔ اسے اس بات سے غرض نہیں تھی کہ مقابل نے ہار مان لی ہے یا وہ گر کر بے ہوش ہو چکا ہے۔

بلیک زیرو کی آواز سُن کر اس نے پلٹ کر دیکھا۔ ریوالور پر نگاہ پڑتے ہی اس نے دانت نکال دیے۔ غالباً اسے بلیک زیرو کے رویے پر مایوسی ہوئی تھی۔

اجنبی کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور کینہ توز نگاہوں سے جوزف کی طرف دیکھنے لگا۔

"تمہارا نام اور پتہ پوچھنے میں، میں اپنا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا" بلیک زیرو نے ڈوبتے ہوئے سورج پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔

"پھر کیا چاہتے ہو؟" اجنبی نے پوچھا۔

"تم ہمیں اپنے ٹھکانے پر لے کر چلو گے۔ میں کار منگواتا ہوں"

"ٹھیک ہے" غیر ملکی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اگر تم موت کے منہ میں چھلانگ لگانا چاہتے ہو تو یوں ہی سہی"

بلیک زیرو سر ہلاتا ہوا ایک چٹان کے پیچھے چلا گیا اور ٹرانسمیٹر نکال کر ان چرواہوں میں سے ایک کو کال کرنے لگا جو اطراف میں پھیلے ہوئے تھے۔ وہ اسے کار لانے کی ہدایت دے رہا تھا۔ سچویشن سمجھانے کے بعد وہ کار کی آڑ سے نکلا اور دوبارہ غیر ملکی کے نزدیک آ کھڑا ہوا۔

جوزف اب بھی پوری طرح چوکنا تھا۔ یوں لگتا تھا، جیسے غیر ملکی کے جنبش کرتے وہ اس پر جھپٹ پڑے گا۔

انھیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دائیں جانب سے جلد ہی وہ کار آتی دکھائی دی جسے وہ ایک چٹان کی آڑ میں چھوڑ آئے تھے۔ اس وقت کار کو ایک چرواہا ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ ان کے قریب آ کر اس نے کار روکی اور ڈرائیونگ سیٹ سے اتر گیا۔

پھر بلیک زیرو نے غیر ملکی کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

"اب کار تم ڈرائیو کرو گے" وہ بولا۔

غیر ملکی سر ہلاتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جوزف نے اس کے برابر والی سیٹ سنبھال لی تھی جب کہ بلیک زیرو نے عقبی سیٹ پر بیٹھنا مناسب سمجھا۔ چرواہا باہر ہی رہ گیا تھا۔ بلیک زیرو نے اسے ساتھ لینا خلافِ مصلحت سمجھا تھا۔ اس کا اشارہ پا کر غیر ملکی نے کار آگے بڑھا دی۔ بلیک زیرو نے حفظِ ماتقدم کے طور پر اپنا ریوالور نکال لیا تھا۔

"تم لوگوں کا ٹھکانہ کہاں ہے؟" اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"اس شاہراہ کے دسویں میل پر" غیر ملکی نے جواب دیا۔ "سڑک کے دائیں جانب جو پہاڑیاں، پرندے کی شکل کی ہیں اس کے نیچے تہ خانے میں تنظیم نے اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کر رکھا ہے"

"ٹھیک ہے، چلتے رہو" بلیک زیرو نے کہا۔ اس کا لاشعور اسے رہ رہ کر پریشان کر رہا تھا۔

سب کام اس کی حسبِ منشا ہو رہے تھے مگر اس کے باوجود کوئی چیز تھی جو اس کے ذہن میں کھٹک رہی

تھی۔ کیا... وہ اس کا تجزیہ نہ کر سکا۔

***

پھر جولیا کی اضطراری اور گھٹی گھٹی سی چیخ سنائی دی۔

عمران نے ریورس گیئر لگایا اور کار تیزی سے پیچھے کی۔ اب وہ آگے جانے والی کار کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس کے ریورس ہوتے ہی اسپورٹس کار ہوا سے باتیں کرنے لگی تھی۔ اسکرین پر اب بھی سگنل موصول ہو رہے تھے۔ مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ اسی سمت بڑھ رہے تھے، جدھر خود اس کی کار جا رہی تھی۔ گویا اب کھیل شروع ہونے والا تھا۔

بالآخر ایک جگہ وہ روشن نقطہ ساکت ہو گیا۔ عمران نے اسکرین پر بنے ہوئے نقشے پر نگاہ ڈالی۔ وہ آسیبی شاہراہ کا دسواں میل تھا۔

آگے جانے والی کار کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ لمحہ بہ لمحہ فاصلہ بڑھتا جا رہا تھا۔ عمران کوشش کے باوجود بھی درمیانی فاصلہ کم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔ صورتِ حال اس حد تک اطمینان بخش ضرور تھی کہ وہ کار نگاہ سے اوجھل نہیں ہوئی تھی۔

سورج تقریباً ڈوب چکا تھا اور چاروں طرف ملگجی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ بخوبی جانتا تھا کہ روشنی چند ہی ثانیوں کی مہمان ہے پھر وہاں تیزی سے تاریکی پھیلے گی اور وہ اس کار کا تعاقب جاری نہیں رکھ سکے گا یا کم از کم اس کار کو گنوا بیٹھے گا۔

مگر اس وقت اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے تاریکی پھیلتے ہی آگے جانے والی کار کی ٹیل لائٹیں روشن ہوتے دیکھیں۔ وہ جو کوئی بھی تھا، گویا یہ چاہتا تھا کہ عمران اس کے تعاقب میں لگا رہے۔

”بیچارہ!“ عمران نے زیرِ لب کہا اور اس کے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ پھیل گئی ”تم کچھ بھی کرو کالی بلّی... اب میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔“

ٹیل لائٹس اس وقت کسی جگنو کی طرح جھلملا رہی تھیں۔

بالآخر وہ ایک جگہ ساکت ہو گئیں۔ عمران نے جب اس جگہ کار روکی تو اس کار کو خالی پایا۔ اس کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور لائٹیں روشن تھیں۔ عمران اپنی کار کا دروازہ لاک کرتا ہوا اس کار کے قریب پہنچا۔ وہ جھک کر ابھی کار کا جائزہ ہی لے رہا تھا کہ عقب سے کسی نے اس پر چھلانگ لگائی اور اسے لیے ہوئے زمین پر آ رہا۔

حملہ اتنا شدید اور اچانک تھا کہ اسے سنبھلنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔



بلیک کیٹ نے مڑ کر جولیا کی طرف دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں نہ جانے کیا بات تھی کہ جولیا کی چیخ حلق ہی میں گھٹ کر رہ گئی۔ پھر بلیک کیٹ نے ایکسلریٹر پر پاؤں رکھا تو گاڑی ہوا ہو گئی۔ جب عمران کی کار بیک ہو کر اس کے پیچھے آئی تو اس وقت تک بلیک کیٹ کافی آگے نکل چکی تھی۔

”وہ کون تھا جسے دیکھ کر تم چیخی تھیں؟“ اس نے گردن گھما کر جولیا سے پوچھا۔

”م م... معلوم نہیں“ جولیا ہکلائی ”میں تو ایسے ہی...“

”راستے میں متعدد کاریں دکھائی دی تھیں... آخر تم اس وقت کیوں نہیں چیخیں؟“ اس نے خونخوار لہجے میں کہا۔

جولیا کچھ نہ بولی۔ خاموش رہنے ہی میں عافیت تھی۔ وہ عمران سے اپنا تعلق ظاہر کر کے اسے کسی مصیبت میں گرفتار نہیں کرانا چاہتی تھی۔

”اگر تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے تو وہ ہمارا تعاقب کیوں کر رہا ہے؟“ بلیک کیٹ نے پھر کہا۔

”میں کیا کہہ سکتی ہوں“ جولیا بے بسی سے بولی۔

”تم بہت کچھ کہہ سکتی ہو اور بہت کچھ کہو گی“ اس نے زہریلے لہجے میں کہا ”وہ دُم ہلاتا ہمارے پیچھے آ رہا ہے۔ میرے آدمی اسے کسی چوہے کی طرح پکڑ لیں گے۔ پھر وہ خود ہی بتا دے گا کہ وہ کیا چیز ہے؟“

”اس طرح تم ایک شریف اور غیر متعلق آدمی کے ساتھ خواہ مخواہ الجھو گی“ جولیا نے کہا۔ اس کے دل کی دھڑکن بہت تیز ہو گئی تھی۔

”گویا تمہیں اس کی شرافت کا بھی یقین ہے“ اس نے ایک زبردست قہقہہ لگایا اور پھر ٹرانسمیٹر پر اپنے آدمیوں کو کال کر کے ہدایات دینا شروع کر دیں۔ آسیبی

شاہراہ کے دسویں میل پر جولیا کو ایک ایسی پہاڑی دکھائی دی جو کسی پرندے سے مشابہ تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی پرندہ پَر پھیلائے اڑنے کی تیاری کر رہا ہو۔

بلیک کیٹ نے اس کے قریب پہنچنے سے پہلے اپنے لباس سے منسلک ٹوپی اٹھا کر اپنے سر پر چڑھا لی۔ اب وہ سر تا پا سیاہ چمڑے کے لباس میں ملبوس تھی اور ٹوپی سے صرف اس کی آنکھیں جھانک رہی تھیں۔ اس کے قدموں میں بیٹھا ہوا بلا اسے اس روپ میں دیکھ کر غرّانے لگا۔

"شٹ اپ اینڈ کیپ کوائٹ ٹامی!" بلیک کیٹ نے اسے جھڑکی دی۔

ٹام کی غراہٹیں بتدریج معدوم ہو گئیں۔

اس پہاڑی کے دامن میں پہنچتے ہی بلیک کیٹ نے گاڑی کا انجن بند کیا اور جولیا کو گھسیٹتی ہوئی ایک طرف لے چلی۔ اس وقت تاریکی پھیل چکی تھی۔ اس لیے یہ اندازہ لگانا دشوار تھا کہ وہ کس طرف جا رہے ہیں۔ بالآخر وہ ایک سپاٹ اور سیدھی چٹان کے پاس پہنچ گئیں۔ بلیک کیٹ نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی ٹارچ نکال کر چٹان کے کسی مخصوص حصے پر روشنی ڈالی تو ہلکی سی سرسراہٹ کے بعد ایک خفیہ دروازہ نمودار ہُوا۔

وہ جولیا کو لیے ہوئے اندر داخل ہو گئی... ٹومی اچھلتا کودتا ان کے پیچھے آ رہا تھا۔

وہ ان تاریک راستوں پر اس طرح چل رہی تھی جیسے اس کے قدم ان تاریک راہوں سے آشنا ہوں۔ جب کہ جولیا کئی بار ٹھوکر کھا کر گرتے گرتے بچی۔

آگے جا کر ایک خفیہ دروازہ اور ملا۔ پھر وہ روشن اور ہموار جگہ پر پہنچ گئے۔ جولیا یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہاں جدید تہ خانے ہیں۔ وہ تہ خانے تمام آسائشات سے مزین تھے۔ مختلف راہداریوں اور کشادہ ہالوں میں باوردی محافظ دکھائی دیے۔ مگر بلیک کیٹ کو دیکھ کر سب اٹینشن ہو گئے۔ اس وقت جولیا کو احساس ہُوا کہ بلیک کیٹ کسی بڑی تنظیم کی سربراہ ہے اور یقیناً وہ سب کسی بڑی تخریب کاری میں مصروف تھے، کیوں کہ وہاں ایسی مشینیں نصب تھیں جو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔

"میں چاہتی تو بہت پہلے تمہارا کام تمام کر سکتی تھی۔" بلیک کیٹ نے سفاک لہجے میں کہا۔ "مگر میں تمہیں یہ دکھانا چاہتی تھی کہ تم لوگ ہمارے مقابلے میں کتنے حقیر اور بے بس ہو۔"

جولیا خاموش رہی۔

"بہرحال، میں تم پر اپنا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتی۔" بلیک کیٹ نے مزید کہا۔ "وہ شخص جو تمہارے تعاقب میں آ رہا ہے۔ یقیناً اپنی زبان کھولنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

اس نے مسلح محافظ کو اشارہ کیا تو اس نے جولیا کو بازو سے پکڑ کر ایک طرف دھکیلا۔ پھر وہ ایک وسیع و عریض ہال میں پہنچا دی گئی۔ بلیک کیٹ وہیں ٹھہر گئی تھی۔ اس ہال میں داخل ہوتے ہی جولیا کے حلق سے ہلکی سی آواز نکلی کیونکہ اس نے جوزف کو ایک طرف کھڑا دیکھ لیا تھا۔ اس کے پہلو میں ایک اور شخص تھا جو اس کے لیے اجنبی تھا۔

وہ دونوں ایک اسکرین کے سامنے ساکت و صامت کھڑے تھے۔ اسکرین کافی لمبا چوڑا تھا اور سینما کے اسکرین سے مشابہ تھا۔ اس پر مختلف جگہوں کے مناظر آ رہے تھے۔ جولیا کو محسوس ہوا جیسے وہ کوئی فلم دیکھ رہی ہو...

محافظ نے اسے دھکا دے کر جوزف کے برابر کھڑا کیا پھر اپنی جیب سے ایک عجیب و غریب پستول نکالا اور جولیا کی پیشانی پر فائر کر دیا۔ جولیا کے حلق سے ایک اضطراری چیخ نکل گئی۔

چند ثانیوں بعد اس نے اطمینان کا سانس لیا کہ اُسے کچھ نہیں ہُوا تھا۔ مسلح محافظ واپس چلا گیا تھا۔ اس نے جوزف کی طرف گھومنا چاہا تا کہ اس سے وہاں موجود ہونے کے بارے میں کوئی بات کر سکے، مگر وہ بے بسی سے دیدے گھما کر رہ گئی۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ گردن ہلانے پر قادر نہیں ہے بلکہ اس کا پورا جسم جیسے پتھر کا ہو کر رہ گیا تھا۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ وہ سن سکتی تھی اور دیکھ سکتی تھی۔

اس کی سماعت سے بلیک کیٹ کی آواز ٹکرا رہی تھی۔ "میری شخصیت کا یہ پہلو تمہارے لیے یقیناً حیرت انگیز ہو گا۔"

جولیا پلکیں جھپکا کر رہ گئی۔ وہ واقعی حیران تھی۔

❋

عمران نے زمین پر گرتے ہی اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا کیونکہ حملہ آور ایک سے زیادہ تھے اور مزاحمت کرنے کی صورت میں ممکن تھا کہ اسے منہ کی کھانا پڑتی۔ لہٰذا عمران نے فوراً ہی بے ہوش ہونے میں عافیت جانی۔

"ارے واہ، یہ تو بڑا شریف آدمی نکلا" ایک آواز عمران کے کانوں سے ٹکرائی "بڑی سعادت مندی سے بے ہوش ہو گیا ہے"

"بھئی، ہمارا پہلا ہاتھ ہی اتنا زبردست ہوتا ہے کہ مقابل کے حواس رخصت ہو جاتے ہیں" عمران پر چھلانگ لگانے والے آدمی نے فخریہ لہجے میں کہا "اندر لے چلیں؟" اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا۔

"تو پھر کیا یہیں چھوڑ دیں؟" دوسرے نے جھنجلا کر کہا "بعض اوقات تم کیسی احمقانہ گفتگو کرنے لگتے ہو"

"میرا مطلب ہے اس کا کرنا کیا ہے" پہلے نے جھینپے ہوئے لہجے میں کہا "مادام نے اسے بے بس کرنے کو کہا تھا جب کہ یہ کچھ زیادہ ہی بے بس ہو گیا ہے"

"اندر لے چلو، مادام خود ہی اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کر لیں گی" پہلے نے کہا "ممکن ہے وہ اسے زندہ دیکھنا چاہتی ہوں"

"ٹھیک ہے، چلو" دوسرے نے کہا اور پھر وہ اسے آٹے کی کسی بوری کی طرح اٹھا کر تہ خانے میں لے آئے۔

ابتدائی کمرے میں پہنچ کر ان میں سے ایک شخص نے واکی ٹاکی پر بلیک کیٹ کو مخاطب کیا اور اس سے عمران کے بارے میں پوچھا "اسے بھی ہال میں لے جا کر انہی لوگوں کے ساتھ کھڑا کر کے منجمد کر دو... مگر نہیں ٹھہرو۔ پہلے اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرو تاکہ یہ اپنے ملک کی تباہی کا منظر دیکھ سکے... مجھے یقین ہے کہ یہ اس لڑکی کا ساتھی ہے"

"او کے مادام"

"نمبر فورٹین" بلیک کیٹ نے ان میں سے ایک کو مخاطب کیا۔

"یس مادام" وہ اٹینشن ہو کر بولا۔

"اسے منجمد کرنے کے بعد تم میرے پاس آنا میں خود مشین کو آپریٹ کرنا چاہتی ہوں تم اس سلسلے میں میری مدد کرو گے"

"ٹھیک ہے۔ میں آپ کے پاس آ رہا ہوں" وہ مستعدی سے بولا۔ پھر اس نے واکی ٹاکی کا سلسلہ منقطع کر دیا "اب اسے ہوش میں کیسے لائیں؟" اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ کر کہا۔

"میں بتاؤں؟" عمران نے آنکھیں پٹ پٹا کر کہا۔

"کیا...؟" وہ بے ساختہ بولا۔ پھر اسے احساس ہوا کہ گڑبڑ ہو گئی ہے لہٰذا وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گیا اور اس کا ہاتھ اپنے شانے سے لٹکی ہوئی ٹامی گن کی طرف بڑھا۔ اس کے باقی ساتھیوں کا ردِ عمل بھی تقریباً ایسا ہی تھا۔

"ٹھہرو۔ ٹامی گن کی طرف ہاتھ مت بڑھاؤ۔ اس سے بدہضمی ہو جاتی ہے۔ اور میں تمہارے لیے ہاضمے کی گولیاں لایا ہوں" یہ کہہ کر اس نے ہولسٹر سے ریوالور نکالا اور تیزی سے ان دونوں پر فائر کر دیا۔ اس عجیب ساخت کے ریوالور کی نال سے چند چمکدار لہریے سے نکلے اور ان کے جسموں سے ٹکرائے۔ اس کا ان کے جسموں پر حیرت انگیز ردِ عمل ہوا۔ ان کے جسم ایک ہولناک آواز کے ساتھ پھٹے اور اعضا کمرے میں بکھر گئے۔

وہ آدمی، جسے بلیک کیٹ نے نمبر فورٹین کہہ کر مخاطب کیا تھا، اس طرح ساکت کھڑا تھا جیسے پتھر کا ہو کر رہ گیا ہو!

"اب تم مجھے اس سیاہ بلی کے پاس لے چلو جو تھوڑی دیر پیشتر یہاں آئی تھی" عمران اس کی طرف مڑتا ہوا سرد اور سفاک لہجے میں بولا۔

وہ اس قدر دہشت زدہ تھا کہ اس کے حلق سے آواز نہ نکل سکی۔ وہ مڑا اور کسی معمول کی طرح کمرے کے دوسرے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

"ٹھہرو" عمران درشت لہجے میں کہا۔

وہ ٹھٹک کر رہ گیا۔

"اپنی گن کاندھے سے اتار کر ایک طرف ڈال دو" عمران نے کہا۔

نمبر فورٹین نے ایسا ہی کیا۔

"اب میں ریوالور جیب میں رکھ رہا ہوں۔ مگر تم کوئی

ہوشیاری نہ دکھانا ورنہ تمہارے جسم کے ٹکڑے اُڑاتے مجھے دیر نہ لگے گی۔"

نمبر فورٹین اس بار بھی کچھ نہ بولا اور کمرے سے نکل گیا۔ عمران نے ریوالور جیب میں رکھ لیا اور اس کے دستے پر گرفت مضبوط کر لی۔ ریوالور ہاتھ سے چھوڑنا اس نے مناسب نہ سمجھا۔ کمرے سے نکل کر وہ ایک راہداری میں آئے۔ وہاں اِکا دُکا محافظ کھڑے تھے۔ وہ عمران کو دیکھ کر چونکے مگر نمبر فورٹین نے اشارے سے دور رہنے کو کہا۔ پھر ایک دروازے کے قریب پہنچ کر نمبر فورٹین رُکا، اور جالی سے قریب مُنہ لے جا کر کہا۔ "مادام میں اندر آنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"

دروازہ ایک ہلکی آواز کے ساتھ دائیں جانب کھسکتا چلا گیا۔ وہ اندر گئے۔ سامنے بلیک کیٹ ایک ریوالونگ چیئر پر بیٹھی دکھائی دی۔ اس کے دائیں طرف ایک بڑی سی مشین رکھی تھی، جس کا ایک حصّہ دیوار میں پیوست تھا۔

عمران کے کمرے میں قدم رکھتے ہی کسی نے بائیں جانب سے اس کی گُدّی پر وار کیا اور پھرتی سے ہاتھ ڈال کر اس کا ریوالور نکال لیا۔ عمران اچھل کر دیوار سے جا لگا اور حلق سے ڈری ڈری آوازیں نکالنے لگا۔ اس پر ایک محافظ نے حملہ کیا تھا جو پہلے سے وہاں موجود تھا۔

بلیک کیٹ نے ہذیانی آواز میں ایک قہقہہ لگایا اور بولی۔ "یہ ریوالور کافی خطرناک ہے اس لیے تم سے لے لیا گیا ہے۔"

"مم... میں اس کے بغیر خود کو بیوہ محسوس کرتا ہوں۔" عمران نے گلوگیر آواز میں کہا۔

"میں اپنے ٹیلی وژن اسکرین پر اپنے آدمیوں کے چیتھڑے اڑتے دیکھ چکی ہوں۔" اس نے غضب ناک آواز میں کہا۔ "میں چاہتی تو اسی وقت مداخلت کر کے تمہیں دوسرے جہاں پہنچا دیتی، مگر میں پہلے اس ریوالور پر قبضہ کرنا چاہتی تھی... کافی اچھی چیز ہے، تم نے کہاں سے لی؟" اس نے محافظ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ریوالور اس سے لے لیا۔

"ایک حجام کی دُکان سے۔ وہ اس سے ایک شخص کا شیو کر رہا تھا۔" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"تمہاری موت اور زندگی میں بہت کم فاصلہ رہ گیا ہے مسٹر چارلی۔" بلیک کیٹ نے کھنکھناتی آواز میں کہا۔ "اس لیے بہتر ہو گا کہ پہلے میں تمہیں ایک سنسنی خیز منظر دیکھنے کا موقع فراہم کر دوں۔ ابھی تک تم نے سڑکوں اور شاہراہوں پر ہی موت کو قہقہے لگاتے سُنا ہو گا، مگر اب تم اپنے اٹامک ری ایکٹر کو ملبے کا ڈھیر ہوتے دیکھو گے۔ ایک عظیم تباہی، ایک عظیم فتح۔" اس نے ایک بلند آہنگ قہقہہ لگایا۔

پھر وہ مشین کی طرف مُڑی اور اس کے ساتھ ہی اس نے نمبر فورٹین کو اشارہ کیا۔ نمبر فورٹین نے مشین کے قریب پہنچ کر اس کے کل پُرزے سیٹ کرنا شروع کر دیے۔ اس سے پہلے کہ وہ مشین آن کرنے والا بٹن دباتا عمران نے گونجدار آواز میں کہا۔ "فرض کرو تم سے غلطی ہو گئی ہے کالی بلی؟"

"کیا مطلب؟" وہ چونکی۔

"اگر میں یہ کہوں کہ مجھ سے جو ریوالور چھینا گیا ہے وہ محض ایک ٹوٹے پسٹل ہے تو...؟"

اس انکشاف پر مسلّح محافظ اور بلیک کیٹ دونوں غضب ناک ہو کر عمران کی طرف لپکے۔

عمران کا دایاں ہاتھ جو بدستور کوٹ کی جیب میں تھا، ایک جھٹکے سے باہر آ گیا۔ "خبردار، جو تم نے میرے قریب آنے کی کوشش کی۔" اس نے اصلی الٹرا اسمگا ریز ریوالور لہراتے ہوئے کہا۔



وہ دونوں اپنی جگہ ساکت ہو کر رہ گئے۔
عمران نے پہلا فائر اس مشین پر کیا جو اٹامک رے ایکٹر پر فائر کرنے کی غرض سے آن کی جانے والی تھی... مشین میں ہلکی سی گونج پیدا ہوئی اور پھر اس سے نیلگوں اور نہایت تیز بُو والے دُھویں کا مرغولہ سا اُٹھا۔ البتہ مشین کے پاس دبکے ہوئے نمبر فورٹین نامی شخص کے اعضا ایک دھماکے سے کمرے میں ادھر ادھر بکھر گئے تھے۔
فائر کی آواز پر محافظ اور بلیک کیٹ دونوں ہی اچھل کر رہ گئے تھے۔
"اصل میں بات یہ ہے محترمہ..." عمران نے کھوئے کھوئے لہجے میں بلیک کیٹ کو مخاطب کیا "... کہ میں بہت سیدھا سادا اور بے پروا واقع ہُوا ہُوں۔ کھانے پینے کی اکثر اشیا باتھ روم میں بھول آتا ہُوں، شیونگ کا سامان تمہیں میرے ڈرائنگ میں مل جائے گا... اسی طرح ریوالور کو ہولسٹر میں رکھنے کی بجائے کوٹ کی جیب میں ٹھونس لیتا ہوں اور اکثر اوقات حسین لڑکیوں کو اپنے ہاتھوں سے مار بیٹھتا ہُوں۔"
"سنو مسٹر..." بلیک کیٹ نے اس کی بکواس کو نظر انداز کرتے ہوئے وحشت زدہ انداز میں کہا "تم نے ابھی ابھی جس مشین پر فائر کیا تھا، وہ تمہارے اٹامک رے ایکٹر سے بھی کئی گناہ زیادہ طاقت ور اور تباہ کن ہے۔ وہ مکمل طور پر تباہ نہیں ہوئی لیکن اس کے اندر آگ لگ چکی تھی اور چند ہی منٹوں میں یہ انتہنے پاور فل انداز میں پھٹے گی کہ..."
"اوہ... تمہارا مطلب کہ میں تم دونوں کو اکیلا چھوڑ کر یہاں سے کھسک لوں؟"
"نہیں... ہم سب کو جلد از جلد یہاں سے نکل چلنا ہوگا، اب کچھ نہیں ہو سکتا، بہر حال تم بازی جیت چکے ہو" اس نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی۔ مگر وہ ایسی ہنسی تھی کہ عمران کو موصول نہیں ہو سکی بلکہ بلیک کیٹ کے ہونٹوں سے چپکی رہ گئی تھی۔
عمران کے ریوالور سے ایک سنسناتی ہوئی اور چمک دار شعاع نکلی اور بلیک کیٹ کے جسم سے ٹکرائی۔ ایک زبردست دھماکا ہوا اور اس دھماکے کی بازگشت کے ساتھ ایک دُوسرا دھماکا گونجا... بلیک کیٹ کے ساتھ ساتھ اس کے محافظ کے جسم کے ٹکڑے بھی اِدھر اُدھر بکھر گئے تھے۔
"ڈاکٹر داور... زندہ باد" عمران نے نعرہ لگایا اور پھر پاگلوں کی طرح قہقہے لگانے لگا۔

**

بلیک زیرو، جوزف اور جولیا اسے ہال میں ملے گئے۔ منجمد ہونے کی کیفیت وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خود بخود ختم ہو گئی تھی۔ عمران جب کمرے سے باہر نکلا تھا تو ہال میں کوئی محافظ موجود نہیں تھا... شاید کمرے میں ہونے والے دھماکوں سے خوف زدہ ہو کر وہ سب کہیں چھپ گئے تھے یا پھر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ جہاں تک مشین کے پھٹنے کے بارے میں بلیک کیٹ کے انکشاف کا تعلق تھا تو عمران اسے بلیک کیٹ کے جان بچانے کا آخری حربہ سمجھا تھا جس کا اسے بہر حال کوئی فائدہ نہیں ہُوا تھا جولیا اور بلیک زیرو محض اس کے چھونے سے سکتے کی کیفیت سے نکل آئے البتہ جوزف کی کھوپڑی پر اسے اپنے الٹرا اسمارٹ ریوالور کا دستہ آزمانا پڑا تھا۔
وہ چاروں اس غار سے نکل کر کچھ ہی دُور چلے تھے کہ کانوں کے پردے پھاڑ دینے والا شور ان کے عقب سے سنائی دیا اور پھر یکے بعد دیگرے دہلا دینے والے کئی دھماکے سنائی دیے... "تو وہ کالی بلی صحیح کہتی تھی" عمران بڑبڑایا "بہر حال اس کے گرگے بھی اسی کے ساتھ موت کی وادی میں اتر گئے ہوں گے... اگر وہ غار سے باہر نہیں نکلے تھے تو..."
"یس باس" جوزف نے اپنی کھوپڑی سہلاتے ہوئے مسکرا کر کہا "میں نے ان میں سے کسی کو باہر نکلتے ہوئے نہیں دیکھا۔"
عرصہ ہُوا کہ یہ کیس ختم ہو گیا، مگر جولیا اس الجھن میں گرفتار رہی کہ جوزف کے ساتھ دکھائی دینے والا شخص کون تھا۔ جوزف اسے ٹائر صاحب، طائر صاحب کہہ کر مخاطب کر رہا تھا۔





ڈاکٹر حامد حسن، ممتاز علی کیانی، عقیل قریشی

محمد سجاد بھٹی، سیف الملوک عباسی، یاسر حسنین

محمد نعمان، ساگر زمان، ناصر محمود بلوچ